

کتاب الصلوٰۃ

(مشکوٰۃ المصابیح)

نماز

مسائل نماز احادیث کی روشنی میں



مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

کتاب الصلوٰۃ

(مشکوٰۃ المصابیح)

نماز

مسائل نماز احادیث کی روشنی میں

از

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

تالیف وترتیب

میاں خورشید انور

بدرالدجیٰ خان

البدر پبلی کیشنز

23 راحت مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

فون: 042-37225030-37245030

0333-4173066-0300-4745729

فہرست

عرض مؤلف ۱۳

اظہارِ تشکر ۱۵

پیش لفظ ۱۷

تقریظ ۱۹

مقدمہ ۲۱

پہلی فصل: مساجد- اہمیت وآداب

مساجد- اہمیت وآداب ۲۵

مسجد کی اہمیت ۲۸

اچھی جگہ ۲۸

آدابِ مسجد ۲۹

مسجد میں جانے کی فضیلت ۳۷

مسجد میں ٹھہرنا ۳۹

نماز باجماعت کی فضیلت ۴۲

وہ مساجد جہاں نماز کا ثواب ہزاروں گنا ہے ۴۳

جن مقامات پر نماز پڑھنا منع ہے ۴۴

مساجد کی تزئین ناپسندیدہ ۴۵

مساجد کی دیکھ بھال ۴۶

متفرقات ۴۷

نماز ۵۲

دوسری فصل: نماز کا مقام اور اہمیت

نماز گناہوں کا کفارہ ہے ۵۵
وقت پر نماز پڑھنا اللہ کو محبوب ہے ۵۶
بندے اور کفر کے درمیان فرق ۵۶
نمازیں پانچ ہیں ۵۶
اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دینا ۵۸
نماز چھوڑنا کفر ہے ۵۹
نماز سے گناہ باقی نہیں رہتے ۶۰
نماز قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی ۶۳

تیسری فصل: نماز کے فضائل

خشوع ۶۶
فجر اور عصر پڑھنے والا آگ میں داخل نہیں ہوگا ۶۷
فجر اور عصر کے نمازیوں کی گواہی فرشتے دیتے ہیں ۶۸
منافقوں پر بھاری نمازیں ۶۸
صلوٰۃ وسطیٰ ۶۹
عشاء اور فجر کا باجماعت ادا کرنا ۷۱
نمازوں کے نام دور رسالت میں رکھے گئے ۷۱

چوتھی فصل: نماز اور لباس

نمازوں کی محافظت ۷۴
لباس اور نماز ۷۵
ایک کپڑے میں نماز ۷۵
نماز کے لیے عورتوں کا لباس ۷۸
ریشمی قبا سے کراہت ۷۹
منقش کپڑوں سے کراہت ۷۹
ٹخنوں سے نیچے کا لباس ۸۰

نماز میں منہ ڈھانپنا ۸۱
جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا ۸۲

پانچویں فصل: اوقاتِ نماز

اوقاتِ نماز پنجگانہ ۸۷
نماز جلدی ادا کرنے کا بیان ۹۳
نماز فجر کا وقت ۹۶
سوئے رہنے یا بھول جانے سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی ۹۹
نماز ظہر کا وقت ۹۹
موسم کے مطابق اوقاتِ نماز میں تبدیلی ۱۰۰
عصر کی نماز کا وقت ۱۰۲
نماز عصر چھوڑنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ۱۰۳
نماز مغرب کا وقت ۱۰۵
نماز عشا کا وقت ۱۰۵
بعد کے ادوار میں امرا نماز میں غفلت برتیں گے ۱۰۹
امام فتنہ کی اقتدا میں نماز ۱۱۰

چھٹی فصل: اذانِ نماز

اذان ۱۱۴
اذانِ نماز کے کلمات اور طریقہ ۱۱۵
اقامت کہنے کا حق مؤذن کو ہے ۱۲۰
اذان کا جواب دینا ۱۲۰
اذان سننے کے بعد کی دُعا ۱۲۲
اذان کی فضیلت ۱۲۴
مؤذن کے فضائل ۱۲۵
بلا اُجرت اذان کہنے والے بہتر ہیں ۱۲۶
اذان کی آواز بستی کے مسلم ہونے کا ثبوت ۱۲۹
اذان اور قبولیتِ دُعا ۱۳۰

اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے ۱۳۲
اذان کے متفرقات ۱۳۲

ساتویں فصل: سترہ کے مسائل

نمازی کے آگے سے گزرنا بڑا گناہ ہے ۱۳۹
سترہ ۱۴۰
نمازی کے آگے سے گزرنا کب جائز ہے ۱۴۰
نمازی کے سامنے انسان کا لیٹنا ۱۴۲
بیٹھے ہوئے اونٹ یا کجاوے کا سترہ ۱۴۲
سترہ کے لیے زمین پر خط کھینچنا ۱۴۳
سترہ، نمازی کے قریب ہو ۱۴۳
سترہ کا احترام ۱۴۳

آٹھویں فصل: نماز کا طریقہ

قبلہ ۱۴۶
حضور اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ۱۴۷
تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے ۱۴۸
سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۱۵۴
آمین بالجہر ۱۵۵
دوسری رکعت کا آغاز ۱۵۶

نویں فصل: نماز میں قرأت

جو لوگ ۱۵۸
نماز فجر میں تلاوت ۱۵۹
نماز ظہر و عصر میں تلاوت ۱۶۱
نماز مغرب میں تلاوت ۱۶۲
نماز عشا میں تلاوت ۱۶۳
قرأت میں مقتدیوں کا لحاظ ۱۶۳

نماز جمعہ وعیدین میں تلاوت ۱۶۵
فجر اور مغرب کی سنتوں میں تلاوت ۱۶۶
امام کو کھانسی آجانا ۱۶۶

دسویں فصل: رکوع وسجود

ٹھیک رکوع وسجود ۱۶۹
رکوع وسجدہ کے درمیان کے افکار ۱۷۳
رکوع وسجود میں کیا پڑھا جائے ۱۷۵
تسبیحات رکوع وسجود ۱۷۵
دو سجدوں کے درمیان کی دُعا ۱۸۰
نامکمل رکوع وسجود ۱۸۰
نماز کی چوری ۱۸۱

گیارھویں فصل: تشہد (التحیات) کا بیان

منکرین ۱۸۴
التحیات کے لیے بیٹھنے کا طریقہ ۱۸۵
تشہد ۱۸۵

بارھویں فصل: سلام ودرود

اے لوگو! ۱۸۸
درود ابراہیمی نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ ہے ۱۸۹
درود بھیجنے والے پر نزول رحمت ۱۹۱
کثرت درود۔ قیامت کے دن قرب نبوی ﷺ کا باعث ۱۹۳
درود کا خدمت اقدس ﷺ میں پہنچنا ۱۹۴
روضۂ اقدس پر درود کا پڑھنا ۱۹۴
اہلِ بیت اور درود ۱۹۵
درود نہ بھیجنے والا ۱۹۶
درود کے بغیر دُعا ۱۹۷

لزومِ شفاعت ۱۹۸

تیرھویں فصل: نماز کے بعد کے اذکار اور دُعائیں

درود کے بعد کی دُعا ۲۰۱
اختتامِ نماز کی تکمیل ۲۰۳
نماز کے بعد کی دُعائیں ۲۰۳
نماز کے بعد کے اذکار ۲۰۶
نمازِ فجر و مغرب کے بعد دُعا اور درجات ۲۰۹
اختتامِ دُعا پر ''آمین'' کہنا ۲۱۲

چودھویں فصل: نماز میں جائز اور ناجائز امور

مقامِ سجدہ کی صفائی ۲۱۵
نماز اور چھوٹے بچے ۲۱۶
نماز میں بولنا ۲۱۷
حالتِ نماز میں مرکزِ نگاہ ۲۲۱
حالتِ نماز میں جمائی لینا' اونگھنا ۲۲۴
نماز میں ''جن'' کی خلل اندازی ۲۲۵
متفرقات ۲۲۶

پندرھویں فصل: نماز میں سہو

شریعت ۲۳۰
نماز میں اشتباہ ۲۳۱
سجدۂ سہو ۲۳۱

سولہویں فصل: نماز میں سجدہ تلاوت

اللہ ۲۳۸
تعدادِ سجودِ تلاوت ۲۳۹
سجدہ تلاوت لازم ہے ۲۳۹
سجدہ میں تعجیل ۲۴۰

سوار کا سواری پر سجدہ تلاوت ۲۴۰
سجدۂ تلاوت کی دُعا ۲۴۰
سجدہ میں ایک ہی دُعا لازم نہیں ۲۴۱
سورہ ''ص'' میں سجدہ کے بارے میں اختلاف ۲۴۲
سجدہ تلاوت نہ کرنے والے کا انجام ۲۴۲
ضعیف حدیث بسلسلہ سجدہ ہائے تلاوت ۲۴۳

سترھویں فصل: نماز کے لیے اوقات ممنوعہ

فجر کے فرائض کے بعد نماز جائز نہیں ۲۴۷
نماز عصر کے فرائض کے بعد نماز جائز نہیں ۲۴۸
دوپہر کے وقت نماز پڑھنا منع ہے ۲۴۹
بیت اللہ میں نماز کے ممنوعہ اوقات ۲۵۰

اٹھارھویں فصل: نماز باجماعت

فرض جماعت کے دوران دوسری نماز جائز نہیں ۲۵۵
نماز باجماعت کی فضیلت ۲۵۵
منافق نماز سے بھاگتا ہے ۲۵۷
اذان کے بعد، نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا ۲۶۰
کھانے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا ۲۶۱
نماز عشا کی جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں کے گھر جلانے کا خیال ۲۶۱
نماز باجماعت میں صفوں کا سیدھا کرنا ۲۶۲
دو نمازیوں کی جماعت ۲۶۳
امام کس کو بنایا جائے؟ ۲۶۳
نماز باجماعت میں امام پر سبقت کرنا ۲۶۴
نماز باجماعت اور خواتین ۲۶۵
خواتین کا خوشبو لگا کر مسجد میں آنا ۲۶۶
خواتین کا عام حالات میں خوشبو لگانا ۲۶۷
اپنے گھر میں عورت کی نماز افضل ہے ۲۶۸

سرورِ عالم کی آخری نمازیں ۲۶۹

انیسویں فصل: سنت مؤکدہ اور اس کے فضائل

نیکوکار ۲۷۴
جنت میں گھر کی بشارت ۲۷۵
نماز فجر کی سنتیں ۲۷۵
ظہر سے پہلے، بعد زوال کی سنتیں ۲۷۶
نماز ظہر کی سنتیں ۲۷۷
نماز عصر کی سنتیں ۲۷۸
نماز عصر کے بعد، نماز مغرب سے پہلے ۲۷۹
نماز مغرب کی سنتیں ۲۸۱
انماز عشا کی سنتیں ۲۸۴
نماز جمعہ کی سنتیں ۲۸۴
سنت مؤکدہ۔ سرور عالم ﷺ کا طریقہ ۲۸۵
اتصال نماز درست نہیں ۲۸۷

بیسویں فصل: وتر کی نماز اور قنوت کا بیان

وتر حق ہے ۲۹۱
وتر کی نماز کا وقت ۲۹۲
وتر کی نماز کی رکعتیں ۲۹۴
قنوت کا بیان ۲۹۴
قنوت کے ساتھ بددعا کا بیان ۲۹۵
قنوتِ نازلہ کا عمل مخصوص ہے ۲۹۷
قنوت قبل رکوع ۲۹۸

اکیسویں فصل: نماز تہجد

نماز تہجد کی رکعتیں ۳۰۱
تہجد میں بلند و پست قرأت ۳۰۱

تہجد اور قبولیتِ دُعا ۳۰۲
اللہ کو تنگی مطلوب نہیں ۳۰۲
کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ۳۰۳

بائیسویں فصل: قیام رمضان-تراویح

نافرمانوں ۳۰۶
تراویح-آنحضور ﷺ کا عمل ۳۰۷
خلیفہ اوّل کا عمل ۳۰۹
خلیفہ دوم کا عمل ۳۱۰
تراویح کی تعداد ۳۱۱

تیئسویں فصل: نوافل کا بیان

نماز چاشت ۳۱۵
نماز اوابین ۳۱۵
نماز اشراق ۳۱۶
تحیۃ الوضو ۳۱۶
گناہ کے بعد مغفرت کے لیے ۳۱۶
دشواری کے وقت ۳۱۷
فرائض کی کمی ۳۱۷

چوبیسویں فصل: دورانِ سفر نماز کے احکام

سفر میں دو رکعتیں مکمل نماز ہیں ۳۲۱
اللہ کا احسان ۳۲۱
شیخین کا عمل ۳۲۲
نمازوں کا جمع کرنا ۳۲۲
دوران سفر نمازوں کی رکعتیں ۳۲۳
قصر کی نماز کے لیے مسافت ۳۲۳

پچیسویں فصل: نمازِ جمعہ

جمعہ ۳۲۶

جمعہ: سیّدالایام ۳۲۷

جمعہ کی فضیلت ۳۲۸

وجوبِ جمعہ ۳۲۹

تارک نماز جمعہ ۳۳۰

جمعہ کی تیاری اور آداب ۳۳۱

نماز جمعہ کا وقت ۳۳۲

اذان ۳۳۳

خطبہ جمعہ ۳۳۳

عرض مؤلف

میں تحریک اسلامی کا ادنیٰ کارکن ہونے پر فخر کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اوائل عمر سے آج تک جب کہ میں بڑھاپے کی آخر حدوں کو چھو رہا ہوں اپنے دین کی خدمت کے لیے سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی برپا کی ہوئی تحریک اقامت دین سے وابستہ رکھا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ مجھے آخر دم تک اس سعادت پر قائم رکھے۔ آمین

تالیف وتصنیف میرا میدان نہیں ہے کہ میں اس قدر علم نہیں رکھتا۔ میں ہمیشہ اس کوشش میں رہا کہ عملی میدان میں دعوتی امور کی انجام دہی کے لیے ضروری علم حاصل کروں اور اس پر دیانتداری سے عمل کر کے دین کی صحیح نمائندگی کر سکوں۔ میرا یہی شوق مجھے سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی ان مجالس میں لے جاتا رہا جہاں انھوں نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ میں باقاعدگی سے قلعہ گوجر سنگھ لاہور کی اس مجلس درس حدیث میں شریک ہوتا رہا جس کا سلسلہ فروری ۱۹۶۱ء سے شروع ہوا اور جس میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ، فضائل رمضان وفضائل قرآن پر درس دیے۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس وقت اس قدر وسائل عطا فرمائے کہ میں سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کو فیتے پر محفوظ کرتا رہا۔ اگرچہ اس وقت یہ آلات اتنے ترقی یافتہ نہ تھے۔ میں نے زندگی میں بارہا اس فیتے کی مدد سے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے درس سنے اور عملی طور پر ان سے استفادہ کیا۔ ایک کارکن کے لیے ان دروس کی کیا اہمیت ہے؟ میں اس کو خوب جانتا اور سمجھتا ہوں اور کویت میں تحریک اسلامی کی تنظیمی ذمہ داریوں کی بجا آوری کے دوران کئی بار اس کا تجربہ بھی ہوا۔

مجھے اُمید تھی کہ ان دروس کی افادیت کے پیشِ نظر مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے معاونین ان کو کتابی شکل میں ضرور محفوظ کرلیں گے تاکہ مسلمان عام طور پر اور تحریک اسلام کے کارکنان بالخصوص ان سے رہنمائی حاصل کر سکیں، مگر مجھے حیرت ہوئی کہ یہ اہم سلسلہ درس اصحابِ علم ومعاونین سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے اوجھل رہا اور مولانا اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

اب ایک طرف میری علمی استعداد میں کمی، رکاوٹ اور دوسری طرف اس اہم سلسلہ درس کا عوام الناس

تک پہنچنا ضروری۔ میرے دل میں یہ خوف جاگزیں ہوگیا کہ مسلمانوں کی یہ امانت جو محض اللہ کے فضل سے میرے پاس محفوظ ہے کہیں میرے ساتھ ہی دفن نہ ہو جائے۔ لہٰذا میں نے اس میدان کے کچھ نامور اصحاب سے اس ذخیرہ علم کا ذکر کیا اور اس کو کتابی شکل میں عامتہ الناس تک پہنچانے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ ایک بڑے آدمی نے مجھ سے فضائل قرآن اور فضائل رمضان پر مشتمل کیسٹ عاریتاً حاصل کیے اور پھر ان کے نام نامی سے کتاب منظر عام پر آ گئی۔ سبحان اللہ۔ عرض مؤلف کے عنوان کے تحت فضائل قرآن نامی کتاب میں تقریری مواد کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے تحریری سانچے میں ڈھالنے کا ذکر تو موجود ہے مگر ان ٹیپ کیسٹوں کی شان نزول کہیں بیان نہیں ہوئی۔ اس سے شاید مؤلف صاحب کی عظمت پر حرف آتا۔ کتاب سے قارئین نے یقیناً استفادہ کیا ہوگا۔ اس حد تک میرا مقصد پورا تو ہوا مگر مجھے ان سے اس دلیری کی اُمید نہ تھی۔

اس حسن سلوک نے مجھے باقی ماندہ ذخیرہ کو کسی کے ہاتھ میں دینے سے روک دیا مگر میں اپنی کمزور صحت کی بنا پر تنہا یہ کام کر نہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک عزیز محترم صدیق احمد صدیقی صاحب سے ابتدائی طور پر کچھ مدد حال کی اور پھر بوجوہ یہ کام رک گیا۔ میں اس کام کو اپنی زندگی میں مکمل کر لینے کے لیے بے تاب رہا۔ انھی دنوں مشیت الٰہی نے بدرالدُّجیٰ خان سے ملوا دیا۔ انھوں نے اس کام میں میری مدد کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور پھر اللہ کی توفیق سے ہم یہ کام مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ الحمدللہ

کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس کا مطالعہ کر کے اپنی نمازیں نبی کریم ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کر کے اس بندہ ناچیز کو اپنی دُعاؤں میں یاد کیجیے۔

اللہ ربّ العالمین سے میری دُعا ہے کہ اس کتاب کی جمع وتدوین کے سلسلے میں کی گئی میری اور میرے رفیق بدرالدُّجیٰ خان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور عامتہ الناس کے لیے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین

احقر العباد

میاں خورشید انور

26/16 ریس کورس روڈ

عقب سرکٹ ہاؤس لاہور

اظہارِ تشکر

اللہ سے توفیق کا طالب ہوں کہ میں شکر ادا کر سکوں اس ذات باری کا جس نے مجھے یہ سعادت عطا فرمائی کہ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ احادیث کو ریکارڈنگ کے فیتے سے تجسیم کتاب جیسے عظیم الشان کام میں تھوڑی سی خدمت کر سکا۔ یہ کتاب بیسویں صدی کے مجدد سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ کے اس سلسلہ درسِ حدیث پر مبنی ہے جو قلعہ گوجر سنگھ لاہور کی مسجد میں جنوری ۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک جاری رہا اور اس سے پہلے کتابی شکل میں یہ درس عامتہ المسلمین تک نہ پہنچ سکے۔

بظاہر معمولی مگر عملی طور پر یہ ایک نہایت کٹھن کام تھا۔ ساٹھ کی دہائی میں جب فیتے پر آواز کو محفوظ کرنے کے آلات ابھی ابتدائی شکل میں تھے اور آج جیسے بہترین آلات ابھی دستیاب نہیں تھے۔ محترمی میاں خورشید انور صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کو محفوظ کرنے کا کام نہایت عمدگی سے کیا۔ جو بلاشبہ ان کی لگن اور اس کام سے گہرے قلبی تعلق کا ثبوت ہے مگر اس سے بھی کہیں زیادہ مشقت طلب کام ان فیتوں سے کاغذ پر دروس کی منتقلی تھا۔ یہ کام طویل عرصہ تک مسلسل کیا گیا۔ اس کے بعد ان نوٹس کی، کتب احادیث کے ساتھ پڑتال املاء کی درستی، ابواب کی ترتیب، کتابت اور اس کی درستی، طباعت اور اس کے بعد کے کئی مراحل تک پھیلا ہوا یہ کام، عمر رسیدہ، نحیف ونزار خورشید انور صاحب سے ایک مددگار کا متقاضی تھا۔ ابتدا میں یہ کام خورشید انور صاحب کے ایک رفیق محترم صدیق احمد صدیقی نے کیا۔

یہ محض میری خوش قسمتی تھی کہ میاں خورشید انور صاحب نے اپنی معاونت کے لیے بندہ ناچیز کو اس وقت منتخب فرمایا جب یہ کام تعطل کا شکار تھا اور میاں صاحب کو تاخیر کا شدید احساس تھا۔ یہ ان کا حسن ظن تھا ورنہ بندہ آغاز سے کام کی تکمیل تک اپنی کم ہمتی اور علمی کم مائیگی کو شدّت سے محسوس کرتا رہا اور یہ الفاظ لکھتے ہوئے میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس کام میں جس حد تک میں خدمت کر سکا صرف تائید الٰہی ہی اس کی وجہ تھی اور اسی وجہ سے یہ کام مکمل ہونے تک کوئی رکاوٹ مجھے پیش نہ آئی۔

یہ سب اپنی جگہ اور کام میں خامیاں موجود ہونا اپنی جگہ۔ کہ یہ کام انسانوں نے سرانجام دیا ہے اور تمام تر

احتیاط کے باوجود ''خطا'' انسان کی سرشت میں موجود ہے۔ میں اس کام کی عظمت کے شایانِ شان اگر احتیاط میں ناکام رہا ہوں تو میں اللہ ربّ العالمین سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور قارئین سے خواستگار کہ جہاں وہ اس کتاب کے مؤلف میاں خورشید انور صاحب کے لیے دُعائے خیر فرمائیں وہیں اس ناچیز کے لیے بھی دُعا فرمائیں کہ اللہ میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

مجھے ادائیگی شکر کی توفیق ملے اور میں تادمِ آخر اللہ کی بندگی پر عملاً قائم رہوں تاکہ قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت کا حقدار ٹھہروں.....آمین۔

طالب دُعا

بدرالدُّجیٰ خان
پوسٹ آفس سٹریٹ شکرگڑھ

ربیع الاول 1418ء

پیش لفظ

کلمہ توحید کے بعد اسلام کا سب سے اہم جز نماز ہے۔ اللہ ربّ العالمین جو انسان اور اس پوری کائنات کا خالق و مالک اور فرماں روا ہے اس نے انسانوں کی تا قیامت رہنمائی کے لیے جو صحیفہ قرآن مجید کے نام سے اپنے آخری رسول امام الانبیا حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے' اس میں سب سے زیادہ اقامت صلوٰۃ (نماز کی ادائیگی اور اس کا اجتماعی نظام قائم کرنے) پر زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو دین اسلام کا ستون' کافر و مومن میں فرق کرنے والی اور ایمان کی آخری علامت قرار دیا ہے۔ یعنی آدمی کے مسلمان اور صاحبِ ایمان ہونے کی پہلی علامت بھی نماز ہے اور آخری علامت بھی نماز ہے۔ گویا کہ اگر کوئی شخص واقعی اور سوچ سمجھ کر مسلمان ہوا ہے اور مسلمان بنا ہے تو وہ نماز کا وقت آنے پر نماز ادا کرنے کی فکر کرے گا اور مسلمانوں میں شامل کوئی شخص نماز بھی ترک کر دے تو وہ اسلام سے باہر نکل جائے گا اور اللہ اور رسول کے ہاں مسلمان شمار نہیں ہوگا خواہ اہلِ دنیا کے نزدیک وہ مسلمان ہی نہیں ان کا رہبر و رہنما ہی کیوں نہ بنا اور سمجھا جاتا رہے۔ قرآن مجید ہمیں خبر دیتا ہے کہ اہلِ جہنم سے جب یہ پوچھا جائے گا کہ کیا چیز تمھیں جہنم میں لے آئی؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔'' (44:72) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین اسلام میں نماز اور غریب نوازی اور غریبوں کی دیکھ بھال کو کیا اور کتنی اہمیت حاصل ہے۔

دین اسلام میں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک نماز کے اس مقام کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اپنے ربّ کے حضور پیشی کا یقین رکھنے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسے نماز اور اس کی ادائیگی کے بارے میں کس قدر فکر مند اور محتاط ہونا چاہیے اور نماز کے جملہ مسائل سے واقف ہونا کتنا ضروری ہے۔

یہ امر نہایت مسرت و امتنان اور لائقِ شکر گزاری ہے کہ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے تیس پینتیس سال قبل قلعہ گجر سنگھ لاہور کی مسجد پہلوان عبدالستار صاحب میں قرآن و حدیث کے دروس کا جو سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور بعض احباب ان دروس کے جو کیسٹ محفوظ کرتے رہے تھے ان میں مشکوٰۃ المصابیح کی ''کتاب الصلوٰۃ'' کے دروس کا پورا ریکارڈ دستیاب ہو گیا اور اسے ہمارے برادرِ محترم و مکرم میاں خورشید انور اور بدر الدُّجیٰ خان صاحب نے ''نماز کے متعلق احادیث مشکوٰۃ شریف کی تشریح افادات مودودی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام

سے نہایت احتیاط اور خوبی سے مرتّب کر دیا ہے اور میرے علم واطلاع کی حد تک اس موضوع پر اس قدر معتبر' مستند' مفصل اور عام فہم رہنمائی کرنے والی کوئی اور کتاب اردو زبان میں موجود نہیں ہے۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم ومغفور کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تفہیم کی جو قدرت وصلاحیت اور اسلوب سکھایا اور عطا فرمایا تھا' اسے ان سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی کوئی مثال اس زمانے میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک نماز اور اس کے جملہ مسائل کے بارے میں صحیح معلومات اور رہنمائی کے طالب حضرات کے لیے یہ کتاب نعمتِ خداوندی ہے اور اس کے مرتّبین کے لیے میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اپنے بہترین انعامات سے نوازے اور ان کی اس کاوش کو اپنے بندوں کے لیے نفع بخش رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

طفیل محمد

منصورہ۔ ملتان روڈ لاہور

مؤرخہ 30 ربیع الاول 1418ھ

25/اگست 1997ء

تقریظ

کتنی مبارک بات ہوئی کہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک دعوت اقامتِ دین کو مجروح حالت میں دیکھ کر، ہم نے اسے بھیڑ بھڑ کے سے الگ نکال کر از سرِ نو، ابتدا سے اس کا آغاز کیا تو عین اس مرحلے میں ہم کو ہمارے ایک رفیق نے مولانا علیہ رحمتہ کی فکر و کاوش کا ایک نادر خزانہ دکھایا۔ یہ حدیث کے مشہور انتخابی مجموعہ ''مشکوٰۃ شریف'' کی کتاب الصلوٰۃ کی احادیث کی تشریحات تھیں جن کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں ٹیپ پر محفوظ کیا گیا تھا اور جو اسلام کی عباداتِ خمسہ میں سے سب سے پہلی عبادت کہ جسے ''معراج المومنین'' کہا گیا ہے اور جس کے لیے کہا گیا کہ ''اوّلین پُرسشِ نماز بود'' کے بارے میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات تھے جو کہ غیر مطبوعہ تھے۔

یہ خزانہ علم و دین ہمیں پہنچا تو ہمیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دین کی بہترین اور جامع خدمات لینے والے ربّ العالمین نے ہمیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ دروسِ نماز کا ہدیہ بھیج کر یہ سمجھایا ہے کہ میرا کام نیک نیتی سے کرو گے تو میری ہدایت تمھیں پہنچتی رہے گی۔ دوسرے یہ کہ یہ کام جسے تم کرنے چلے ہو، اس کا اہم ترین فریضہ نماز ہے جو بندے کو ربّ سے اور پھر ربّ ہی سے توفیق دلوا کر، اسی مقصد کے لیے بندوں سے جوڑ دیتا ہے۔

یہ کتاب واضح کرے گی کہ نماز، وہ مطلوب ہے جس سے جسم ہی نہیں روح اور دماغ بھی اور دل بھی افکار و نظریات بھی خواہشیں اور جذبات بھی؛ سب اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ ایسی ہی نماز یہ شعور دلاتی ہے کہ غیر الٰہی نقشے پر مبنی، جس طرح نماز جائز نہیں اسی طرح غیر الٰہی نقشے پر ہمارے گھر کی زندگی، بازار کی زندگی، کھیت اور سکول اور تھانے اور عدالت اور پارلیمنٹ کی زندگی سوائے صورتِ اضطرار کے، دین کے دربار میں قابلِ قبول نہیں ..... اضطرار کے معنی مزے سے ایک غلط صورت حالات کے ساتھ چپک کر پڑے رہنا اور طرح طرح کے فائدے اور مزے حاصل کرتے رہنا نہیں ..... الّا یہ کہ آدمی اپنی بساط بھر، دعوتِ دین کے ذریعے اقامتِ دین کی فضا تیار کر رہا ہو اور اس مقصد کے لیے ایسے افراد جمع کرے جن کی فکر، جن کے اخلاق، جن کے رویّے،

جن کی کمائیاں، جن کی دل چسپیاں کسی غیر الٰہی باطل نظام کے مزاج کی نہ ہوں، بلکہ وہ اپنے ایمان سے ٹکرانے والے منکرات سے فضا کو پاک کرنے کے لیے معروف اور مناسب اور اچھا اثر ڈالنے والے طریقے اختیار کریں۔

پھر نماز سے تعلق رکھنے والے وہ بیش تر مسائل، جن سے ہم سب کو سابقہ رہتا ہے اور آسانی سے معلومات نہیں ملتیں کچھ معلوم بھی ہوتا ہے تو غیر معتدل ذہنوں اور تفرقہ پسند مولویوں اور قیاس بار اخباری بحثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان دروس میں نماز کے ضروری مسائل واحکام سے بحث کی ہے اور بڑی محبت سے دلوں کے کانٹے چننے کی کوشش کی ہے۔ وہ بالعموم مختلف مسلکوں کا خلاصہ سامنے رکھ دیتے ہیں اور ان کے تقابلی تجزیے کی صلاحیت سامع یا قاری میں پیدا کرتے ہیں تاکہ وہ نقطۂ اعتدال کو خود پہچانے اور افراط وتفریط کے آخری نقاط کو بھی سمجھ لے۔ گویا اس طرح مولانا نے اپنے مخاطبوں کو محدّثین، مفسرین اور واعظین، نیز حکمت وکلام کی بحثوں کے تقابلی مطالعہ اور استنتاج کی تعلیم دی ہے۔

میں اپنی طرف سے بھی اور اپنے رفقائے تحریک اسلامی کی طرف سے بھی جناب میاں خورشید انور صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ایسے اچھے سرمایۂ علم ودین کو مدت تک کسی خزانے کی طرح محفوظ رکھا اور تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب عزیزم بدرالدُّجیٰ خان کی محنت سے تیار ہوگئی۔ مجھے آخری مرحلے پر نگاہ ڈالنے کا موقع ملا اور میں نے چند ضروری ہدایات اور اغلاط کی نشان دہی کر کے برائے ثواب اس کام میں حصہ ڈال دیا ہے۔

میں میاں خورشید انور صاحب اور بدرالدُّجیٰ خان کے لیے دُعائے خیر کرتے ہوئے دُعا گو ہوں کہ اللہ ان حضرات کو بھی جزا دے جو اس کتاب کو پڑھیں پڑھائیں اور پھیلائیں۔

دورِ حاضر میں طاغوت کے خلاف لڑنے اور اس کے واروں سے بچنے کا واحد ذریعہ نماز ہے۔ اللہ نہ کرے کوئی ایسا مسلمان بھی پایا جائے کہ طاغوت کا تخت جس کے قلب کے اندر بچھا ہو اور باہر نمازیں پڑھی جائیں۔ ذکر کیے جائیں، دُعائیں مانگی جائیں اور اندر سے اطمینان بخش جواب ملے، ٹھیک، شاباش..... سب ٹھیک ہے۔

نعیم صدیقی

اگست 97ء

مقدمہ

''افاداتِ مودودی رحمۃ اللہ علیہ'' اس لحاظ سے یقیناً منفرد ہے کہ اس مین کتاب الصلوٰۃ کی جن احادیث کی تشریح دی گئی ہے، وہ اب تک ریکارڈ پر نہیں تھی۔ اس طرح احادیث کی تشریح و تفہیم میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ کا مخصوص نقطۂ نظر سامنے آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ نماز کے حوالے سے مختلف فقہی مسالک اور اختلافات پر بھی سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور فکر مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتدال اُجاگر ہوتا ہے۔ نیز احادیث کی تشریح میں ''منکرین حدیث'' کے موقف کی خامیوں پر بھی امام مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص محققانہ انداز میں کلام کیا ہے جس سے قلوب واذہان میں لگے مغالطّوں کے جالے صاف ہوجاتے ہیں۔

''کتاب الصلوٰۃ'' میں دی گئی احادیث کے حوالے بھی درج کیے گئے ہیں اور ان حوالوں، متن اور ترجمے کی تصدیق کے لیے ''اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی'' کے شائع کردہ مجموعہ احادیث ''مشکوٰۃ شریف از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ (متوفی ۷۴۲ھ) سے کی گئی ہے جس کا ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان صاحب نے کیا جو فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔

ترجمہ احادیث درج کرنے کے بعد مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات درج کی گئی ہیں جو کیسٹوں میں محفوظ ہیں۔ اپنی حد تک انتہائی کوشش کی گئی کہ کوئی کمی بیشی نہ ہو پائے۔ اوّلاً، ان آلات کا اپنی ابتدائی شکل میں ہونا اور ثانیاً، طویل مدت تک پڑے رہنے کے علاوہ بار بار سننے سے آواز میں صفائی باقی نہ رہ سکی تھی جس کی وجہ سے احتیاط کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مزید بار بار اور روک روک کر نوٹس تیار کیے گئے ہیں اور چونکہ یہ سارا کام بندوں نے کیا ہے لہٰذا غلطی کا امکان یقیناً موجود ہے۔ میں اصحاب علم سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب میں موجود اغلاط سے بندے کو مطلع فرمائیں گے تاکہ دوسرے ایڈیشن میں درستی ہوسکے۔ احتیاط کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کوثر نیازی مرحوم کے نوٹس سے بھی استفادہ کیا گیا۔ اس طرح اس کتاب کی تکمیل میں کوثر نیازی مرحوم کا حصہ بھی ہے اور بعد کے تمام اختلافات کے باوجود ہم کوثر نیازی مرحوم کے لیے دُعا گو ہیں کہ اللہ ان کی غلطیوں کو معاف فرمائے۔

اس کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا اگر یہ کتاب سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوتی مگر اللہ کو اس طرح منظور نہ تھا۔ بہر حال ایک حد تک اس کمی کو اللہ نے یوں پورا کر دیا کہ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص اور ان کے قلمی معاون مولانا نعیم صدیقی صاحب نے اس کتاب کو دیکھا' رہنمائی سے نوازا۔ اللہ مولانا نعیم صدیقی صاحب کو صحت عطا فرمائے ان کی رہنمائی میں تحریک اسلامی کو کلمۂ حق کی شہادت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے انھوں نے علالت اور مصروفیت کے باوجود اس کام میں رہنمائی سے نوازا۔

اس کتاب میں ابواب کے آغاز میں اقتباس درج کیے گئے ہیں جو تفہیم القرآن سے اخذ کیے گئے ہیں اور جو نماز ہی کے متعلق آیاتِ قرآنی کی تشریح ہیں۔

یہ کتاب ان دروسِ احادیث پر مشتمل ہے جو فنِ حدیث کے تلامذہ کے لیے نہیں' بلکہ عام مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک دیے ان میں عوام کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھ کر مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح کتاب کے عنوانات اور احادیث کی ترتیب میں بھی عوام کی آسانی اور فہم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب کو مزید بہتر کیا جاسکتا ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی بہترین آرا سے نوازیں تاکہ طبعِ ثانی کے لیے ان آرا کی روشنی میں اقدام کیے جاسکیں۔

''مرتّب''

پہلی فصل

مساجد-اہمیت وآداب

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ

مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کے مُجاور و خادم بنیں۔ (التوبہ:۱۷)

جو مساجد خدائے واحد کی عبادت کے لیے بنی ہوں' ان کے متولی' مجاور' خادم اور آباد کار بننے کے لیے وہ لوگ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے جو اللہ کے ساتھ خداوندی کی صفات' حقوق و اختیارات میں دوسروں کو شریک کرتے ہوں۔ انھیں کیا حق ہے کہ کسی ایسی عبادت گاہ کے متولی بنے رہیں جو صرف اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گئی تھی۔

یہاں اگرچہ بات عام کہی گئی ہے اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ عام ہے بھی' لیکن خاص طور پر مقصود یہ ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد حرام پر سے مشرکین کی تولیّت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس پر ہمیشہ توحید پرستوں کی تولیّت قائم کر دی جائے۔

تفہیم القرآن

مساجد-اہمیت وآداب

مسجد کی اہمیت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ یُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سائے میں رکھے گا' جس روز کہ اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک امام عادل دوسرا وہ نوجوان جو اپنی جوانی کو اللہ کی عبادت میں صرف کر دے' تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلتا ہے تو جب تک مسجد میں واپس نہ آ جائے بے چین رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو شخص جو خالصتاً اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ یک جا ہو جاتے ہیں تو اللہ کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو اللہ کی محبت سے' پانچواں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کی یاد میں روتا ہے۔ چھٹا وہ شخص جس کو ایک شریف النسب اور حسین عورت نے بُرے ارادے سے طلب کیا ہو اور اس نے اس کی خواہش کے جواب میں یہ کہہ دیا ہو کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ساتواں وہ شخص جس نے اس طرح مخفی طور پر خیرات کی ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے؟ (بخاری و مسلم)

یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سات آدمیوں کو اپنے سائے میں رکھے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز سایہ صرف اسی کو میسر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ سایہ دے گا اور اس روز ان سات آدمیوں کو ضرور سایہ عطا ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی آٹھواں آدمی ایسا نہیں ہوگا جسے سایہ عطا ہو۔ وہ سات آدمی کون ہیں۔ فرمایا کہ ان میں سے پہلا شخص امامِ عادل ہوگا۔ یہاں امام کا مطلب امامِ مسجد نہیں۔ امام یہاں بمعنی فرماں روا استعمال ہوا ہے۔ ایک ایسا فرماں روا جو ظلم و ستم ڈھانے کے اختیارات بھی رکھتا ہے' لیکن اس کے

باوجود عدل وانصاف سے کام لے۔ اقتدار پانے کے بعد اس کے نشے سے نہ بہکنا بہت بڑی صفت ہے اور جب تک آدمی ولی اللہ نہ ہو اس وقت تک اس سے متصف نہیں ہوسکتا۔ ولی اللہ وہ نہیں جو ہوا میں اڑے اور غیب کی خبریں بتائے' ولی اللہ وہ ہے جو اتنا اللہ سے ڈرنے والا ہو کہ گناہ کرسکتا ہو' مگر نہ کرے۔ ایک آدمی اپنی مملکت میں جو کچھ چاہے کرسکے اور اس کے بعد عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے' میرے نزدیک ایسا شخص حقیقی معنوں میں ولی اللہ ہے۔

دوسرا وہ نوجوان جو اپنی جوانی کو اللہ کی عبادت میں صَرف کردے۔ بڑھاپے میں اللہ کو یاد کرنا آسان ہوتا ہے' اس لیے کہ موت قریب نظر آتی ہے' مگر جوانی میں جب کہ موت دور معلوم ہوتی ہے اور انسان کی ساری طاقتیں شباب پر ہوتی ہیں' اس وقت گناہ سے بچنا اور عبادت کرنا یقیناً ایک کارنامہ ہے۔ گویا یہاں بھی اس وصف کو قابلِ اجر ٹھہرایا ہے کہ ایک انسان کے لیے گناہ میں مبتلا ہونے کے زیادہ امکانات ہوں اور پھر وہ گناہ سے بچے۔

تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ مسجد میں لگے ہونے سے مراد ہے شوقِ عبادت.....یعنی مسجد میں اللہ کو یاد کرنا کمتر درجے کی چیز ہے بہ نسبت اس کے کہ جب بازار میں جائے' یا مصروفیات میں ہو' جہاں وہ اسباب بکثرت موجود ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والے ہیں' وہاں بھی اس کا دل عبادت کا مشتاق رہے۔ یہاں بھی وہی پہلو دکھایا گیا ہے کہ جب اس کے لیے گناہ میں مبتلا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں اس وقت وہ نیکی کے لیے بے تابی اور بے چینی ظاہر کرتا ہے۔

چوتھے وہ آدمی جو خالصتاً اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں یعنی جن کے درمیان محبت کی وجہ نہ تو معاشی مفاد ہے اور نہ کوئی اور نسلی وقومی مفاد' محض اللہ کی خاطر وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ کا کلمہ بلند کرنا ان کے پیشِ نظر ہے۔ یہ جو کہا کہ وہ جمع ہوتے ہیں تو اللہ کی خاطر اور جدا ہوتے ہیں تو اللہ کی محبت میں۔ اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ جس وقت ملیں' اس وقت بھی ان میں محبت ہو اور جس وقت جدا ہوں اس وقت بھی۔ محض منہ دیکھنے کا پیار نہ ہو' بلکہ پیٹھ پیچھے بھی وہ ایک دوسرے کی عزّت اور مفاد کا اتنا ہی خیال رکھیں جتنا ایک دوسرے کے سامنے رکھتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کا جمع ہونا اور جدا ہونا تمام تر اللہ کی خاطر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک دوست بھی غلط راستے پر جارہا ہے تو دوسرا فوراً اس سے جدا ہوجائے گا۔ ایک نے بھی اللہ سے منہ موڑ لیا تو ان کی دوستی ختم ہوجائے گی۔ جب تک دونوں اللہ کے راستے پر قائم ہیں۔ سچے خیر خواہ اور دوست ہیں' اگر ان میں سے ایک بھی اس راہ سے ہٹ گیا تو ان کی دوستی برقرار نہیں رہے گی۔

پانچواں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کر کے روتا ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھیے کہ ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں جو عام اجتماعات میں اور خطبوں کے دوران روتے ہیں لیکن مجمع میں رونے والوں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ کون ان میں سے ریا کار ہے اور کون مخلص، سخت دشوار ہے۔ البتہ خلوت میں رونا یقینی اخلاص کی دلیل ہے اور یہاں ایسے ہی رونے کا اجر بیان ہوا ہے۔

چھٹا شخص وہ ہے جسے ایک اونچے خاندان کی حسین عورت برے ارادے سے بلائے اور وہ جواب میں یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں..... اگر زن بازاری کو ٹھے سے اشارے کرے اور اس وقت کوئی نہ جائے تو یہ بڑے کمال کی بات نہیں۔ یہاں ایک ذی عزّت خاندانی عورت کا ذکر ہے، وہ برسر عام نہیں بلائے گی، بلکہ اس طریقے سے بلائے گی کہ آنے والے کی رسوائی کا سامان نہ ہو، ایسے میں جو آدمی اس کی دعوت کو رد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن اس کے لیے سایہ مہیا کروں گا۔ اندازہ کیجیے ایک وہ شخص ہے جو خود پیچھے پڑ کر عورت کو اپنی طرف مائل کرتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس کے پیچھے خود عورت پڑتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

ساتواں شخص وہ ہے جو اتنے اخفا کے ساتھ صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایسا شخص جو انتہائی راز داری کے ساتھ خیرات کرتا ہے..... کھلم کھلا چندہ اور صدقہ دینے والے بالخصوص گورنروں اور حکمرانوں کی اپیل پر خرچ کرنے والے تو بہت مل جاتے ہیں، لیکن ایسی صورتوں میں ریا کا امکان بہت زیادہ ہے۔ رحمتِ خداوندی اس کے انتظار میں ہے جو خاموشی کے ساتھ دیتا ہے اور کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتا۔ دینے والے ایسے بھی گزرے ہیں کہ وہ ہمیشہ اندھیرے میں دیتے تاکہ لینے والے کو بھی پتا نہ چل سکے کہ کس نے دیا، بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو عمر بھر بعض بیواؤں کی مدد کرتے رہے، لیکن انھیں آخر وقت تک یہ پتا نہ چل سکا کہ ہماری امداد کرنے والا کون ہے؟

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِيْلَ وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو میوے کھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے باغ کیا

ہیں' فرمایا: مسجدیں' پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! اور میوہ کھانا کیا ہے؟ فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔(ترمذی)

یعنی مسجد میں آنا اور اللہ کا ذکر نہ کرنا' یوں ہی بیٹھے رہنا اس طرح ہے جیسے ایک شخص باغ میں گیا اور اس کے پھل کھائے بغیر واپس چلا آیا' فرمایا کہ جب مسجد میں بیٹھو تو خالی نہ بیٹھو' اللہ کا ذکر کرو اور وقت کا پورا پورا فائدہ اُٹھاؤ۔

اچھی جگہ

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اِنَّ حِبْرًا مِّنَ الْیَھُوْدِ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْبِقَاعِ خَیْرٌ فَسَکَتَ عَنْہُ وَقَالَ اَسْکُتُ حَتّٰی یَجِیْءَ جِبْرَئِیْلُ فَسَکَتَ وَجَآءَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَسَاَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَلٰکِنْ اَسْاَلُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰہِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْہُ قَطُّ قَالَ وَکَیْفَ کَانَ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُھَا وَخَیْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُھَا (رَوَاہُ ابْنُ حَبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کے ایک عالم نے حضور سے دریافت کیا کہ اچھی جگہ کون سی ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے اور فرمایا کہ میں اس وقت تک خاموش ہوں جب تک جبریل نہیں آجاتے' چنانچہ جبریل علیہ السلام آئے آپ ﷺ نے ان سے یہ سوال کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھے جانے والے سے زیادہ واقف نہیں' لیکن میں اپنے ربّ بزرگ و برتر سے دریافت کروں گا۔ پھر اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے کہا کہ محمد ﷺ! میں آج اللہ کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ اس سے پہلے اتنا قریب کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: جبریل علیہ السلام کس طرح اور کس قدر' جبریل علیہ السلام نے کہا: اس قدر قریب کہ میرے اور اللہ کے درمیان صرف ستر ہزار پردے نور کے باقی رہ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بدترین مقامات بازار ہیں اور بہترین مسجدیں۔ (ابن حبان)

اس روایت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ جس چیز کو نہیں جانتے تھے اس پر اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرمادیا کرتے تھے۔ اگر دین کے متعلق کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ ﷺ اپنی طرف سے نہیں' اللہ

کی ہدایت کے تحت اس کا جواب دیتے۔ حضور ﷺ اللہ کے نمائندے تھے اور لوگوں کو اعتماد تھا کہ دین نے جن معاملات کو اپنے دائرۂ عمل میں لیا ہے' ان میں آپ ﷺ جو کچھ بتائیں گے وہ من جانب اللہ ہوگا۔ اگر رسول اللہ ﷺ ان سوالات کا جواب اپنے دل سے بتاتے تو نعوذ باللہ یہ خیانت ہوتی' کیونکہ لوگ تو بہرحال یہی سمجھتے کہ آپ ﷺ اللہ کی ہدایت سے یہ بات بیان فرمارہے ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر وقت حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نگاہ رہتی تھی۔ یہ ایک معمولی سا سوال تھا' ایک آدمی سے پوچھا جائے تو وہ بھی اپنے قیاس سے اس کا کچھ نہ کچھ جواب دے دے گا' مگر حضور ﷺ نے سکوت اختیار کیا اور جبریل علیہ السلام فوراً آ گئے' مگر جواب اپنی طرف سے انھوں نے بھی نہیں بتایا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی خودمختار نہیں ہر معاملے میں وہ بھی اللہ سے ہدایت لیتے ہیں۔ پھر اس پر غور کیجیے کہ بات ہو رہی ہے اور یکا یک جبریل علیہ السلام کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ زمان ومکاں کے یہ تصورات وہاں نہیں چلتے' وہ یک لخت اللہ کے حضور پہنچ جاتے ہیں۔ اتنے قریب کہ خود کہتے ہیں میں اس سے پہلے اتنا قریب نہیں ہوا' مگر اس قربت کے باوجود ستر ہزار نور کے حجاب پھر بھی درمیان میں حائل ہیں۔ صورت یہ ہے کہ ستّر کے عدد عربی زبان میں کثرت کے اظہار کے لیے آتے ہیں۔ اس سے مراد ستّر کی تعداد نہیں ہوتی۔

یہ جو کہا کہ نور کے پردے حائل تھے تو اسے اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اللہ اور بندوں کے درمیان ظلمت کے پردے حائل نہیں۔ نور کے پردے حائل ہیں۔ روشنی اور تاریکی جب تک ملی جلی رہتی ہے ہماری آنکھ کام کرتی ہے' اگر کہیں ہمارے سامنے سراسر نور ہو تو ہمیں کچھ بھی نظر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نور ہی نور ہے۔ اس کے اور ہمارے درمیان شدّت انوار کے پردے ہیں' وہاں نہ آدمی کی بینائی کام دیتی ہے' نہ فرشتے کی۔

اس کے بعد روایت میں آخری چیز سوال کا جواب ہے' جواب دیتے ہوئے اس کی ضد بھی بتا دی تاکہ اس کی اہمیت خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ فرمایا کہ بدترین جگہ بازار ہے۔ یعنی یہ وہ مقام ہے جہاں جھوٹ' بے ایمانی کو خوب فروغ ملتا ہے اور جتنی برائیاں ہیں' ان کا بہت بڑا حصہ یہاں دیکھنے میں آتا ہے۔ گویا بازاروں کو زیادہ آباد کیا جائے تو برائیاں زیادہ پھیلیں گی اور مسجدوں کو آباد کیا جائے تو نیکیاں پھیلیں گی۔

آدابِ مسجد

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ (رَوَاهُ

التِّرْمِذِیُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) وَ فِیْ رِوَایَتِهِمَا قَالَتْ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكَذَا اِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدَلَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ لَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَیْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰی

حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما اپنی دادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو درود اور سلام بھیجتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر یہ دُعا کرتے۔ ربّ اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب یعنی اے میرے پروردگار! میری خطاؤں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جس وقت نکلتے تو درود وسلام بھیجتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر یہ دُعا کرتے: رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک یعنی اے میرے ربّ! میری خطاؤں کو بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے''۔ (ترمذی)

احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے یا مسجد سے باہر آتے تو یہ الفاظ کہتے بسم اللہ والسّلام علی رسول اللہ۔

یقیناً آپ جانتے ہوں گے کہ صلوٰۃ کے معنی دُعا کے ہیں۔ ''صل علی'' کے معنی ہیں۔ رحمت اور سلامتی نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ایک آدمی کا کسی دوسرے کے لیے دُعا کرنا یا خود اپنے لیے دُعائے رحمت کرنا یکساں حیثیت رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھی سکھاتے کہ ان کے لیے دُعائے رحمت کی جائے اور خود بھی آپ اپنے حق میں دُعا مانگتے رہتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ کو دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے اس روایت کی سند متصل نہیں۔ (یعنی درمیان کا راوی غائب ہے) لیکن ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنے ہی خاندان کی روایت بیان کی ہے۔ کم سے کم انھوں نے اپنی پھوپھیوں اور خالاؤں سے تو یہ روایت ضرور سنی ہوگی اس لیے یہ روایت متصل نہ ہونے کے باوجود قابلِ قبول ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ فَاِذَا قَالَ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطٰنُ حُفِظَ مِنِّیْ سَائِرَ الْيَوْمِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دُعا مانگتے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ''یعنی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ذریعے جو بڑا ہے اس کی بزرگ و برتر ذات کے واسطے اور اس کی قدیم سلطنت کے ذریعے شیطان الرجیم سے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان ان کلمات کو مسجد میں داخل ہوتے وقت کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص سارا دن میرے شر سے محفوظ رہا۔ (ابوداؤد)

یہ صرف الفاظ کا اثر نہیں' ان الفاظ میں جو معانی پوشیدہ ہیں اگر آدمی ان کا تصور کر کے اور شیطان جن جن راستوں سے حملہ آور ہوتا ہے انھیں نگاہ میں رکھ کر یہ دُعا مانگے تو وہ یقیناً شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر آپ باوضو ہو کر مسجد پہنچ گئے ہیں اور ابھی نماز میں دیر ہے تو فاضل وقت ضائع کرنے کے بجائے دو رکعت نفل ادا کیجیے (اسے تحیۃ المسجد بھی کہتے ہیں) نوافل سے فارغ ہونے کے بعد بھی وقت بچ جائے تو اللہ کا ذکر کیجیے۔ مسجد میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا' یا دنیا کے دوسرے منصوبے سوچنا ٹھیک نہیں۔ اگرچہ امور دنیا کے متعلق کوئی خیال آ جائے اور اس پر غور کر لیا جائے تو یہ بھی گناہ نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد میں گزارا جائے۔

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَہَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو دن چڑھے آتے۔ سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پھر مسجد ہی میں تھوڑی دیر بیٹھتے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک تو حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو صبح سویرے نہیں' بلکہ دن چڑھے تشریف لاتے۔ غرض اس سے یہ تھی کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو کہ لوگ صبح صبح آپ کے استقبال کے لیے دوڑیں' یا ان کو یہ افسوس رہے کہ ہم آپ کا استقبال نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی لوگوں کی آسائش کا خیال رکھتے تھے۔

پھر آپ ﷺ گھر جانے سے پہلے مسجد میں جاتے' کیونکہ لوگ مشتاق ہوتے تھے کہ آپ ﷺ سے سفر

کے حالات پوچھیں' اور آپ ﷺ کی بھی یہ خواہش ہوتی تھی کہ لوگوں کے حال احوال معلوم کریں' اسی مقصد کے پیشِ نظر' قبل اس کے کہ آپ ﷺ اپنے اہل وعیال کے پاس جائیں' یا ان کے حالات جانیں' آپ ﷺ مسجد جاتے دو رکعتیں ادا کرتے' کچھ دیر بیٹھ کر لوگوں سے بات چیت کرتے اور گھر تشریف لے جاتے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بطریق مرسل روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ دنیا کی باتیں مسجدوں کے اندر کریں گے۔ پس اس وقت تم ان لوگوں میں نہ بیٹھنا۔ اللہ کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ (بیہقی)

مرسل اس روایت کو کہتے ہیں کہ جس میں تابعی یہ کہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا' صحابی کا نام نہ لے کہ کس سے سنا۔ اگرچہ محدّثین مرسل حدیث کو کمزور سمجھتے ہیں لیکن ثقہ لوگوں کی مرسل روایت ان کے نزدیک قابلِ قبول ہوتی ہے۔ صحابی کا نام نہ لینے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ تابعین نے ایک حدیث بہت سے صحابہ سے سنی ہوتی تھی۔ وہ کسی ایک کا نام لیے بغیر اس لیے بیان کرتے تھے۔ بنو امیہ کے زمانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت کرنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا' اس لیے اگر کسی تابعی کو کوئی روایت ان کے ذریعے پہنچتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیے بغیر اسے بیان کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے گلے میں خود پھانسی کا پھندا ڈال لے۔

اس مرسل روایت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے اندر دنیا کی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے' دوسرے لفظوں میں مسجدوں کے اندر اللہ کا ذکر کرنا چاہیے' قرآن پڑھنا چاہیے یا دین کے مسائل پر بات چیت کرنی چاہیے۔ کاروبار اور لین دین کے جھگڑے اور دوسرے قصے وہاں بیان نہیں ہونے چاہییں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسا وقت آئے گا کہ جو کام لوگ اپنے بازاروں اور محلوں میں کرتے ہیں وہی مسجد میں بھی کرنے لگیں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو' اللہ کو ایسے لوگوں کی حاجت نہیں ہے کہ وہ مسجد میں آئیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں ڈھونڈ رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ یہ کہے: اللہ کرے تیری چیز نہ ملے۔ اس لیے کہ مسجدیں ان حرکتوں کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (مسلم)

میرے خیال میں اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہیں کہ ایک صاحب تشریف لائے جن کی کوئی چیز کھوئی گئی' اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں' شور مچا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کو متنبہ کرنا چاہیے کہ مسجدیں ایسے کاموں کے لیے نہیں بنائی گئیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ مَّنْ یَّبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَّنْ یَّنْشُدُ فِیْهِ ضَآلَّةً فَقُوْلُوْ الَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیْكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں کسی کو خرید و فروخت کرتا ہوا دیکھو تو اس سے یہ کہو کہ اللہ تیری تجارت میں تجھ کو نفع نہ دے۔ اور جب کبھی کسی کو کوئی گم شدہ چیز ڈھونڈتے دیکھو تو کہو کہ اللہ کرے تیری چیز نہ ملے۔ (ترمذی' دارمی)

مسجد میں کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا منع ہے۔ الّا یہ کہ مسجد ہی میں کوئی چیز گم ہو گئی ہو' اس صورت میں چاہیے کہ امام کے ذریعے اس کا اعلان کرایا جائے۔ یہ صورت ہرگز پسندیدہ نہیں کہ عین نماز کے وقت ایک آدمی شور مچا رہا ہے اور لوگوں کو پریشان کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص اس طرح کی حرکت کرے تو کہو کہ اللہ کرے تیری چیز نہ ملے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ڈانٹ دو کہ یہ حرکت سخت نازیبا ہے۔

وَعَنْ حَكِیْمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسْتَقَادَ فِی الْمَسْجِدِ وَ اَنْ یُّنْشَدَ فِیْهِ الْاَشْعَارُ وَ اَنْ تُقَامَ فِیْهِ الْحُدُوْدُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے' اشعار پڑھنے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جرائم کی سزا دینے کے لیے مسجد کو استعمال نہ کیا جائے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا مسجد میں نہ دیں' یا زانی کو کوڑے مسجد میں نہ لگائے جائیں' مسجد ان کاموں کے لیے نہیں ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِی الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَیْعِ وَالْاِشْتِرَآءِ فِیْهِ وَاَنْ یَّتَحَلَّقَ النَّاسُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِی الْمَسْجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے خرید وفروخت کرنے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (ابوداؤدی' ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جو اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے' تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی شخص خطبہ دے رہا ہے اور درمیان میں کوئی شعر آ جائے تو اسے پڑھنا بھی ناجائز ہے' یا اگر کوئی شخص مسجد میں اللہ کی حمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کوئی نظم پڑھ رہا ہے تو اسے بھی روک دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے یہاں روک رہے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں باقاعدہ شعروشاعری شروع کر دیں اور مسجدوں میں مشاعرے منعقد ہونے لگیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں میں خرید وفروخت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے' کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں کہ انھیں منڈی بنا دیا جائے' یا ان میں اپنے کاروبار کا اشتہار دیا جائے۔ اسی طرح آپ نے اس سے بھی روکا ہے کہ لوگ مسجدوں میں حلقے بنا کر بیٹھیں۔ تین تین چار چار آدمیوں کی ٹولیاں بنی ہوئی ہیں اور اطمینان سے گپ شپ جاری ہے۔ اس طرح کی باتوں سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار درخت میں سے کچھ کھائے (یعنی لہسن' پیاز' مولی وغیرہ سے) تو ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔ اس لیے کہ اس چیز سے فرشتے بھی ایذا پاتے ہیں' جس سے انسان اذیت پاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران کچھ بو محسوس کی' آدمی لہسن' پیاز' مولی یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز کھائے ہوئے ہو تو نمازی پریشان ہوتے ہیں' کیونکہ ان کی بو ناگوار ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کی چیز کھاتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ منہ خوب اچھی طرح صاف کرے تاکہ اس سے بو نہ آئے۔ دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ نماز کے وقت ایسی کوئی چیز استعمال ہی نہیں کرنی چاہیے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ خوب پیٹ بھر کر ایسی چیزیں کھائیں پئیں اور پھر مسجد میں یہ سمجھ کر نہ آئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں مسجد آنے سے منع فرمایا ہے۔

اس طرح کی احادیث بتاتی ہیں کہ ایک آدمی کے لیے عبادت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خلقِ خدا کے لیے زحمت اور باعثِ تکلیف نہ بنے۔ اگر واقعی وہ اللہ کی بندگی کر رہا ہے تو بندگانِ اللہ کو آرام پہنچائے گا یا کم سے کم تکلیف پہنچانے سے تو ضرور باز رہے گا۔

حضرت معاویہ ابن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان دو درختوں یعنی لہسن اور پیاز سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص ان کو کھائے وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے اور فرمایا کہ اگر ان کا کھانا ضروری ہوتو ان کو پکا کر رکھوا لیا کرو۔ (ابوداؤد)

آدمی کچی پیاز اور لہسن کھا کر مسجد آئے تو بو آتی ہے اور اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ انھیں کھانا ہی ہوتو پکا کر ان کی بو مار دو۔ یہاں یہ سمجھ لیجیے کہ یہ حکم ممانعت صرف لہسن اور پیاز کے ساتھ خاص نہیں ہر ایسی چیز جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے' اسی حکم میں داخل ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی سڑے ہوئے کپڑے پہن کر مسجد آتا ہے تو وہ بھی نمازیوں کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔ ہمارے ملک میں ایک زمانے میں افغانی حضرات ہینگ لے کر آتے اور تھیلا مسجد میں رکھ دیتے' جس سے ناگوار بو پھیلتی ہے۔ اس طرح کی تمام چیزیں ممنوع ہیں' ان سے احتراز کرنا چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَۃٌ وَّکَفَّارَتُھَا دَفْنُھَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

آپ دفن کا لفظ سن کر پریشان نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پختہ فرش نہیں تھے' کچی زمین تھی' اس پر ریت اور کنکریاں بچھی رہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوّل تو تھوکنا ہی برا ہے اور اگر ناگزیر طور پر تھوکنا پڑ گیا ہے تو ریت ہٹاؤ اور اسے ڈھانپ دو' یہ حکم آج کل کے لیے اس لیے نہیں کہ اب مسجدوں کے فرش پختہ ہیں' اس لیے اب مسجد میں تھوکنا سرے سے جائز ہی نہیں کیونکہ تھوک کو دفن کرنے کا امکان نہیں۔ یہاں یا تو تھوک اپنے کپڑے سے صاف کرنی ہوگی یا اسے دھونا پڑے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً فِی الْقِبْلَۃِ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْہِ حَتّٰی رُئِیَ فِیْ وَجْھِہٖ فَقَامَ فَحَکَّہٗ بِیَدِہٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ وَاِنَّ رَبَّہٗ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِہٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِہٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِہٖ فَبَصَقَ فِیْہِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ یَفْعَلُ ھٰکَذَا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسجد میں قبلہ کے رُخ تھوکا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے اس کے آثار نظر

آئے۔آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے رگڑ کر اسے صاف کیا اور پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے۔اور اس کا ربّ اس کے اور قبیلے کے درمیان ہوتا ہے' ایسی حالت میں کوئی قبلہ کی طرف نہ تھوکے بلکہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی چادر کا کونا لے کر اس میں تھوکا اور اس کو مل ڈالا اور فرمایا: اس طرح کرے۔ (بخاری)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک ان گھڑ قوم کی تربیت کے لیے کیا کیا طریقے اختیار نہیں فرمائے۔اب ہمارا گنوار سے گنوار آدمی بھی مسجد کے اندر نہیں تھوکتا۔اس وقت بدوی اور صحرائی لوگ اتنا بھی نہیں جانتے تھے۔آپ ﷺ نے تعلیم دے دے کر ان کو یہ باتیں سمجھائیں۔اس روایت میں دیکھ لیجیے' ایک شخص کو سمجھانے کے لیے آپ ﷺ خود اپنے دستِ مبارک سے تھوک صاف کر رہے ہیں۔اس آدمی کے جذبات اور تاثرات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے' جس کے سامنے اس کی تھوک حضور ﷺ خود صاف کر رہے ہوں اور یہ جو حضور ﷺ کے چادر کے ایک کونے پر تھوک کر سمجھانے کا ذکر ہے تو یہ ضروری نہیں کہ آپ نے واقعتاً تھوکا ہی ہو۔ممکن ہے تھوکا ہو' یہ بھی ممکن ہے کہ تھوکنے کا اشارہ کر کے بتا دیا ہو۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَّهُوَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت سائب ابن خلاد نے (جو ایک صحابی ہیں) روایت کی ہے کہ ایک شخص ایک قبیلہ کا امام ہوا اور اس نے نماز کی حالت میں قبلہ کی جانب تھوکا۔رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ لیا اور جب وہ نماز پڑھ چکا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا آئندہ یہ امام نہ ہو۔اس کے بعد اس شخص نے ان کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا' انھوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے آگاہ کیا۔وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' اور راوی کہتا ہے مجھے خیال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا (یعنی اسے یقین نہیں کہ یہی الفاظ تھے یا کچھ اور) کہ تو نے خدا اور اس کے رسول ﷺ

کواذیت پہنچائی۔(ابوداؤد)

یعنی عام آدمی یہ کام کرتا تب بھی برا ہوتا لیکن ایک پیشوا کا یہ حرکت کرنا تو اور بھی قابلِ افسوس ہے۔ایک عام آدمی سے جب یہ غلطی ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے تادیب کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے اس کی تھوک صاف کی، مگر امام کے لیے آپ ﷺ نے یہ حکم جاری فرمایا کہ یہ اس قابل نہیں کہ نماز پڑھائے۔ پھر اس کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس حرکت سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کو اذیّت پہنچائی، یعنی تمھاری اس حرکت سے اللہ بھی ناراض ہوا اور میں بھی۔

مسجد میں جانے کی فضیلت

وَعَنْ بَرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّآئِيْنَ فِى الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّآمِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّ اَنَسٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو خوش خبری پہنچاؤ جو اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے سبب سے ان کو کامل نور نصیب ہوگا۔(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

یہ ذہن میں رکھیے کہ عہدِ رسالت میں مدینہ کے اندر روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لالٹین تک نہ تھی، سڑکیں بھی ایسی نہ تھیں جیسی آج ہیں، اونچے نیچے راستے، گڑھے پڑے ہوئے جن پر صبح منہ اندھیرے اور عشا کے وقت چلتے ہوئے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو بشارت دے دو جو ٹھوکریں کھاتے ہوئے مسجد میں نماز ادا کرنے آتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریکی کا بدل ان کو قیامت میں پورے پورے نور کی شکل میں عطا فرمایا جائے گا۔ اب ان لوگوں کی بدقسمتی کہ جن کے ہاں سڑکیں بھی اچھی ہیں، روشنی بھی بجلی کی ہے پھر بھی وہ مسجدوں کی طرف نہیں آتے، آخر اس طرزِ عمل کے ساتھ پھر وہ کس نور کی اُمید رکھتے ہیں۔ اسلام کا اصول تو یہ ہے کہ یہاں تکلیف اُٹھاؤ وہاں راحت ملے گی اور اگر یہاں نفع اُٹھانے کے خواہش مند ہو تو وہاں کا نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَّرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهٗ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ ایک تو غازی جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے گھر سے نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے۔ اگر وہ شہید ہو جائے تو جنت میں اس کو داخل کیا جائے اور زندہ رہے تو ثواب اور مالِ غنیمت لے کر واپس آئے۔ دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف گیا' اس کی بھی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوا اس کی بھی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ (ابوداؤد)

ضمن کے معنی قریب قریب انگریزی زبان کے سکیورٹی ہولڈر کے ہیں' دوسرے لفظوں میں تین آدمیوں نے اللہ تعالیٰ سے نجات کا بانڈ لے لیا ہے۔ پہلا وہ شخص جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے گھر سے نکلا۔ اس کے لیے اللہ کا بانڈ ہے کہ وہ مارا گیا تو اس کے لیے جنت ہے اور زندہ واپس آیا تو اجر و غنیمت دونوں یا کم سے کم اجر تو ضرور اسے مل کر رہے گا۔ دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف گیا' مگر کس حال میں'' اللہ کی عبادت کی نیت سے پورے شعور کے ساتھ' یہ نہیں کہ نماز کے لیے جا رہا ہے اور غفلت میں بھی ڈوبا ہوا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو سلامتی کے ساتھ گھر میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کے دو معنی ہیں۔ جب گھر میں داخل ہونے کے الفاظ بولے جائیں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی گھر سے نکلا بھی ہوگا تو گھر سے نکلنے اور گھر واپس لوٹنے تک کے درمیانی وقفے میں جس شخص نے اپنے دین و اخلاق کو سلامت رکھا اور جب وہ گھر آیا تو گناہ سمیٹے ہوئے نہیں آیا' ہر طرح کی معصیت سے محفوظ رہا' وہ ہے ایسا شخص جس کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ دوسرا مطلب اس ٹکڑے کا یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو تو جو آدمی گھر آ کر بیٹھ رہے اور فتنہ میں شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے۔ محدّثینِ کرام نے اس ٹکڑے کے یہ دونوں مطلب بیان کیے ہیں اور لغت کے اعتبار سے یہ دونوں صحیح ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلَى صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيْحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلٰوةٍ لَّا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِيْ عِلِّيِّيْنَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پاک صاف یعنی باوضو ہو کر اپنے گھر سے نکلے اور فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف جائے اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ احرام باندھ کر حج کرنے والے کو ملتا ہے اور جو شخص چاشت کی نماز کے لیے گھر سے نکلا اور

خاص نماز چاشت کی نیت سے مسجد میں گیا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے برابر ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا اور اس درمیانی وقفے میں کوئی لغو اور بے ہودہ حرکت نہ کرنا ایسا عمل ہے جو ملاءِ اعلیٰ میں لکھا جاتا ہے۔ یعنی عبادت میں لکھا جاتا ہے۔'' (احمد' ابوداؤد)

پاک صاف باوضو ہو کر فرض نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد جانے والے کو احرام باندھ کر حج کرنے والا اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں کی حالت مشابہ ہے' فرق اتنا ہے کہ احرام والا دور جاتا ہے' یہ قریب' وہ احرام باندھ کر دو ہزار میل کا سفر کرتا ہے' یہ اللہ کی راہ میں ایک فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ۔ کام وہی ہے' اس لیے اجر کی نوعیت یکساں ہے خواہ درجوں میں فرق پایا جائے۔ اسی طرح نفل نماز کے لیے نکلنے والا عمرہ کرنے والے سے مشابہ ہے کیونکہ عمرہ بھی ایک نفل عبادت ہے..... چاشت کی نماز کے بارے میں ایک سوال البتہ پیدا ہوگا۔ بعض احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ نفل گھر میں پڑھنے چاہییں مگر یہاں مسجد میں جانے کا ذکر کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل کی ادائیگی سے روکا نہیں گیا' یہ نہیں فرمایا کہ مسجد میں نفل پڑھنا ناجائز ہے۔ بات جو کچھ فرمائی گئی ہے' وہ یہ ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ' عبادت کا کچھ نہ کچھ حصہ گھر میں بھی ادا کیا کرو۔

اس کے بعد فرمایا کہ نماز سے دوسری نماز تک کے وقفہ میں جو شخص کوئی لغو حرکت نہیں کرے گا' کسی کا حق نہیں مارے گا' جھوٹ نہیں بولے گا' برائیوں سے بچے گا تو اس کا یہ تمام وقت بھی خدا کی عبادت میں شمار ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْمَسْجِدَ لِشَیْءٍ فَهُوَ حَظُّهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں جس کام سے آئے گا وہی اس کا حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

یعنی اگر خدا کی خاطر اور اس کی عبادت کے لیے کوئی شخص مسجد میں آتا ہے تو اس کا یہ مقصد پورا ہوگا اور اگر کوئی ریاکاری کے لیے آتا ہے تو اس کی نام وری ہو جائے گی۔ لوگ کہیں گے فلاں شخص بڑا زاہد و عابد ہے' اور اگر کوئی خطابت کے جوہر دکھانے مسجد جاتا ہے تو لوگ واہ واہ کہیں گے' کاروبار بھی خوب چلے گا' غرض جس کی جو نیت ہے اسے وہی کچھ مل جائے گا۔

مسجد میں ٹھہرنا

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَآئِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ

قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَّ لِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهٗ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَّزَادَ فِيْهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ نَعَمْ فِي الْكَفَّارَاتِ وَالْكَفَّارَاتُ الْمَكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَ اِبْلَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكَارِهِ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَّمَاتَ بِخَيْرٍ وَّكَانَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ فَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ قَالَ وَالدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ (وَلَفْظُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَمَا فِي الْمَصَابِيْحِ لَمْ اَجِدْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَّا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار کو خواب کے اندر بہترین صورت میں دیکھا۔ میرے ربّ نے مجھ سے پوچھا: ملائکہ مقربین کس معاملے میں بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ! تو ہی خوب جانتا ہے (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھ پر تمام آسمان وزمین روشن ہوگئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ یعنی اس طرح دکھایا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تصرف آسمانوں اور زمین کا تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہوجائے۔

ایک روایت یہاں ختم ہوجاتی ہے۔ دوسری روایات میں یہ اضافہ ہے کہ..... ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو جانتا ہے۔ ملائکہ مقربین کس چیز میں بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی ہاں وہ کفارے پر گفتگو کرتے ہیں یعنی لوگوں سے گناہ سرزد ہو تو وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کے گناہ کا کفارہ بن سکتی ہیں اور وہ کفارے یہ ہیں: نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھ کر دوسرے وقت کی نمازوں کا انتظار کرنا اور جماعت کی طرف پیدل چلنا اور ناگواری کی حالت میں وضو کرنا جس نے ایسا کیا وہ بھلائی پر زندہ رہے گا اور بھلائی پر مرے گا اور گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے گا گویا اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب تو نماز سے فارغ ہوچکے تو یہ دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ فَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاَقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے نیک اعمال کرنے کی اور برے کاموں کے چھوڑنے کی اور مسکینوں کو دوست رکھنے کی توفیق چاہتا ہوں اور اے اللہ! جس وقت تو اپنے بندوں کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو میری روح کو فتنے میں ڈالنے سے پہلے ہی قبض کر لینا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ درجات کو بلند کرنے والی یہ چیزیں ہیں: اسلام کو پھیلانا' کھانا کھلانا اور جب لوگ سو رہے ہوں تو رات کو نماز پڑھنا۔

اس حدیث میں جس آیت کی تلاوت حضور نے کی اس سے حضور ﷺ یہ بتانا چاہتے تھے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نشاناتِ قدرت کا مشاہدہ کرایا' اسی طرح اس نے خواب میں مجھے سارا نظام دکھا دیا۔''

اس حدیث میں مسجدوں میں نماز کے بعد ٹھہرنے کو گناہوں کا کفارہ بتایا گیا ہے۔ ایک شکل یہ ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں' مگر دل میں ہے کہ امام نماز پڑھا چکے تو یہاں سے بھاگوں' اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ آپ کی اصل دل چسپی نماز سے نہیں کاروبار سے ہے۔ آپ زبردستی اپنے آپ کو کھینچ کھانچ کر مسجد لائے ہیں۔ وگرنہ دل آپ کا یہاں نہیں باہر ہے۔ ایک دوسرا آدمی وہ ہے جسے اصل دل چسپی نماز سے ہے' وہ کاروبار دنیا سے ضرورتاً دل چسپی رکھتا ہے جب فرصت ملتی ہے آنے والی نماز کے انتظار میں مسجد آ بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ اس طرح کے ایک شخص کا مسجد میں نماز کا انتظار کرنا اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

دوسرا کفارہ: پیدل چل کر جماعت میں شریک ہونے کے لیے آنا ہے۔ یعنی دور دور سے چل کر نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے مسجد میں آنا۔ کفارے کا تیسرا عمل پانچوں وقت ناگوار حالت میں وضو کرنا ہے۔ مثلاً جاڑے کا زمانہ ہے۔ سخت سردی پڑ رہی ہے مگر آپ اس کی پروا نہ کریں اور پورا وضو کریں۔ اچھی طرح پانی بہا کر ایک ایک عضو کو خوب اچھی طرح دھوئیں یا مثلاً سخت گرمی ہے' وضو کی جگہ دھوپ ہے لیکن آپ دھوپ کی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے وہاں جا کر وضو کریں۔

یہ جو فرمایا کہ اس کی دنیا بھی درست ہوگی اور وہ آخرت میں اس طرح پہنچے گا گویا اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہے تو یہاں دنیا درست ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی کوٹھی بن جائے گی اور وہ کروڑ پتی ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھلا آدمی بن کر رہے گا اور اس کی بھلائی کا اعتراف دوسرے لوگ بھی کریں گے۔ گناہ اس سے بشری کمزوری کے باعث سرزد ہوں گے تو ساتھ ساتھ یہ نیک افعال اس کا کفارہ بنتے رہیں گے اور آخرت میں وہ اس حالت میں اپنے ربّ کے حضور حاضر ہوگا کہ اس کا نامۂ اعمال گناہوں سے پاک

صاف ہوگا۔

نماز باجماعت کی فضیلت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِیْ دُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیْهِ مَا لَمْ یُؤْذِ فِیْهِ مَا لَمْ یُحْدِثْ فِیْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز' جماعت کے ساتھ پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے' بمقابلہ اس نماز کے جو گھر یا بازار میں پڑھے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب وضو کیا اچھی طرح وضو کیا' پھر مسجد کی طرف چلا خالص نماز کی نیت سے تو ہر قدم جو وہ مسجد کی طرف اُٹھاتا ہے' اس قدم کی بدولت ثواب کے ذریعے اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے' پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ نماز میں مشغول رہتا ہے' فرشتے اس کے لیے دُعائے رحمت ومغفرت کرتے ہیں اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس کا وہ وقت نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک وہ کسی کو مسجد میں ایذا نہ دے اور جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا حساب لگا کر بتا دیا ہے کہ باجماعت نماز کا اجر انفرادی نماز سے پچیس گُنا کیوں ہوتا ہے' سب سے پہلے نمازی نے وضو کیا پھر مسجد کی طرف روانہ ہوا تو چونکہ یہ سارا اہتمام اس نے نماز کی خاطر کیا اس لیے گویا اس کا حساب کھل گیا۔ اب اس کے ہر قدم پر جو نیکی کی جانب اُٹھ رہا ہے' اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ اس کا بلند کر دیا جاتا ہے۔ مسجد میں آیا' ابھی جماعت میں دیر ہے تو جتنی دیر وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے گا' اس کا یہ سارا وقت بھی خدا کے حساب میں لکھا جائے گا۔ پھر جب نماز پڑھے تو فرشتے اس پر رحمت بھیجیں گے۔ اس طرح یہ ساری چیزیں مل کر نماز باجماعت کے اجر کو بڑھا دیتی ہیں' بہ نسبت اس نماز کے جو گھر میں ادا کی جائے۔

اس روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ ''جب تک وہ کسی کو مسجد میں ایذا نہ دے اور جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے''، یعنی اگر مسجد میں جاتا ہے اور وہاں جھگڑتا ہے' دوسرے نمازیوں کو اذیّت پہنچاتا ہے' دھکے مار کر اور دوسروں پر سے پھلانگ کر اپنا رستہ بناتا ہے تو وہ اپنے اجر کو ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک آدمی نے وضو توڑ دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں نہیں۔ وضو کے ساتھ ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ نماز کے لیے تیار ہے۔

وہ مساجد' جہاں نماز کا ثواب ہزاروں گنا ہے

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِىْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِىْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ صَلٰوةً وَ صَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِىْ مَسْجِدِىْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمَائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر اور قبیلے یا محلے کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر اور اس مسجد میں جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ پانچ سو نمازوں کے برابر اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور میری اس مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔''

اس پر غور کیجیے کہ مختلف مساجد میں نمازوں کے مدارج بڑھنے کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے دو بنیادی اسباب ہیں: پہلا یہ کہ جب آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو جماعت کی ''زیادتی'' کے ساتھ ساتھ نماز کے فوائد بھی بڑھ جاتے ہیں۔ نماز کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس طرح خدا پرستی کی بنیادوں پر صالحین کی ایک جماعت منظّم ہو' جماعت جتنی بڑی ہوگی' اس کا فائدہ بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔ محلّے میں جماعت نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے یہاں یہ فائدے پچیس گنا بڑھ گئے۔ جامع مسجد میں پانچ سو گنا' اس طرح مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار گنا اور مسجدِ حرام میں جہاں سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے جہاں بیک وقت بعض مواقع پر آٹھ آٹھ دس دس لاکھ آدمی نماز پڑھتے ہیں ایک لاکھ گنا۔

(سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حج پر نمازیوں کی تعداد اتنی ہوگی مگر اب تو یہ تعداد پچیس لاکھ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے)

مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں نماز کے اجر بڑھ جانے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس جگہ اسلامی تاریخ کے وہ آثار موجود ہیں جو انسانیت کے بلند ترین نمونوں کی یاد تازہ کرتے ہیں جن سے اسلامی جذبات میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے، آدمی سوچتا ہے کہ وہ شخصیتیں اتنی مثالی تھیں، جنھوں نے یہ نمونے پیش کیے اس طرح یہاں آ کر عبادت اور جماعت کے فوائد کے ساتھ ساتھ آثار کا فائدہ زائد ملتا ہے۔

جن مقامات پر نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابن یسار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ لوگ اس کو پوجنے لگیں پھر فرمایا: اس قوم پر خدا کا غصہ نازل ہوا جس نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ (مالک مرسلاً)

اس طرح کی احادیث حضور ﷺ کے آخر وقت کی ہیں۔ اس زمانے میں جو چیزیں آپ ﷺ کو خاص طور پر پریشان کرتی تھیں اور جن کی فکر آپ ﷺ کے دامن گیر رہتی تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میں نے تیس سال توحید کی دعوت میں لگا دیے دنیا کے بتوں کو تڑوا دیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ماننے والے میرے بعد میری ہی قبر کو پوجنا شروع کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک آدمی اپنے مقصد میں خالص و مخلص نہ ہو، اس وقت تک اسے یہ فکر لاحق نہیں ہو سکتی۔ یہ فکر اس کو ستا سکتی ہے جو خالصتاً اللہ کے لیے مخلوق کی اصلاح کرنا چاہتا ہو۔ دوسرے آدمی تو یہی کوشش کرتے ہیں کہ کسی عزیز کو اپنا جانشین بنا جائیں اور وہ مزے سے نذریں وصول کرتا رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃِ وَالْحَمَّامِ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مقبرہ اور حمام کو چھوڑ کر ساری زمین مسجد ہے۔ (ترمذی، دارمی)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلّٰی فِیْ سَبْعَۃِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَۃِ وَالْمَجْزَرَۃِ وَالْمَقْبَرَۃِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَ فِی الْحِمَامِ وَ فِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَھْرِ بَیْتِ اللّٰہِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑا کرکٹ، جانور ذبح کرنے کی جگہ، قبرستان میں، راستے کے درمیان، حمام میں، اونٹوں کے بندھنے کی جگہ اور خانہ کعبہ کی چھت پر۔

یہ ساتوں مقامات ایسے ہیں جہاں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔کوڑا کرکٹ اور جانور ذبح کرنے کی جگہ پاک صاف نہیں ہوتی۔قبرستان میں ایک قبر سامنے ہے'ایک قبر پیچھے'حمام کی جگہ ناصاف ہوتی ہے اور اس قابل نہیں ہوتی کہ وہاں نماز پڑھی جائے۔رستے کے درمیان نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ آمدورفت سے عبادت میں خلل پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔رستے میں نماز پڑھنی بھی پڑ جائے تو کنارے پر پڑھی جائے۔بیت اللہ کی چھت پر نماز اس لیے نہیں ہوتی کہ نماز قبلہ کی طرف رُخ کر کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے'اور جو شخص بیت اللہ کی چھت پر پہنچ جائے اس کا کوئی قبلہ نہیں رہتا۔اونٹوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھنے میں جو قباحت ہے۔اس سلسلے میں آگے ایک روایت آ رہی ہے۔

یہ بات کہ پوری زمین مسجد ہے'اس کی اہمیت ہم لوگ محسوس نہیں کر سکتے۔مسلمان صدیوں سے سفر میں جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جاتا ہے'نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن دنیا کی قوموں میں سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم ایسی نہیں جس کو عبادت کی یہ سہولت حاصل ہو'عیسائی گرجا کے بغیر عبادت نہیں کر سکتے اور یہودی اور ہندو صومعہ ومندر کے بغیر عبادت نہیں کرتے۔یہودیوں کے ہاں تو یہ پابندی اتنی زیادہ ہے کہ وہ مذہبی قربانی تک صرف بیت المقدس میں ادا کرتے ہیں'جس وقت یہودی فلسطین سے نکال دیے گئے اور وہ تتر بتر ہو گئے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اب عبادت کہاں کی جائے۔اگر یہودیوں کے نزدیک بھی ساری دنیا مسجد ہوتی تو ان کے ہاں یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔پھر ان مذاہب میں عبادت کے لیے ایک نہ ایک مذہبی پیشوا کی موجودگی بھی ضروری ہے۔پادری اور پروہت نہ ہو تو ان کی عبادت نہیں ہوتی۔حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ مومن کے لیے ساری دنیا مسجد ہے اور وہ ہر جگہ ہر امام کے پیچھے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو سکتا ہے۔دو آدمی بھی ہوں تو ان میں سے ایک کو امام بنا لینا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا فِی مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِی اَعْطَانِ الْاِبِلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھو اور اونٹوں کے بندھنے کی جگہ نہ پڑھو۔(ترمذی)

بکری کا قد چھوٹا ہوتا ہے۔وہ پیشاب کرے تو اس کی چھینٹیں دور دور تک نہیں جائیں گی لیکن اگر کہیں اونٹ نے پیشاب کرنا شروع کیا تو کپڑوں کی خیر نہیں۔یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے'مگر اونٹوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

مساجد کی تزئین ناپسندیدہ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسجدوں کو بلند وبالا بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا' تم مساجد کو مزیّن بناؤ گے جس طرح یہود ونصاریٰ اپنے معبدوں کو مزیّن بناتے ہیں۔ (ابوداؤد)

روایت میں ''تشہید'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں مضبوط اور بلند وبالا بنانا۔ مراد یہ ہے کہ مجھے سیدھی سادی مسجدیں بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ عالی شان محلاّت کی مانند مسجدوں کا نہیں۔ یہ بھی کسی کام کی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر کوئی کام حرام ہے تو اس سے روک دیا جائے گا' اگر وہ کام ناجائز اور حرام نہیں تو کہا جائے گا کہ یہ پسندیدہ کام نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بس اب آپ مسجدیں اس طرز کی بنانی شروع کر دیں کہ ان پر چھپر بھی نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ انھیں سیدھا سادا بنائیے۔ ان کو عالی شان محلاّت کی شکل دے دینا صحیح نہیں۔

روایت کے آخری حصے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے الفاظ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہودی ونصاریٰ اپنی عبادت گاہوں کو خوب مزیّن کرنے' پچی کاری کرنے' نقش ونگار اور بیل بوٹے بناتے اور ان میں بھاری فانوس لٹکاتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم بھی اپنی مسجدوں کو اس طرح مزیّن نہ بنانے لگو۔

مسجد' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی بنائی گئی تھی' مگر اس کا انداز یہ تھا کہ اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ چھت بوریوں کی' جن پر مٹی لگا دی گئی تھی اور نیچے کچا فرش تھا' جس پر کنکریاں بچھا دی گئی تھیں۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسے پختہ بنایا گیا' مگر مزیّن پھر بھی نہیں کیا گیا۔ مسجدوں کو مزیّن کرنے کا سلسلہ بنوامیہ کے عہد میں شروع ہوا۔ اس عہد میں دل اجڑتے گئے اور مسجدیں مزیّن ہوتی گئیں۔ دل ایمان سے خالی ہوں یا ان میں نورِ ایمان برائے نام ہو اور مسجدیں عالی شان تو یہ کوئی اچھی حالت نہیں۔ اس کے برعکس اگر مسجدیں سیدھی سادی ہوں اور دل ایمان سے مزیّن ومنور ہوں تو یہ زیادہ پسندیدہ بات ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَى النَّاسُ فِى الْمَسَاجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک

علامت یہ بھی ہے کہ مسجدیں بنانے میں لوگ فخر کیا کریں گے۔ (ابوداؤد، دارمی، نسائی، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ ہر گروہ یہ چاہے گا کہ میری مسجد زیادہ شان دار اور زیادہ اونچی ہو اور اس سلسلے میں لوگوں کے درمیان باہم مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی قُربِ قیامت کی ایک علامت ہے، جب ایسا ہو تو دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خیر کم ہو رہی ہے اور مسجدوں کو بھی لوگوں نے ایک دوسرے پر تکبر کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ تکبر کا اظہار محلاّت بنانے میں ہو تو یہ بھی گناہ ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ لوگ مسجدوں کے ذریعے اپنے تکبر کا اظہار کریں۔

مساجد کی دیکھ بھال

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمُ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے میری اُمت کے اجر پیش کیے گئے (یعنی وہ کام جن پر میری اُمت کو اجر ملے گا) یہاں تک کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اُٹھانے اور صفائی کرنے کا اجر بھی پیش کیا گیا اور میرے سامنے میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے تو مجھ کو اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو اور پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضور ﷺ جب اس طرح کی باتیں فرماتے تھے تو ان کا کوئی خاص محل اور موقع ہوتا تھا مثلاً آپ ﷺ مسجد میں آئے اور کوڑا کرکٹ دیکھا تو خطبے میں ارشاد فرمایا کہ جن کاموں پر میری اُمت کو اجر ملیں گے، وہ بے شمار ہیں۔ ان کی فہرست میرے سامنے پیش کی گئی۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی دکھائی گئی کہ کوئی شخص کوڑا کرکٹ اُٹھا کر پھینک دے یا مسجد کو صاف کر دے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ اسے ثواب عطا فرمائے گا۔ اصل میں اجتماعی معاملات میں لوگ عام طور پر بے پروائی برتتے ہیں۔ ہر ایک یہی سوچتا ہے کہ کیا اس کام کے لیے صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔ عام لاپروائی کی کیفیت جب طاری ہو جائے تو کسی کو فکر نہیں ہوتی کہ اگر مسجد میں کوڑا کرکٹ پڑا ہے تو اسے اُٹھا لے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ ایمان کو اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے گناہوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میرے سامنے گناہوں کی جو فہرست پیش کی گئی مجھے اس میں سے اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی کو قرآن کی کوئی آیت یا سورت یاد ہو اور وہ اسے

بھلا دیں۔ مختلف مواقع پر مختلف چیزوں کو بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ یہی قرآن کا انداز ہے کہ وہ جس برائی کی مذمت کرتا ہے پورے زور سے کرتا ہے۔ ان ارشادات میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ ایک حکیمانہ اندازِ بیان ہے جو قرآن وحدیث دونوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

کسی آیت یا سورہ کا بھولنا بہت بڑا گناہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قدرتی طور پر اگر کوئی بھول جائے تب بھی گناہ ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ جب آدمی غفلت سے بھلانا شروع کر دے۔ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ لہر آئی قرآن یاد کر لیا' یا بچپن میں اماں باوا نے یاد کرا دیا' بڑے ہوئے اس نعمت کی قدر نہ جانی' بھلا دیا۔ جیسے ایک حافظ سی ایس پی صاحب ہیں جو کہتے ہیں: ''میرے ماں باپ نے ظلم کیا کہ بچپن میں مجھے قرآن یاد کرایا۔'' حدیث یہ بتا رہی ہے کہ کتابِ الٰہی سے غفلت برتنا ''ام الذنوب'' ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے ایک مرتبہ یاد ہی نہ کرو' اسے یاد رکھنے کی بھی کوشش کرو' تا کہ قرآن کی تعلیمات تمھارے ذہن پر ثبت ہو جائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی مسجد کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

گویا مسجد کی خبر گیری کرنا اس امر کی علامت ہے کہ اس شخص کا اللہ کے دین سے تعلق ہے اور جس کا تعلق اللہ کے دین سے نہیں ہوتا' اسے مسجد سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔

متفرقات

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ الصَّلٰوۃَ فِیْ حَیْطَانٍ قَالَ بَعْضُ رُوَاتِہٖ یَعْنِی اُبَسَاتِیْنِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ الْحَسَنِ ابْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَہٗ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَغَیْرُہٗ

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باغوں کے اندر نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ (ترمذی)

یعنی اگر کبھی آپ ﷺ مسجد نبوی سے باہر تشریف لے جاتے تو کھلے میدان کی بہ نسبت ایسے باغ میں

نماز پڑھنا زیادہ پسند فرماتے تھے جس کا احاطہ ہو۔ میدان میں نماز پڑھتے ہوئے آگے سے کسی آدمی یا جانور کے گزرنے کا خطرہ رہتا ہے۔ آپ ﷺ ایسی جگہ پسند فرماتے جہاں کسی کے آگے سے گزرنے کا خطرہ نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مَسْجِدِیْ هٰذَا لَمْ یَاْتِ اِلَّا لِخَیْرٍ یَتَعَلَّمُهٗ اَوْ یُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَآءَ لِغَیْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی مَتَاعِ غَیْرِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں اس غرض سے آئے کہ نیکی کرے گا' نیکی کو سیکھے گا' یا سکھائے گا تو اس کا مرتبہ اتنا ہوگا جتنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کا ہوتا ہے اور جو اس غرض سے نہ آئے تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو دوسرے کے مال کو تکتا ہے۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی)

پس منظر کو سمجھ لیجیے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کی مسجد ہی آپ کی بیٹھک بھی تھی اور درس گاہ بھی۔ لوگ جب آپ ﷺ کی ملاقات کو آتے تو یہیں آتے۔ جس کسی کو کوئی بات پوچھنی ہوتی وہ یہیں آتا تھی۔ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو تعلیم یہیں دیتے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس مسجد میں آنا ہو تو بھلائی حاصل کرنے کی نیت سے آؤ۔ اگر کسی اور غرض سے آؤ گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرے فائدہ اُٹھائیں گے اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے اور مثال تمھاری اس شخص کی سی ہوگی جو دوسرے کو کماتا ہوا دیکھ رہا ہے مگر خود خالی ہاتھ ہے۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں' انھیں سجدہ گاہ بنا لینے والوں اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

عورتوں کو قبروں کی زیارت سے روکنے کے کئی اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ عورتیں جب کسی قریبی رشتہ دار یا باپ بیٹے کی قبروں پر جاتی ہیں تو واویلا کرتی اور روتی پیٹتی ہیں اور ایسا کرنا شریعت میں منع ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قبرستان بالعموم سنسان ہوتے ہیں' ان میں آبادی نہیں ہوتی' ایسی ویران جگہوں پر عورتوں کا جانا فتنے کا باعث ہوتا ہے۔ آج بھی دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عام طور پر قبرستان جرائم پیشہ لوگوں کی پناہ گاہ بنے ہوئے ہیں۔

''زیارت القبور'' کے بعد آپ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینے والوں پر لعنت فرمائی ہے' قبریں سجدہ گاہ وہاں بنتی ہیں جہاں مردے کے متعلق یہ تصور ہو کہ یہ بہت بڑے بزرگ تھے' اور انسان جس کے متعلق بزرگ ہونے کا تصور کر لے' اس سے فیض حاصل کرنے کا سوال آپ سے آپ پیدا ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کی قبر کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اہم مقام ہے اور یہاں کی عبادت دوسری جگہوں کی بہ نسبت زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ یہ تصورات نہ ہوں تو قبروں پر مسجدیں کبھی نہ بنیں' نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ اگر خالص شرک نہ ہو تو اس کی سرحد پر انسان کو ضرور لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ جہاں ذرا سی ٹھوکر کھانے پر وہ شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ ہمارے بعض علما نے آج کل یہ روش بنا رکھی ہے کہ وہ خود تو اپنی ماہرانہ ''ٹیکنیکل'' باتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں لیکن لوگوں کو شرک کی سرحد پر لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو خطرے کے مقام ہی سے دور رکھا جائے' اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے سے منع فرمایا۔

پھر آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ قبروں پر چراغ کیوں جلاتے ہیں۔ کیا صاحب قبر کو مطالعہ کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت پڑتی ہے؟ ان کے لیے تو کوئی اور ہی روشنی درکار ہے اور وہ روشنی خدا دے تو مل سکتی ہے' ہم آپ نہیں دے سکتے' اصل میں یہ چراغ مردوں کی ضرورت کے لیے نہیں جلائے جاتے' اپنی ضرورت کے لیے جلائے جاتے ہیں۔ چراغ جلانے والا اس طرح صاحبِ قبر سے سفارش کرانا چاہتا ہے کہ اسے نوکری ملے' بیٹا عطا ہو' یہ محض چراغ جلانا نہیں' بلکہ اس کی علامت ہے کہ ایسا کرنے والا شرک میں مبتلا ہو چکا ہے یا مبتلا ہونے والا ہے' مشرک نہیں ہو چکا تو مشرک ہونے کے قریب ضرور پہنچ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔

وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ نَآئِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھے ایک کنکری ماری۔ میں نے دیکھا کہ وہ عمر بن الخطاب تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ ان دونوں آدمیوں کو بلا لاؤ جو (مسجد میں) بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کو بلا لایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم

کون ہو؟ یا کہاں کے رہنے والے ہو انھوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں زور زور سے باتیں کرتے ہو۔'' (بخاری)

''اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطلب یہ ہے کہ تم تربیت یافتہ نہیں ہو' مسائل نہیں جانتے ورنہ مسجد اور پھر وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد' اس میں تم شور نہ مچاتے۔

وَعَنْ مَّالِكٍ قَالَ بَنٰى عُمَرُ رَحْبَةً فِىْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمّٰى الْبُطَيْحَآ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّلْغَطَ اَوْيُنْشِدَ شِعْرًا اَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهٗ فَلْيَخْرُجْ اِلٰى هٰذِهِ الرَّحْبَةِ (رَوَاهُ فِى الْمُوَطَّا)

حضرت مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی سے متصل ایک میدان سا بنوا دیا تھا جس کا نام بطیحا تھا اور لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ جو شخص گپ لڑانا یا شعر پڑھنا یا بلند آواز سے باتیں کرنا چاہتا ہو تو وہ مسجد سے باہر نکل کر اس میدان میں آ جائے۔'' (موطا امام مالک)

اوپر جو حدیث گزری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرتے سنا' تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی اس طرح کے واقعات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے گزرے ہوں گے' جب آپ نے دیکھا کہ لوگ باز نہیں آتے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی سے متصل ایک پارک بنوا دیا' تا کہ لوگ یہ ضروریات وہاں پوری کریں اور مسجد جو تعلیمِ دین اور ذکر اللہ کے لیے بنی ہے' اسے ان کاموں سے ملوث نہ کریں۔

نماز

نماز عملی اطاعت کی اوّلین اور دائمی علامت ہے۔ ایمان لانے پر چند گھنٹے بھی نہیں گزرتے کہ مؤذن نماز کے لیے پکارتا ہے اور اس وقت فیصلہ ہو جاتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والا اطاعت کے لیے بھی تیار ہے کہ نہیں۔ پھر یہ مؤذن روز پانچ وقت پکارتا رہتا ہے اور جب بھی انسان اس کی پکار پر لبیک نہ کہے اسی وقت ظاہر ہو جاتا ہے کہ مدعی ایمان اطاعت سے خارج ہو گیا ہے۔ پس ترکِ نماز دراصل ترک اطاعت ہے۔

یہ بھی جان لیجیے کہ اقامتِ صلوٰۃ ایک جامع اصطلاح ہے' اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی طور پر نماز کا نظام باقاعدہ قائم کیا جائے۔ اگر کسی بستی میں ایک ایک شخص انفرادی طور پر نماز کا پابند ہو' لیکن جماعت کے ساتھ اس فرض کے ادا کرنے کا نظم نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں نماز قائم کی جا رہی ہے۔

دوسری فصل

نماز کا مقام اور اہمیت

نماز گناہوں کا کفارہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر گزرتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے۔ کیا اس کے میل باقی رہ جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی کہ اس سے تو میل باقی نہیں رہے گا۔ فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ گناہوں کو مٹا دیا ہے۔ (متفق علیہ)

یعنی جس طرح غسل کرنے سے بدن سے میل ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح نمازوں کی پابندی سے دل اور روح کی کثافت جاتی رہتی ہے اور انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَلَمْ یَسْئَلْهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰهِ قَالَ اَلَیْسَ قَدْ صَلَّیْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَکَ ذَنْبَکَ اَوْ حَدَّکَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حد تک پہنچ چکا ہوں' مجھ پر حد قائم کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہ پوچھا اور نماز کا وقت ہو گیا۔ اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حد کو پہنچ گیا ہوں' مجھ پر اللہ کا حکم قائم کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔ یا فرمایا تیری حد کو۔ (متفق علیہ)

دیکھیے کہ اتنا بڑا گناہ جس کی سزا خود قرآن میں بیان فرما دی گئی ہے۔ حضور کے ساتھ نماز پڑھنے سے

معاف کر دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔

وقت پر نماز پڑھنا اللہ کو محبوب ہے

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِھِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ باتیں بتائیں۔ اگر زیادہ پوچھتا' تو زیادہ بتا دیتے۔ (متفق علیہ)

غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کام اس کے بندے کا وقت پر نماز پڑھنا ہے۔

بندے اور کفر کے درمیان فرق

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ بَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں ایک بندے یعنی ایک مسلمان اور ایک کافر کے درمیان جو فرق بتایا گیا ہے وہ نماز کا ترک کرتا ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ فرمائیے۔ نماز دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عبودیت کا اقرار اور اس سے مانگنا ہے۔ جو شخص نماز جان بوجھ کر ترک کر دیتا ہے' اس میں بندہ ہونے کا احساس ہی نہیں لہٰذا تارکِ نماز اور کافر میں کوئی فرق نہ رہا۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں بھی یہی مضمون ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''نماز قائم کرو اور کافروں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

نمازیں پانچ ہیں

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ

اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْشَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوٰى مَالِكٌ وَّالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ پس جس شخص نے ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کیا' ان کے وقت پر انھیں پڑھا اور رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور حضورِ قلب سے نماز پڑھی۔ اس کے لیے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جو ایسا نہ کرے اس کے لیے خدا کا کوئی وعدہ نہیں۔ وہ چاہے اسے بخشے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔'' (مالک' نسائی)

''اچھی طرح وضو کا کیا مطلب یہ ہے کہ جس نے اچھی طرح اعضا دھوئے اور وضو کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف راجع رہا' یا اس کا ذکر اس کی زبان پر رہا۔

''نماز کے وقت پر نماز ادا کی'' سے مراد یہ ہے کہ ٹھیک وقت پر نماز پڑھی۔ یہ نہیں کہ جب وقت ختم ہونے لگا تو مارا مار نماز کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کی۔

واتم رکوعھن : رکوع کا مطلب ہے جھکنا۔ یہاں صرف وہی رکوع مراد نہیں جو نماز کا رکن ہے' بلکہ حدیث کے اس ٹکڑے کا مفہوم یہ ہے کہ جس کا دل اور جسم دونوں اپنے ربّ کے حضور جھک گئے۔ کامل خشوع وخضوع اور عاجزی وانکسار کے ساتھ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت کا پروانہ صرف وہ نماز ہے جو ٹھیک طور پر ادا کی جائے۔ اور جس میں مندرجہ بالا تمام خوبیاں پائی جائیں۔ جو نماز غفلت کے ساتھ ادا ہو اس کا معاملہ دوسرا ہے۔ اس کے ساتھ تو گناہ بھی جمع ہو سکتے ہیں لیکن آپ غور کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جو نماز ٹھیک طرح ادا ہو' وہ گناہوں کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص یہ شرائط بھی پوری کرے اور پھر حرام بھی کھائے۔ اس نماز میں حضورِ قلب بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ چوری اور زنا بھی کرے۔ صرف یہی بات کہ اس کی نماز میں خشوع وخضوع پایا جاتا ہے۔ اس امر کی گارنٹی ہے کہ اس کی زندگی پاک ہے اور ظاہر ہے کہ جسے پاک زندگی جیسی نعمت حاصل ہو' وہ مغفرت کا مستحق کیوں نہیں ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابی امامہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو اور ادا کرو اپنے مال کی زکوٰۃ اور اطاعت کرو اپنے حاکم کی۔ داخل ہو جاؤ تم اپنے ربّ کی جنت میں۔ (احمد۔ترمذی)

حضور نبی کریم ﷺ کے تعلیم دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ ہمیشہ مخاطب کی عقل وفہم اور اس کے مرتبہ ومقام کو سامنے رکھ کر اپنی بات ارشاد فرماتے' جو طبائعِ دین کی گہرائیوں کی متحمل ہوتیں' آپ انھیں دین کی گہرائیوں سے بہرہ ور فرماتے اور جن لوگوں کو موٹی موٹی باتیں کفایت کرتیں' آپ ﷺ ان کے سامنے صاف سیدھی باتیں ارشاد فرماتے۔ اس حدیث کو دیکھ لیجیے۔ عام باشندوں کو سیدھا سادا راستہ بتایا جا رہا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضور ﷺ نے اوپر جو باتیں بیان فرمائیں۔ ان کے ساتھ ساتھ بے ایمانی جمع کر لی جائے تب بھی جنت مل جائے گی۔ ایسی احادیث کو سن کر اس طرح کی باتیں ہمیں آج تو سوجھ سکتی ہیں' لیکن عہدِ رسالت ﷺ کے مسلمان ان خطوط پر نہیں سوچ سکتے تھے۔ حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اطاعت کرو اس لیے حکومت اسلامی کی طرف سے جس کو بھی مامور کیا جائے خواہ وہ قاضی اور امیر لشکر ہو یا کوئی گورنر اس کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلامی اخلاقیات وفرائض کی پابندی کرنے کا حکم دے۔ انھیں وہی طرزِ زندگی سکھائے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔

اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دینا

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ اَضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذَا رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَ فِى الْمَصَابِيْحِ عَنْ سَبُرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ)

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمھارے بچے سات سال کے ہو جائیں گے تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہوں (اور نماز نہ پڑھیں) تو ان کو مار مار کر نماز پڑھاؤ اور علیحدہ کر دو ان کی سونے کی جگہ (یعنی ان کو تنہا سلاؤ)۔ (ابوداؤد)

عام طور پر لوگ اس حدیث کا جو مطلب لیتے ہیں وہ اس حکمت مطلوب کے خلاف ہے جسے اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کون سا حکم کس موقع پر عمل میں آنا چاہیے اگر آدمی اس کو نہ سمجھے تو عموماً غلطی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی مسئلہ کو لے لیجیے جب یہ حکم دیا جا رہا تھا تو عہدِ رسالت ﷺ میں

لوگوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ کوئی شخص نماز پڑھے بغیر مسلمانوں میں سے نہیں ہوسکتا۔ ترکِ صلوٰۃ کا عمل اسلامی نظامِ جماعت سے علیحدہ ہوجانے کی علامت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین تک کو حضور ﷺ کے زمانے میں نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ یہ بات کسی مسلمان کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی تھی کہ نماز کے بغیر بھی آدمی کا ایمان و اسلام سلامت رہتا ہے۔ ایک مسلمان بچہ اس معاشرے میں اپنے گھر والوں اور اہلِ محلّہ کو نماز پڑھتے دیکھ کر سات سال کی عمر سے پہلے ہی نمازی ہو چکا ہوتا تھا۔ نماز نہ پڑھنے پر اگر دس سال کی عمر میں اسے سزا دی جاتی تو وہ اسے ایک امر معقول تصور کرتا تھا' وہ جانتا تھا کہ نماز نہ پڑھنا ایک جرم ہے۔ جس طرح چوری کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے اسی طرح جو شخص نماز نہ پڑھتا' اسے بھی سزا ملنی چاہیے..... مگر آج صورت حال بالکل مختلف ہے۔ آج ایک مسلمان بچہ آنکھ کھولتا ہے تو مسلمانوں میں سے بمشکل پانچ فی صد افراد کو نمازی پاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک شخص نماز پڑھے بغیر بڑی سے بڑی اعلیٰ پوزیشن بھی حاصل کرسکتا ہے۔ وہ صرف مسلمان ہی نہیں کہلاتا بلکہ مسلمانوں کا رہنما اور حکمران بھی بن سکتا ہے۔ اس کے گھر کے حالات یہ ہوتے ہیں کہ اگر اس کی ماں نماز پڑھتی ہے تو باپ نہیں پڑھتا۔ اور اگر باپ پڑھتا ہے تو بڑا بھائی نہیں پڑھتا۔ یہ منظر دیکھ دیکھ کر اس کی ذہنیت ہی کچھ اور ہو جاتی ہے۔ دس برس کی عمر تک پہنچتا ہے تو تین چار جماعتیں بھی پڑھ چکا ہوتا ہے۔ سکول میں وہ دیکھتا ہے کہ اس کے استاد نماز نہیں پڑھتے۔ اس سلسلۂ واقعات میں سے گزرنے کے بعد اگر آپ اسے نماز نہ پڑھنے پر سزا دینی شروع کر دیں تو وہ اسے زیادتی تصور کرے گا اور اس کے ذہن میں بغاوت پیدا ہو جائے گی۔ مار کے ڈر سے اس کا جسم نماز پڑھ بھی لے مگر دل نمازی نہیں بنے گا۔ اور بڑا ہو جانے پر اسے جب بھی باپ سے جدا ہونے کا موقع ملے گا وہ پہلا کام یہی کرے گا کہ نماز چھوڑ دے گا۔

آپ کا فرض یہ ہے کہ بچے کے دل میں نماز اُتارنے کی کوشش کریں۔ مارنے سے پہلے اسے دل سے نمازی بنائیں اور اس کا سینہ نورِ ایمان سے منور کریں۔ احساسِ فرض پیدا کرنے کے بعد آپ اسے جو نماز پڑھائیں گے وہ اسے عمر بھر جاری رکھے گا اور اگر آپ چاہیں کہ یہ سب کچھ کیے بغیر انھی بگڑے ہوئے حالات میں اسے نماز نہ پڑھنے پر سزا دیں تو یہ نسخے کا غلط استعمال ہوگا۔ یہ کام اناڑی کیا کرتے ہیں کہ نسخہ پڑھ لیا اور اس کے بعد نہ موسم کو دیکھا' نہ مریض کے خصوصی حالات کو' بلا سوچے سمجھے اس کا استعمال شروع کر دیا۔

نماز چھوڑنا کفر ہے

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور لوگوں کے درمیان جو

عہد ہے وہ نماز ہے پس جس نے نماز کو چھوڑ دیا وہ کافر ہے۔ (احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

اس حدیث میں عہد سے مراد ہے تعلق اور اخوت کا عہد' ایک برادری اور ایک جماعت میں شامل ہونے کا عہد۔ وہ بے لکھا عہد جو ایک کمیونٹی کے لوگوں میں ہوتا ہے جس کے ذریعے سے ایک دوسرے سے رشتہ تعاون اور بھائی چارے کا عہد کرتے ہیں۔

یہ جو فرمایا کہ جس نے نماز کو چھوڑا' اس نے کفر کیا۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کا جو معاشرہ قائم کیا اور جو برادری اور قوم بنائی اس کی ماہیت کو سمجھا جائے۔ وہ برادری رنگ و نسل اور زبان و وطن میں سے کسی بھی چیز کی بنیاد پر نہیں بنائی تھی بلکہ اس کی بنیاد اللہ' رسول' آخرت اور قرآن پر ایمان لانا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو مسلمان کا بھائی بناتی ہے۔ اگر مسلمان باپ کے دو بیٹے ہوں اور ان میں سے ایک کافر ہو جائے تو وہ باپ کی وراثت پانے کا حق دار نہیں ہو سکتا۔ مسلمان بھائی کی بیٹی ایک غیر اور اجنبی مسلمان سے تو بیاہی جا سکتی ہے لیکن سگے بھائی کے کافر بیٹے سے نہیں بیاہی جا سکتی۔ یہ وہ بنیاد ہے کہ اس پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے قریب ترین رشتے بھی کٹ جاتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد آپ اس پر غور فرمائیے کہ ایک عقیدے کو جاننے کا اصل ذریعہ کون سا ہے؟ صرف زبان سے کسی بات کا دعویٰ کر لینے پر کوئی شخص لائق اعتماد نہیں ہو جاتا جب تک وہ اپنے عمل سے اس کا ثبوت مہیا نہ کرے۔ ایک آدمی موحد ہونے کا دعوے دار ہو مگر بت خانے میں سجدہ کر رہا ہو تو آپ اسے موحد نہیں مانیں گے کیونکہ اس کا عمل اس کے قول کو جھٹلا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کے کہنے کے ساتھ ساتھ عملاً کسی عقیدہ کا ثبوت دینا بھی بہت ضروری ہے۔ نماز وہ چیز ہے جو فوراً اسلامی عقیدے کی خبر دیتی ہے۔ اس عقیدے کو ماننے والا اذان کی آواز سن کر فوراً نماز کے لیے جائے گا۔ دوسرے اعمال کا وقت کبھی کبھی آتا ہے مگر عقیدے کی اس آزمائش سے آدمی کو دن میں پانچ بار واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص پہلی آزمائش ہی میں ناکام ہو جائے تو اس کی پوزیشن مشتبہ و مشکوک ہو جائے گی۔ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ تارک الصلوٰۃ خارج از ملّت ہو گیا کیونکہ جب تک وہ کسی کفرِ اعتقادی میں مبتلا نہیں ہو جاتا' اسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ کفرِ عملی میں مبتلا ہے۔ ترکِ نماز کا فعل وہ فعل ہے جو اس کے عمل کو کافر بنا دیتا ہے۔

نماز سے گناہ باقی نہیں رہتے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ غَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا فَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ

وَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَّقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَاَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَآفَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے شہر کے باہر ایک عورت سے اختلاط کیا۔ ہاں مجامعت نہیں کی۔ پس جو حد آپ مجھ پر جاری کرنا چاہیں جاری کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا نے تیری پردہ پوشی کی تھی (بہتر ہوتا کہ) تو بھی اپنے عیب کو چھپاتا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پس وہ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا' وہ اس کو بلا لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ہود:۱۱۴)

''یعنی قائم رکھ تو نماز کو صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ یہ نصیحت ہے نصیحت جاننے والوں کے لیے۔''

اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم خاص اس شخص کے لیے ہے یا سب کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں کے لیے۔ (مسلم)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اس بھروسے پر غلط حرکات کرتا رہے کہ معافی مل جائے گی' بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کمزور ہے' وہ اپنے نفس پر ہر وقت قابو نہیں رکھ سکتا' جہالت' غفلت اور نادانی سے اس سے ایسے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں جو مواخذے کا موجب ہیں۔ ایسے گناہوں کی بخشش کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کی جائے مگر توبہ زبان ہی سے نہیں عمل سے بھی ہونی چاہیے۔ ایسی توبہ جو صرف زبان سے ہو' عمل سے نہ ہو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص آپ پر زیادتی کرنے کے بعد معافی کا طالب ہو اور معافی مانگنے کے بعد پھر آپ کو گالی دینے لگے۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ یہ معافی مانگ رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ معافی مانگنے کے بعد ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جس سے شرمندگی ظاہر ہوتی ہو اور یہ معلوم ہو کہ وہ آپ کی دل جوئی کر رہا ہے۔ اس کے بغیر معافی کے کوئی معانی نہیں۔ اس طرح وہ شخص جو اپنے ربّ کو ربّ سمجھتے ہوئے کوئی گناہ کر بیٹھا ہے تو اس کے بعد اس کے عمل سے شرمندگی کا ثبوت ملنا چاہیے اسے توبہ

کے ساتھ ساتھ عبادت بجالانی چاہیے۔ یہ نماز اور عبادت اس امر کا ثبوت ہوگی کہ بندہ پھر اپنے مالک کے حضور واپس آ گیا۔ اس لیے فرمایا! ''نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں'' مطلب یہ کہ جب بندہ اپنے ربّ کی عبادت بجا لاتا ہے تو اس سے گندگی اور آلائش دور ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والا شخص زنا کا مرتکب ہوا تھا۔ جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہ کہ اس نے ایک عورت سے اختلاط کیا۔ یہ فعل زیادہ سے زیادہ تعزیر کا موجب تھا' مگر چونکہ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر پیش ہو گیا اس لیے یہ بات گویا طے شدہ تھی کہ اس کے نفس میں کوئی مستقل خرابی نہیں پائی جاتی۔ محض احیاناً اس سے یہ غلطی ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے سزا دینے کے بجائے اس کے نفس کی اصلاح کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر قاضی عدالت کی کرسی پر ہو اور اس کے سامنے کوئی ایسا مقدمہ پیش ہو جس میں حد شرعی کا مسئلہ نہ ہو' صرف جرم لائق تعزیر ہو تو اس صورت میں اگر قاضی' اپنے قصور کا ندامت سے اعتراف کر لینے والے ملزم کو چھوڑ دے اور اسے اصلاح کا موقع دے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ ہاں بار بار اگر وہ اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا معاملہ دوسرا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوةَ یُرِیْدُبِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاڑوں کے موسم میں جب درختوں کے پتے گر رہے تھے' آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے درختوں کی دو ٹہنیاں پکڑیں اور ان شاخوں سے پتے گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: جب ایک بندہ مسلم خالص اللہ کی رضامندی کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح کہ پتے درخت سے گرتے ہیں۔ (احمد)

اس حدیث میں خالص اللہ کے لیے نماز پڑھنے سے مراد وہ نماز ہے جس میں آدمی کا دل بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جھک جائے اور جس کی ادائیگی سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔ اگر ایک شخص ریاکاری سے پڑھتا ہے' یا غفلت سے پڑھتا ہے کہ اس نماز میں رجوع الی اللہ نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں وہ نتائج پیدا نہیں ہوں گے جن کا بیان حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی یہ نہ سمجھے کہ گناہ جھڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ادھر آدمی گناہ کرتا چلا جائے اور ادھر جھڑتے چلے جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ نماز سے قصوروں کی تلافی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ انسان کی

فطری کمزوری اور غفلت کی بنا پر ہوں' بر بنائے تکبر و سرکشی نہ ہوں۔ ایک اور مفہوم اس میں یہ بھی شامل ہے کہ نماز کی پابندی کے بعد نفس انسانی کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اس سے قصور سرزد ہونے کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں۔ وہ جذبات جو نیکیوں کو نشو و نما دیتے ہیں' بڑھ جاتے ہیں اور خواہشات جو بدی کو جنم دیتی ہیں آہستہ آہستہ گھٹتی چلی جاتی ہیں۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ لَا يَسْهُوْ فِيْهِمَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت زید ابن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو رکعت نماز ادا کی اور اس میں اس سے سہو نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دے گا۔ (احمد)

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سہو سے مراد سجدہ وغیرہ میں بھولنا نہیں' بلکہ مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا۔ ایک نماز تو وہ ہے جسے پڑھنے والا پڑھ رہا ہے مگر اس کا دل کہیں اور مشغول ہے' شعور نہیں کہ کیا کر رہا ہوں' نماز ادا کر رہا ہے اور اس کے اندر دنیا کے معاملات بھی سوچ رہا ہے۔ یہ نماز' غفلت کی نماز ہے۔ دوسری نماز وہ ہے جس میں وہ شعور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے برحق معبود ہونے کا۔ اسے خبر ہے کہ میں اپنے ربّ کے دربار میں ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس سے کیا عرض کر رہا ہوں' یہ وہ نماز ہے جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

نماز قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے تو نماز اس کے لیے نور کا سبب ہوگی اور برہان اور قیامت کے دن نجات کا سبب ہوگی' اور جو نماز کی محافظت نہ کرے تو اس کے لیے نہ یہ نور ہوگی نہ برہان اور نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد۔ دارمی۔ بیہقی)

نماز کی محافظت سے مراد یہ ہے کہ دائماً اوقات کی پابندی اور اس کی جملہ شرائط کے ساتھ اس کی ادائیگی' نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ وقت آیا اور جانے کو ہے مگر آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز

پڑھ رہے ہیں تو وضو بے وضو ہی ٹرخا دی۔ محافظت صلوٰۃ کی یہ ہے کپڑوں کا پاک صاف ہونا' کامل احتیاط کے ساتھ وضو کرنا اور نماز کے وقت پر اسے ادا کرنا' یہ ساری باتیں اس میں شامل ہیں۔ حضور ﷺ فرمایہ رہے ہیں کہ جو شخص نماز کو اوقات وشرائط کے ساتھ ادا کرے گا تو یہ نماز اس کے لیے نور بن جائے گی۔ دنیا میں اسے روشنی نظر آئے گی اور وہ صاف دیکھ لے گا کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور غلط کون سا۔ اس دنیا کی روشنی پر قیامت کے دن کی روشنی کا انحصار ہے۔ وہاں نماز ادا کرنے والے خلقِ خدا میں الگ چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ نور اس کا پتا دے گا کہ نیک کون ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز برہان یعنی دلیل ہوگی اس بات کی کہ نماز ادا کرنے والا نجات کا مستحق ہے۔ نماز کی پابندی اس کے لیے معافی کے مستحق ہونے کی دلیل ہوگی اور اس کے نتیجے میں وہ قیامت کے دن نجات سے ہم کنار ہوگا اور جو لوگ نماز کی محافظت نہیں کریں گے تو آخر کار ان کا انجام ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کا ذکر حدیث میں فرمایا گیا ہے جس طرح یہ لوگ غافل ہو کر زندگی گزارتے رہے اور انجام کار اللہ کے عذاب سے دوچار ہوئے۔ اس طرح وہ شخص جو غفلت سے زندگی گزارے گا اس کی عاقبت بھی بالآخر انھی جیسی ہوگی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ ابن شفیق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اعمال میں سے کسی عمل کو ترک کرنے کو کفر خیال نہیں کرتے تھے مگر نماز کو۔ (ترمذی)

قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں منافقین تک نماز پڑھنے پر مجبور تھے۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ منافقین نماز نہیں پڑھتے کہتا یہ ہے کہ شوق ورغبت سے نہیں پڑھتے۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى

وہ مجبوراً نماز اس لیے ادا کرتے تھے کہ ان کو مسلمان سمجھا جاتا رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ نماز کا ترک' کفر ہے۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا' یا تو اس کا تعلق نماز سے ٹوٹ گیا' یا ٹوٹنے کے قریب ہے۔ دنیا میں یہ بھی دیکھ لیجیے ایسی جماعتیں موجود ہیں جو کہتی ہیں کہ اگر ان کا کوئی رکن چار اجلاسوں میں شریک نہ ہو تو اسے رکنیت سے خارج کر دیا جائے گا۔ یہ اخراج کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے کہ غیر حاضر رکن نے مسلسل غیر حاضر ہو کر جماعت سے اپنی عدم دل چسپی کا ثبوت فراہم کر دیا۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز مقرر کی ہے تا کہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ دین سے آپ کا سرگرم تعلق ہے' یا نہیں۔ اگر آپ نماز ادا نہیں کرتے تو یہ گویا اس کا ثبوت ہے کہ یا تو دین کے ساتھ آپ کا تعلق ٹوٹ گیا' یا پھر ٹوٹنے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

تیسری فصل

نماز کے فضائل

خشوع

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ.

اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔(المومنون:۲۳:۲)

خشوع کے اصل معنی ہیں کسی کے آگے جھک جانا' دب جانا' اظہار عجز وانکسار کرنا۔اس کیفیت کا تعلق دل سے بھی ہے اور جسم کی ظاہری حالت سے بھی۔دل کا خشوع یہ ہے کہ آدمی کسی کی ہیبت اور عظمت وجلال سے مرعوب ہو اور جسم کا خشوع یہ ہے کہ جب وہ اس کے سامنے جائے تو سر جھک جائے' اعضا ڈھیلے پڑ جائیں' نگاہ پست ہو جائے' آواز دب جائے اور ہیبت زدگی کے وہ سارے آثار اس پر طاری ہو جائیں جو اس حالت میں فطرتاً طاری ہو جایا کرتے ہیں جبکہ آدمی کسی زبردست باجبروت ہستی کے حضور پیش ہو۔نماز میں خشوع سے مراد دل اور جسم کی یہی کیفیت ہے اور یہی نماز کی اصل روح ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ داڑھی کے بالوں سے کھیلتا جاتا ہے' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔

نماز کے فضائل

فجر اور عصر پڑھنے والا آگ میں داخل نہیں ہوگا

عَنْ عَمَّارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِى الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمارہ ابن روبیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص آگ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جو آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھے یعنی فجر کی نماز اور عصر کی نماز۔ (مسلم)

اس حدیث میں فجر اور عصر کی نمازوں کی فضیلت بیان فرمائی' آگے آپ دیکھیں گے کہ ایک ایک وقت کی فضیلت بتائی جائے گی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک ایک وقت کی اہمیت معلوم ہو اور انھیں اندازہ ہو سکے کہ ایک وقت کو ضائع کر دینا کتنی قیمتی چیز کھو دینے کے مترادف ہے۔

فجر اور عصر کی نمازوں پر اس بشارت کا اطلاق اس نماز پر نہیں ہوتا جو سورج غروب ہوتے وقت پڑھی جائے اور نہ اس کا اطلاق اس نماز پر ہوتا ہے جو سورج ابھرتے وقت ادا ہو' بلکہ اس سے مراد وہ نمازیں ہیں جو پوری پابندی کے ساتھ عین وقت پر ادا کی جائیں۔ ان دو نمازوں کی خاص اہمیت اس لیے ہے کہ ان دونوں اوقات میں بطور خاص راحت و مصروفیت کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ فجر کے وقت نیند ستا رہی ہوتی ہے اور عصر تفریح و کاروبار اور دوسری مصروفیات کا وقت ہوتا ہے۔ بعض آدمی اس سے یہ غلط نتیجہ بھی نکال لیتے ہیں کہ ان دونوں نمازوں کے بعد دوسرے احکامات کی تعمیل ضروری نہیں' صرف یہی کافی ہے یعنی ان دونوں نمازوں کی پابندی کے بعد آدمی کو کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرتا پھرے' جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا۔ یہ نتیجہ نکالتے وقت لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کو فراموش کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہیں تھے جو گناہ کرنے کے لیے بہانہ ڈھونڈ رہے ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے جو بدی سے بچتے اور نیکی کے کام کے لیے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ انھیں بھلائی کے کام کے لیے مزید اکسانا پیشِ نظر تھا۔ یہ ارشاد اس امر کی گارنٹی دینے کے لیے نہیں تھا کہ اس کے بعد جو چاہے کرو۔ اس میں گارنٹی اس امر کی تھی کہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے اگر ان دو نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرو گے تو تم پر ناز جہنم حرام کر دی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ

دَخَلَ الْجَنَّةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ٹھنڈے وقت کی دونوں نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

ٹھنڈے وقت کی دونمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ دن کے اوقات میں عصر کا وقت ٹھنڈا ہوتا ہے اور رات کے وقت میں فجر کا۔ پہلی روایت میں فرمایا تھا کہ جو آدمی ان دونوں نمازوں کی پابندی کرے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ یہاں فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نہ نکالیے کہ ان دونوں نمازوں کے علاوہ انسان باقی سب نمازوں کو چھوڑ دے تب بھی وہ جنت میں ہی جائے گا۔ اس بات کو مدنظر رکھیے کہ حضور ﷺ محض ہوا اور فضا میں نہیں بولا کرتے تھے' ان کی مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔ یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے تھے۔ ان کو صرف یہ بتایا جارہا تھا کہ وہ کون سے اعمال ہیں جنھیں تم خاص طور پر اہمیت دیا کرو۔

فجر اور عصر کے نمازیوں کی گواہی فرشتے دیتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے تمھارے درمیان رات اور دن کو باری باری آتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جنھوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے اور اوپر چڑھتے ہیں تو ان سے ان کا ربّ پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا' حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز میں مصروف تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے اس وقت بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔ (متفق علیہ)

غور کیجیے کہ اللہ کریم خود ہر چیز جاننے کے باوجود فرشتوں سے اپنے بندوں کا حال دریافت فرماتے ہیں اور فرشتے اللہ کے دربار میں نمازی بندوں کی شہادت دے رہے ہیں۔

منافقوں پر بھاری نمازیں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى

الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں پر صبح اور عشا سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر وہ جان لیں کہ ان میں کتنا ثواب ہے تو وہ ضرور آئیں خواہ انھیں سر کے بل آنا پڑے۔" (متفق علیہ)

صلوٰۃ وسطیٰ

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَا الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَّالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُمَا تَعْلِيْقاً

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے۔ (اسے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زید رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی نے دونوں سے تعلیقاً روایت کیا)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ يُّصَلِّيْ صَلٰوةً اَشَدَّ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقَالَ اِنَّ قَبْلَهَا صَلٰوتَيْنِ وَبَعْدَهَا صَلٰوتَيْنِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سویرے سے پڑھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ظہر کی نماز سے زیادہ سخت کوئی نماز نہ تھی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى" یعنی محافظت کرو نماز کی خصوصاً درمیانی نماز کی' زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو نمازیں نماز ظہر سے پہلے ہیں اور دو نمازیں بعد میں۔ (احمد' ابوداؤد)

اہلِ مغرب کے ہاں تاریخ بارہ بجے رات سے بدلتی ہے' لیکن مسلمانوں کے ہاں تاریخ مغرب کے وقت بدلتی ہے' اس لیے رمضان کا چاند ہوتے ہی اگلی تاریخ کی تراویح لازم ہو جاتی ہیں' یہاں اس حدیث میں نماز ظہر کو درمیانی نماز کہا' کیوں کہ اس کے ایک طرف عصر اور مغرب ہیں اور دوسری طرف اسی تاریخ میں عشا اور فجر' اس حساب سے ہی ظہر درمیانی نماز ہوتی ہے۔

وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَقُوْلَانِ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الصُّبْحِ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّاءِ)

حضرت مالک کہتے ہیں کہ ان سے حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے۔ (مؤطا)

بعض لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ملی کہ وہ عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھتے تھے اور بعض کو یہ ملی کہ ان کے نزدیک فجر کی نماز صلوٰۃ وسطیٰ تھی کہ یہ رات اور دن کے درمیان ہے۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واضح نہیں۔ ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نماز کی صفت بیان کر رہے ہیں' یا نماز کا وقت' اسی لیے علماء میں اختلاف پیدا ہوا۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اگر کوئی یہ مفہوم لیتا ہے کہ اس سے مراد ایسی نماز ہے جو تمام خوبیوں کی جامع ہو تو اسے تمام نمازوں کی محافظت کرنی چاہیے اور اگر کسی کے نزدیک اس سے مراد اوقات میں سے کوئی مراد ہے تو پھر بھی اسے ہر وقت کی نماز کی محافظت کرنی چاہیے' کیونکہ کسی کے نزدیک یہ عصر ہے تو کسی کے نزدیک فجر یا ظہر یا مغرب۔ صلوٰۃ وسطیٰ کا معاملہ بھی کچھ لیلۃ القدر سے ملتا جلتا ہے کہ وہاں بھی فضیلت بیان کر دی گئی مگر اس کا تعیّن نہیں کیا تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ عبادت کریں اور یہاں بھی اسے اخفا میں رکھا تا کہ ہر نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھ کر کامل محافظت کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الْعَصْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ وسطیٰ' عصر کی نماز ہے۔ (ترمذی)

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَاَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَاراً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا کہ کافروں نے ہمیں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' صلوٰۃ عصر سے باز رکھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں میں آگ بھر دے۔ (بخاری ومسلم)

قرآن حکیم میں آتا ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (نمازوں کی حفاظت کرو اور بالخصوص صلوٰۃ وسطیٰ کی) اس سے یہ سوال پیدا ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلے میں جو روایات جمع کی گئیں' انھی میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان روایات میں کہیں نماز مغرب کے بارے میں صلوٰۃ وسطیٰ کے الفاظ آئے ہیں اور کہیں ظہر' عصر اور فجر کے بارے میں عصر کے متعلق روایات زیادہ ہیں۔ اس لیے علماء کے ایک گروہ نے اسے ہی صلوٰۃ وسطیٰ قرار دیا۔ ان کے نزدیک یہ وسط کی نماز اس لیے بھی ہے کہ اس سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور بعد میں بھی دو' محدّثین کا ایک دوسرا گروہ ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد اعلیٰ واشرف نماز لیتا ہے' وہ

نماز جو تعدیل ارکان کے ساتھ کامل خشوع وخصوع سے ادا ہو اور جو تمام مطلوبہ خوبیوں کی جامع ہو' محدّثین کی اس جماعت کے نزدیک یہاں صلوٰۃ عصر کے بارے میں صلوٰۃ وسطیٰ کے الفاظ اس لیے استعمال ہوئے ہیں کیونکہ حضور کو جنگ خندق کے دن نماز عصر پڑھنے میں دیر ہوگئی تھی۔ اور آپ ﷺ پورے اطمینان سے اسے ادا نہیں کر سکے تھے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں ان کافروں نے صلوٰۃ وسطیٰ سے باز رکھا۔ یعنی ہم تمام خوبیوں کی حامل نماز ادا نہیں کر سکے۔

عشا اور فجر کا باجماعت ادا کرنا

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْعِشَآءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّیْلِ وَمَنْ صَلَّی الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا صَلَّی اللَّیْلَ کُلَّہٗ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے عشا کی نماز با جماعت پڑھی۔ اس نے گویا آدھی رات عبادت کی' جس نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی اس نے گویا ساری رات عبادت کی۔ (یعنی آدھی رات عشا اور آدھی رات صبح) (مسلم)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ قیام لیل کا ثواب ایسی دو نمازوں کی باجماعت ادائیگی سے مل جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ ان نمازوں کے ساتھ ساتھ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ادائیگی شکر میں شب بیداری بھی کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مزید فضل ہے۔ اس حدیث پر غور کرتے ہوئے حقیقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عذاب تو اتنا ہی ملتا ہے جتنا کسی نے گناہ کیا ہو لیکن ثواب وہ کام سے کہیں زیادہ بلکہ بے حد وحساب دیتا ہے' جس طرح مزدور کو اصل مزدوری سے زیادہ دیں تو کوئی آپ کو الزام نہیں دے سکتا' لیکن اگر اس کا حق مار لیں تو لوگ آپ کو مطعون کریں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انھیں دو نمازوں پر اتنا اجر عطا فرما دیتا ہے کہ جو اصل مزدوری سے کہیں زائد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم ہے۔

نمازوں کے نام دور رسالت میں رکھے گئے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اِسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَتَقُوْلُ الْاَعْرَابُ ھِیَ الْعِشَآءُ وَقَالَ لَا یَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلَی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْعِشَآءِ فَاِنَّھَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ الْعِشَاءُ فَاِنَّھَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدو لوگ کہیں تمھاری نماز

مغرب کے نام پر غلبہ حاصل نہ کرلیں' راوی کا بیان ہے بدولوگ مغرب کی نماز کوعشا کہتے تھے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدو کہیں تمھاری نماز عشا کے نام پر غلبہ حاصل نہ کرلیں۔ اس نماز کا نام خدا کی کتاب میں عشا ہے' پس تحقیق کہ وہ اونٹوں کا دودھ دوہنے کے سبب اس میں تاخیر کرتے تھے۔(مسلم)

عشا کا لفظ عربی زبان میں شام کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ''رات گزرے'' وقت کے لیے بھی۔لغت کے لحاظ سے یہ غلط نہیں تھا' لیکن چونکہ رات گئے وقت کی نماز کا نام عشا ہے۔اس لیے نماز مغرب کا الگ نام رکھنے کا حکم دیا۔بعض محدّثین نے تشریح کی ہے کہ بدو عشا کی نماز کو عتمہ اس لیے کہتے تھے کہ وہ کافی رات گزر جانے کے بعد اُٹھتے اور اُٹھ کر اونٹنی کا دودھ دوہتے۔ان کا مقصد یہ ہوتا کہ رات اندھیری ہوجائے تا کہ کوئی ہمیں دودھ دوہتا دیکھ کر دودھ مانگنے نہ آجائے۔اس لفظ کے ساتھ چونکہ اس طرح کی روایات بھی وابستہ تھیں' اس لیے آپ ﷺ نے اسے رائج کرنے سے منع فرمادیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے نام بھی بعد کے دور کے نہیں' بلکہ اسی زمانے کے ہیں' یہ اصطلاحات اسی دور میں مقرر ہوئی تھیں اور آج بھی مسلمانوں میں وہی رائج ہیں۔

چوتھی فصل

نماز اور لباس

نمازوں کی محافظت

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ

اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ (المومنون:۲۳:۹)

نمازوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ اوقاتِ نماز' آدابِ نماز' ارکان واجزائے نماز' غرض نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری نگہداشت کی جائے۔ جسم اور کپڑے پاک ہوں' وضو ٹھیک طریقے سے کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کبھی نماز بے وضو نہ پڑھی جائے۔ نماز صحیح وقت پر اور سکون واطمینان سے ادا کی جائے تمام ارکانِ نماز کامل طمانیت سے ادا کیے جائیں اور نماز میں جو کچھ پڑھا جائے' وہ اس طرح پڑھا جائے جیسے بندہ اپنے ربّ سے کچھ عرض کر رہا ہے۔

لباس اور نماز

ایک کپڑے میں نماز

عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّشْتَمِلًا بِہٖ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ وَاضِعًا طَرْفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے کو اس طرح جسم سے لپیٹے ہوئے تھے کہ اس کے دونوں کنارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں پر تھے۔ (بخاری و مسلم)

فقہ میں یہ ایک مسئلہ ہے کہ آدمی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟ یہ حدیث اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر صرف ایک ہی کپڑا ہو تو اسے اس صورت میں استعمال کرنا چاہیے کہ اس کا ایک حصہ تہبند کی حیثیت میں ہو اور اس کے دونوں کنارے شانوں پر پڑے ہوں۔ گویا جہاں تک نماز کی ادائیگی کا تعلق ہے ویسے تو تنہائی میں ایک تہبند سے بھی ہو جاتی ہے' کیونکہ مرد کے لیے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر ہے' اسے ڈھانپ لیا تو نماز ہو جائے گی' مگر چونکہ قرآن حکیم میں یہ بھی حکم ہے کہ نمازوں کے وقت زینت کا اہتمام کیا جائے' اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ہی کپڑا ہوتا تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مندرجہ بالا طریقے پر استعمال فرماتے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْہِ مِنْہُ شَیْءٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب تک اس کپڑے کا ایک حصہ شانوں پر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

یہ وہی بات جو ابھی اوپر بیان ہوئی' یہاں دوسرے لفظوں میں کہی گئی ہے کہ آدمی اس طرح نماز پڑھے کہ ناف کے اوپر کا حصہ بالکل ننگا نہ رہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ صرف تہبند سے نماز ہو جاتی ہے کہ نہیں' جن فقہا کے نزدیک ستر ہی ضروری ہے وہ کہتے ہیں کہ ہو جاتی ہے' جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سامنے رکھے ہیں وہ کہتے ہیں نہیں ہوتی۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اس کو چاہیے کہ اس کی دونوں طرفوں میں مخالفت کرے۔ (بخاری)

دونوں طرفوں میں مخالفت سے مراد یہ ہے کہ کپڑا ایسے اوڑھا جائے کہ بکل سے نیچا ہو جائے' نہیں تو اس کے دونوں سروں میں سے ایک آگے کو ہو تو دوسرا پیچھے کو دونوں سرے سامنے نہ ہوں' اس میں یہود سے مشابہت ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَءَ يْتُهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى خَصِيْرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سجدہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی کپڑے میں تھے اور کپڑے کا حصہ ایک کاندھے سے دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ (مسلم)

اس روایت کا پہلا حصہ ایک غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے بیان ہوا ہے۔ کچھ لوگ جائے نماز یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنا اولیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ زمین ہی پر نماز ادا کرتے تھے' ایک اچھا خاصا گروہ ہمیشہ موجود رہا ہے جو دنیا کے سروسامان کو فضیلت کے خلاف سمجھتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور چٹائی بھی ایسی کہ سجدہ بھی اسی پر ہو رہا تھا۔ بعض لوگ خاکساری کا تقاضا اسے سمجھتے ہیں کہ کم سے کم پیشانی ضرور زمین پر لگے۔ انھوں نے بتایا کہ ایسا بھی نہیں تھا' بلکہ چٹائی بہت بڑی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ بھی اس کے اوپر فرما رہے تھے۔

وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى بِنَا جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت محمد ابن المنکدر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ ایک تہبند میں نماز پڑھی جس کو انھوں نے پیچھے کی طرف باندھ رکھا تھا۔ درآنحالیکہ ان کے کپڑے سہ پایہ پر رکھے ہوئے

تھے۔ایک شخص نے ان سے کہا تم صرف تہبند میں نماز پڑھتے ہو۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا تا کہ تجھ جیسے احمق کو دکھا دوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم میں سے کسی کے پاس دو دو کپڑے ہوتے ہی کہاں تھے۔(بخاری)

یعنی جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک تہبند میں نماز ادا کی تو دیکھنے والے کو اعتراض ہوا کہ کپڑا ہوتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک ازار میں نماز کیوں پڑھ رہے ہیں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کے دماغ سے یہ غلط فہمی رفع ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز مکروہ و ممنوع ہے۔پھر انھوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارے پاس دو کپڑے ہی کہاں ہوتے تھے کہ شریعت ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دے دیتی۔

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ الصَّلٰوۃُ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّۃٌ کُنَّا نَفْعَلُہٗ مَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یُعَابُ عَلَیْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ اِذَا کَانَ فِی الثِّیَابِ قِلَّۃٌ فَاَمَّا اِذَا وَسَّعَ اللّٰہُ فَالصَّلٰوۃُ فِی الثَّوْبَیْنِ اَزْکٰی (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنّت ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا کرتے تھے' اسے عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ کپڑے بہت کم ہوتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت بخشی تو دو کپڑوں میں نماز بہتر مانی گئی۔(ابوداؤد)

یہاں دو صحابیوں کے نقطۂ نظر کا ذکر ہے' غور کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عمل کرتے دیکھتے ہیں' مگر مختلف نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔ایک اسے سنّت سمجھتے ہیں اور دوسرے اسے کپڑوں کی کمی پر محمول کرتے ہیں۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی متنبہ فرمایا کہ ایک کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں کیا اور ایک کام جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرنا چاہتے ہیں' اس میں فرق ہے۔اسی معاملے کو لے لیجیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی' لیکن اس بات کو یعنی ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کرنے کو اولیٰ سمجھنا صحیح نہیں' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقے کو جاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بر بنائے ضرورت اختیار کیا تھا۔

عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ رَجُلٌ اَصِیْدُ فَاُصَلِّیْ فِی الْقَمِیْصِ الْوَاحِدِ قَالَ نَعَمْ وَازْرُرْہُ وَلَوْ بِشَوْکَۃٍ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَی النَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ)

حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک شکاری آدمی ہوں' کیا میں ایک ہی قمیص میں نماز پڑھ لیا کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں

اور اس میں ٹانکا لگا لیا کرو خواہ وہ ایک کانٹے ہی کا کیوں نہ ہو۔ (ابوداؤد، نسائی)

عرب کے لوگ لمبے لمبے کرتے پہنتے تھے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ جب کرتے کے نیچے تہبند نہ ہو تو کیا اس صورت میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ٹانگوں کے درمیان قمیص کے اگلے اور پچھلے حصے کے اندر پن لگا دیا جائے خواہ یہ پن کسی کانٹے ہی کا کیوں نہ ہو، تاکہ ستر قائم ہو جائے اور بے پردگی کا امکان نہ رہے۔

نماز کے لیے عورتوں کا لباس

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَت قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ حَآئِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حائضہ کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کی جاتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس روایت میں حائضہ سے مراد وہ عورت نہیں جو حالتِ حیض میں ہو، کیونکہ اس حالت میں تو نماز فرض ہی نہیں ہوتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت جسے حیض آنا شروع ہو چکا ہو۔ دوسرے لفظوں میں جو بالغ ہو چکی ہو اور اوڑھنی سے مراد ایسا دوپٹہ ہے جس سے سر بھی ڈھانکا جائے اور سینہ بھی۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُصَلِّی الْمَرْأَةُ فِیْ دِرْعٍ وَّخِمَارٍ لَّيْسَ عَلَيْهَا اِزَارٌ قَالَ اِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُّغَطِّیْ ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ذَكَرَ جَمَاعَةً وَقَفُوْهُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا عورت صرف کرتے اور دوپٹے میں نماز پڑھ سکتی ہے، جب کہ وہ ازار پہنے ہوئے نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کرتہ اتنا لمبا ہو کہ پاؤں کی پشت تک پہنچ جائے تو نماز جائز ہے۔ (ابوداؤد)

عرب میں اس زمانے میں مالی حالات سخت خراب تھے۔ خصوصاً مشرکین کے محاصرے نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنی مشکلات پیدا کر دی تھیں کہ بسا اوقات پہننے کو کپڑے تک نہیں ملتے تھے۔ عورتیں اس زمانے میں تہبند باندھتی تھیں۔ جیسے ہمارے ہاں پنجاب میں رواج ہے۔ پاجامہ اور شلوار بعد کی ایجاد ہے۔ انھیں ضرورت پڑتی تھی کہ اس تنگی کے عالم میں اگر تہبند نہیں ملتا تو ایک لمبے کُرتے ہی سے کام چلائیں۔ مسئلہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہی پوچھا کہ جب اس طرح کی صورت حال ہو تو کیا قمیص ازار کا بھی کام دے سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کرتا ٹخنے سے نیچا ہونا چاہیے، اگر ٹخنے سے اوپر ہو گا تو نماز

نہیں ہوگی' کیونکہ مرد کا ستر گھٹنے سے شروع ہوتا ہے اور عورت کا ٹخنے سے۔

ریشمی قبا سے کراہت

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُهْدِیَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِیْرٍ فَلَبِسَهٗ ثُمَّ صَلّٰی فِیْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِیْدًا کَالْکَارِهِ لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ هٰذَا لِلْمُتَّقِیْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی قبا ہدیہ کے طور پر پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا اور نماز پڑھی اور پھر واپس آ کر اسے کراہت کے ساتھ پھینک دیا۔ گویا آپ اس سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ پرہیزگاروں کو یہ کپڑا زیب نہیں دیتا۔'' (بخاری و مسلم)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب مردوں کے لیے ریشم کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی چیز بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ پیش کرنے والے کا دل رکھنے کے لیے اسے قبول کر لیتے۔ کھانا ہوتا تو چکھ لیتے' لباس ہوتا تو پہن لیتے' چنانچہ جب ریشم کی یہ قبا پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی زیب تن فرما لیا' لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس سے نفس میں کبر اور فخر کی وہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو ایک متقی آدمی کو زیب نہیں دیتیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُتار کر پھینک دیا' بعد میں ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ممانعت کا آغاز کس طرح ہوا۔

منقش کپڑوں سے کراہت

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خَمِیْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰی اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِیْصَتِیْ هٰذِهٖ اِلٰی اَبِیْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِیْ بِاَنْجَانِیَّةِ اَبِیْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِیْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَ فِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ قَالَ کُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰی عَلَمِهَا وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ یَّفْتِنَنِیْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونی چادر میں نماز پڑھی جس پر دھاریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں دھاریوں پر نظر ڈالی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا یہ چادر جا کر ابی جہم کو دے دو اور اس کی چادر میرے پاس لے آؤ' اس نے مجھے نماز سے باز رکھا۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ میں نے اس کی

دھاریاں دیکھیں، جب میں نماز میں تھا میں ڈر رہا تھا کہ مجھ کو فتنہ میں ڈالے۔ (بخاری و مسلم)

ابوجہم ایک صاحب تھے جنھوں نے یہ چادر آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ ایک چادر ان کے پاس اور بھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ چادر انھیں واپس کر دو اور دوسری چادر لے آؤ تا کہ ان کی دل شکنی بھی نہ ہو کہ وہ کہیں آپ ﷺ نے ہدیہ واپس کر دیا۔ وجہ آپ ﷺ نے یہ بتائی کہ نماز کے دوران دھاریوں کی طرف میرا خیال چلا گیا اور اس سے میری توجہ ہٹ گئی۔ دوسرے لفظوں میں حضور ﷺ یہ تعلیم دے رہے تھے کہ نماز سادہ جگہ پر سادہ لباس میں ادا کرو۔ اگر آدمی کسی ایسی جگہ نماز ادا کرے، جہاں خوب نقش و نگار بنے ہوئے ہوں اور عبارت لکھی ہو تو وہاں بسا اوقات آدمی خشوع و خضوع سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی حال ان جائے نمازوں کا ہے جن پر بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں کہ آدمی نماز پڑھتے ہوئے ان کے نقش و نگار ہی دیکھتا رہتا ہے، نماز پر پوری توجہ نہیں دے سکتا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِّعَآئِشَةَ سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَايَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ لِيْ فِيْ صَلٰوتِيْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے اپنے حجرے کے ایک گوشہ میں ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پردے کو ہمارے سامنے سے ہٹاؤ، اس کے نقش و نگار نماز میں برابر میرے سامنے رہتے ہیں۔ (بخاری)

قبلہ رُخ گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں لٹکانی چاہیے جس پر پھول پتیاں، نقش و نگار یا تصاویر وغیرہ ہوں۔ اس سے نماز پڑھتے ہوئے آدمی کا خیال بٹ جاتا ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کا لباس

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُّصَلِّيْ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُّسْبِلٍ اِزَارَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے تہبند کو لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جا اور وضو کر، وہ چلا گیا اور پھر حاضر ہوا، ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے کس لیے وضو کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اُس

نے ازار لٹکائی ہوئی تھی جو شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد)

تہبند لٹکانے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا اتنا نیچا تھا کہ وہ ٹخنوں کے نیچے جانے کے بعد بھی زمین پر گھسٹ رہا تھا۔

یہ ایک بڑی اصولی بات ہے' وضو صرف اسی حالت ہی میں کرنا ضروری نہیں جس میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کچھ دوسری صورتوں میں بھی وضو کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص بڑے غصے میں تھا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی وضو کرنے کا حکم دیا' بعد میں آپ ﷺ نے مصلحت بیان کی کہ شیطان ایک آتشیں مخلوق ہے' پانی سے اس کا زور مرتا ہے۔ اس حدیث میں بھی یہی تعلیم نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص عین حالت نماز میں گناہ کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے از سرِ نو وضو کرنے کا حکم دیا' تا کہ اس دوران میں اسے محسوس ہو کہ میں نے کیا کیا؟ اس کو بھی سمجھ لیجیے کہ عرب میں پاجامے کا رواج نہیں' وہاں تہبند باندھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں پنجاب میں بھی غنڈوں یا جاگیرداروں کا قاعدہ ہے کہ وہ تہبند اس طرح باندھتے ہیں کہ وہ پیچھے لٹک رہا ہوتا ہے' یہی انداز بعض عرب کے لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ وہ اپنی شان جتانے کے لیے تہبند کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے۔ یہ چیز نہ صرف یہ کہ کبر ہے بلکہ کبر کا اظہار بھی ہے اور اسلام نے ان چیزوں سے بھی منع کر دیا ہے' جو کبر کا مظہر بنتی ہیں۔ وہ پینٹ اور پاجامہ جو ایڑی تک نیچے ہو' وہ بھی منع ہے اور اسے خوب سمجھ لیجیے کہ جب اس طرح کی پوشش سے ایک دفع منع کر دیا گیا تو یہ ضروری نہیں کہ آپ میں کبر ہو تو تب آپ اس سے رُکیں۔ یہ چیز کبر کا مظہر بنتی ہے اس لیے آپ کو ہر حال میں حدود کی پابندی کرنی چاہیے۔

نماز میں منہ ڈھانپنا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ وَاَنْ یُّغَطِّیَ الرَّجُلُ فَاهُ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ''سدل'' سے اور نماز کے اندر منہ ڈھانکنے کو۔ (ابوداؤد' ترمذی)

سدل کہتے ہیں کہ چادر رومال یا کپڑا اس طرح شانوں پر ڈالا جائے کہ وہ لٹکتا رہے' یعنی اس کے کنارے لٹکتے ہوں۔

بعض نے اس کا یہ مطلب لیا کہ چادر اوپر نہ ڈالی جائے کیونکہ چادر جب بھی اوپر ڈالی جائے گی لازماً زمین تک پہنچے گی اور یہ کبر اور فخر کا مظاہرہ ہے۔ بعض کے نزدیک منع اس صورت میں فرمایا گیا ہے جب کہ نیچے

کچھ اور نہ ہو' کیونکہ اس صورت میں نیچے کے حصے کھلے رہیں گے۔ بجز مجبوری کے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھکا رہنا چاہیے۔

بہر حال چادر اس طرح اوپر نہیں لینی چاہیے کہ زمین پر اس کے کنارے لٹک رہے ہوں۔ اگر اوڑھے تو خوب لپیٹ کر اوڑھے یعنی بکل مار کر اوڑھے' دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نماز پڑھتے ہوئے چہرہ کھلا رہنا چاہیے' مرد کا بھی اور عورت کا بھی۔

جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِی نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں یہود کی مخالفت کرو کہ وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔" (ابوداؤد)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیشہ جوتی پہن کر ہی نماز پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی جوتی سمیت بھی پڑھ لیا کرو تاکہ ان کے خلاف عمل ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰی اِلْقَائِكُمْ نِعَالِكُمْ قَالُوْا رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَّاٰی فِیْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے (یعنی نماز پڑھا رہے تھے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتیاں اُتاریں اور بائیں جانب رکھ دیں۔ لوگوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو دیکھا تو اپنی جوتیوں کو بھی اُتار ڈالا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے پوچھا کہ تمھیں اس بات پر کس نے آمادہ کیا کہ تم اپنی جوتیاں اُتار دو۔ انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتیاں اُتارتے دیکھا ہم نے بھی جوتیاں اُتار دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے مجھے آگاہ کیا کہ تمھاری جوتیوں میں نجاست لگی ہوئی ہے' اب جب کبھی تم میں سے کوئی مسجد کے اندر

آئے تو جوتیوں کو دیکھ لے۔ اگر ان میں نجاست لگی ہوئی ہے تو رگڑ دے اور انھیں پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث کی تشریح سے پہلے دو چار باتیں اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجدوں میں باقاعدہ فرش نہ تھے، کچی زمین پر ریت یا کنکریاں بچھی رہتی تھیں۔ لوگ مسجد میں جاتے اور جوتیاں پہنے پہنے نماز ادا کرتے۔ حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اگر بازار میں چلتے ہوئے آؤ تو ایک نگاہ جوتیوں پر بھی ڈال لو گندگی نظر آئے تو رگڑ لو، ورنہ اطمینان سے اندر جا کر نماز ادا کرو۔ یہ ہدایت اس حالت میں ہے جب کہ فرش نہ ہو، اگر ایک شخص وضو کر کے آئے اور فرش پختہ نہ ہو تو ننگے پاؤں آ کر وہ اپنے پیروں کو اور گندا کر دے گا۔ یہ حکم اس صورت میں نہیں ہے جب کہ باقاعدہ پختہ فرش ہو اور چٹائیاں بچھی ہوئی ہوں، بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ایسا کرنا ہر حالت میں سنّت ہے۔ سعودی عرب میں لوگ اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ جوتی پہن کر مسجد میں آتے ہیں اور یہاں ہمارے ہاں پارک اور جنازے میں بھی اس کے الٹ عمل ہے۔ یہ دونوں غلط انتہائیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَتَكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِ غَيْرِهٖ اِلَّا اَنْ لَّا يَكُوْنَ عَلٰى يَسَارِهٖ اَحَدٌ وَّلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَ فِیْ رِوَايَةٍ اَوْلِيُصَلِّ فِيْهِمَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی جوتیوں کو دائیں بائیں نہ رکھے۔ اس لیے کہ بائیں جانب رکھنا دوسرے کے دائیں جانب ہوگا بلکہ جوتیوں کو پاؤں کے درمیان رکھ لے اور ایک روایت میں ہے کہ جوتیوں ہی میں نماز پڑھ لے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ عہدِ نبوی میں یہ ضروری نہ تھا کہ لوگ جوتی اُتار کر یا پہن کر ہی نماز پڑھیں۔ لوگ جوتے پہنے ہوئے اندر آتے، بعض اُتار کے رکھ دیتے، بعض نہیں۔ جوتے اُتارنے کی صورت میں یہ ہدایت فرمائی کہ انھیں سیدھی طرف نہ رکھو، کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ بائیں طرف بھی نہ رکھو کہ یہ کسی کے سیدھی طرف ہو جائیں گے۔ اگر کوئی تمھارے ساتھ کھڑا ہے تو انھیں سامنے رکھ دو کہ یہ پیٹ کے نیچے آئیں یا پھر انھیں پہنے پہنے ہی نماز ادا کر لو۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَافِيًا وَّ مُنْتَعِلًا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور جوتیاں پہنے ہوئے' دونوں حالتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ابوداؤد)

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ عنہ بتانا یہ چاہتے تھے کہ نہ ہمیشہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا سنّت ہے اور نہ ہمیشہ برہنہ پا نماز پڑھنا سنّت ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں۔

پانچویں فصل

اوقاتِ نماز

اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر طلوع آفتاب سے پہلے (فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے (عصر) اور رات کے اوقات میں پھر تسبیح کر (عشا) اور دن کے سروں پر (صبح، ظہر، مغرب)

پس اللہ کی تسبیح کرو جبکہ تم شام کرتے ہو (مغرب) اور جب تم صبح کرتے ہو (فجر)۔ اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور اس کی تسبیح کرو دن کے آخری حصے میں (عصر) اور جب کہ تم دوپہر کرتے ہو (ظہر)۔

(سورۃ الروم: ۳۰: ۱۷، ۱۸)

اوقاتِ نماز

اوقاتِ نماز پنجگانہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت وہ ہے جب کہ دوپہر ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو یہاں تک کہ عصر کا وقت آ جائے اور عصر کا وقت ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کا وقت شفق کی موجودگی تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو اور عشا کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے اور فجر کی نماز کا وقت صبح کے ظاہر ہونے سے آفتاب کے نکلنے تک ہے پس جب سورج نکل آئے تو نماز سے باز رہے اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں نماز کے جو اوقات بیان کیے گئے ہیں یہ وہی ہیں جن پر آج پوری اُمت عامل ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے پاس امر کی دو شہادتیں موجود ہیں کہ یہ اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ہیں۔ نماز کی فرضیت کا حکم جب سے صادر ہوا یہ پانچ وقت لوگوں میں جاری ہو گئے۔ ہر نسل دوسری نسل سے اخذ کرتی رہی، یہاں تک یہ ہم تک پہنچ گئے ان اوقات پر پوری اُمت تسلسل سے عمل پیرا رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج پانچ وقت کی نماز ہم میں متفق علیہ ہے۔ وہ لوگ جو جمع بین الصلوتین کے قائل ہیں، انھیں بھی اس سے اختلاف نہیں، اُمت کے عملی تواتر کے علاوہ دوسری شہادت حدیث کی روایات ہیں اور وہ اُمت کے عمل سے پوری مطابقت رکھتی ہیں۔ اس تمہید کے بعد اب زیر بحث ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح سنیے۔

یہ جو فرمایا کہ ظہر کا وقت وہ ہے جب آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو تو اسے پیشِ نظر رکھیے کہ سایہ کا

معاملہ دنیا میں ہر جگہ یکساں نہیں۔ زمین کے مختلف حصوں میں سایہ بدلتا رہتا ہے۔ اس ارشاد میں گرمی کے موسم میں مکے کا ذکر ہے۔ مطلب ہے کہ مکہ اور مدینہ میں جب گرمی کے موسم میں انسان کے برابر اس کا سایہ ہو جائے تو یہ ظہر کا وقت ہے۔ باقی رہے دوسرے مقامات تو وہاں مکہ اور مدینہ کے اس وقت کے مطابق ہی دنیا بھر میں نماز کا وقت مقرر ہوگا۔

عصر کا وقت ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ سورج کے زرد ہو جانے کے بعد نماز عصر جائز نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سورج کے زرد ہونے سے پہلے پہلے نماز عصر ادا ہو تو وہ بلا کراہت ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد غروب تک جو وقت ہے اس میں نماز تو ہو جائے گی لیکن یہ مکروہ ہوگی۔

''مغرب کا وقت ہے جب تک شفق غائب نہ ہو۔'' اس ارشاد کا مفہوم متعیّن کرنے میں فقہا کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ نے کہا: شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد رہتی ہے اور اس گروہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں اور دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ اس گروہ کے نزدیک جب تک یہ سفیدی غائب نہ ہو جائے اور پوری طرح تاریکی نہ چھا جائے نماز مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور فقہا کی اس جماعت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

عشا کے بارے میں فرمایا کہ اس کا وقت نصف شب تک رہتا ہے۔ یوں اگر ایک آدمی موقع نہ پائے تو طلوعِ فجر سے پہلے پہلے وہ نماز پڑھ سکتا ہے' مگر بتایا یہ جا رہا ہے کہ اس کا صحیح وقت آدھی رات تک رہتا ہے' اس کے بعد نہیں۔

فجر کے معنی پھٹنے کے ہیں۔ جب سپیدۂ شفق نمودار ہونا شروع ہو تو فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور یہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج نہ نکل آئے۔ یہ جو فرمایا کہ جب سورج نکل آئے تو نماز سے باز رہ۔ اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے تو اس کو بالکل لغوی معنوں میں نہ لے لیجیے کہ واقعتاً شیطان کے سینگ ہیں اور سورج ان کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ یہ دراصل ایک استعارہ ہے۔ قدیم ترین زمانے سے سورج کی پرستش جاری ہے اور آتش پرستوں میں بالعموم اس کے دو ہی وقت مقرر ہیں۔ ایک طلوعِ آفتاب کا وقت اور اس کے غروب کا وقت۔ میں نے خود پارسیوں کے پیشواؤں کو دیکھا ہے کہ وہ سورج نکلتے وقت اس کی طرف رُخ کر کے دُعا مانگتے ہیں۔ آفتاب پرستی شرک کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہیں چاہا کہ اہلِ اسلام کو آفتاب پرستوں سے کوئی مشابہت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور زوالِ آفتاب کے بعد تو عبادت کی اجازت ہے' لیکن سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت اسلام میں کوئی

سجدہ نہیں۔ شیطان کے سینگوں سے طلوع ہونے کا مطلب یہی ہے کہ یہ شیطان کے غلبے کا وقت ہے۔ لوگ اس وقت سورج کو پوجتے ہیں۔ اس لیے اہلِ ایمان کو ہدایت فرمادی کہ وہ اس وقت نماز ادا نہ کریں۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِى الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَا لًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِى اَمَرَهٗ فَاَبْرِدْ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ بِهَا فَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِىْ كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَ صَلَّى الْعِشَآءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات دریافت کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو دنوں میں ہمارے ساتھ نماز پڑھ۔ پس جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' انھوں نے اذان کہی پھر حکم دیا ان کو' پس انھوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تکبیر کا حکم دیا جب کہ آفتاب بلند اور سفید تھا۔ پھر مغرب کا حکم دیا جب کہ سورج غائب ہوگیا۔ پھر شفق کے غائب ہوجانے پر عشا کا حکم دیا۔ پھر جب صبح ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کا حکم دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو وقت ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا (یعنی اس وقت جب دوپہر کی گرمی کم ہوجائے۔) پس بلال رضی اللہ عنہ نے وقت کو خوب ٹھنڈا کیا اور عصر کی نماز اس وقت ادا کی جب کہ آفتاب آخری بلندی پر تھا اور مغرب کی نماز شفق کے غائب ہوجانے سے پہلے تک پڑھی اور عشا کی نماز تہائی رات گزر جانے پر ادا کی۔ اور فجر کی نماز خوب روشن ہونے پر پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری نماز کا وقت وہ ہے جو ان دونوں دنوں کے اوقات کے درمیان ہے۔ (مسلم)

حضور کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اوقاتِ نماز کی تلقین صرف زبان ہی سے نہیں فرمائی' اس کے لیے عملی مظاہرہ بھی فرمایا۔ تاکہ سائل کو بات خوب ذہن نشین ہوجائے۔ نماز کے ان اوقات کے تعین کے سلسلے میں اگلی حدیث

سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ العیاذ باللہ یہ اوقات حضور ﷺ نے خود مقرر نہیں فرمائے تھے' بلکہ یہ بھی اللہ ہی کی اجازت سے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرَءِ یْلُ عِنْدَالْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَیْءٍ مِثْلَهٗ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَ صَلّٰی بِیَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِيْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّآئِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَيْهِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَآءَ اِلٰی ثُلُثُ اللَّيْلِ وَ صَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل نے دومرتبہ خانہ کعبہ کے قریب میری امامت کی۔ انھوں نے مجھ کو ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ آفتاب ڈھل گیا تھا اور سایہ تسمہ کی مانند رہ گیا تھا اور مجھ کو عصر کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشا کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ شفق غائب ہوگئی۔ فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جس میں روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہوگیا تھا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشا کی نماز پڑھائی تہائی رات تک اور فجر کی نماز پڑھائی جب کہ صبح خوب روشن تھی۔ اس کے بعد جبرائیل میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! یہ وقت تو تجھ سے پہلے انبیا کا ہے۔ اور تیری نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

نماز معراج کے وقت فرض ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کے فوراً بعد جبرائیل کو بھیجا تاکہ وہ حضور ﷺ کو نماز پڑھ کر بتادیں کہ اوقاتِ نماز کون کون سے ہیں؟ گویا یہ اوقات العیاذ باللہ خود حضور ﷺ نے ایجاد نہیں فرمائے تھے۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ تمام انبیا کی شریعتوں میں نماز کے یہی پانچ وقت رہے ہیں۔ یہودیوں کے اوقات بظاہر ہم سے مختلف نظر آتے ہیں۔ اس پر ایک مرتبہ مجھے خود شک ہوا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ حدیث رسول ﷺ کچھ بیان کرتی ہے اور یہودی کچھ۔

چنانچہ اس امر کی تحقیق کے لیے میں ایک مرتبہ کراچی گیا۔ وہاں یہودیوں کی مسجد کے امام سے ملا اور اس مسئلے پر ان سے بات چیت کی۔ اس نے بتایا کہ ''ہمارے ہاں بھی نماز کے پانچ اوقات ہیں۔ تین نماز با جماعت اور دو گھر پر نماز ادا کرنے کے'' مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر میں نماز ادا کرنے کے اوقات یہودی علما اور یہودی عوام کے (COMPROMISE) کا نتیجہ ہیں۔ جب یہودی آہستہ آہستہ نماز با جماعت ترک کرنے لگے ہوں گے تو یہودی علما نے انھیں دو وقت کی نمازیں گھر پر پڑھنے کی اجازت دے دی ہوگی اور چونکہ وہ اپنی مسجدوں میں اس کمپرومائز کے بعد تین ہی نمازیں ادا کرتے ہوں گے۔ اس لیے ہمارے بعض فقہا نے یہ لکھ دیا کہ ان کی نماز کے اوقات تین ہیں۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرَءِ يْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَاتَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَمَّنِىْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسِبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن شہاب زہروی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نماز عصر ذرا دیر کر کے ادا کی تو عروہ نے ان سے کہا کہ تحقیق جبرائیل آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا عروہ! جو کچھ تو کہتا ہے' اسے ذرا سوچ لے (یعنی یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ اصول تو یہ ہے کہ امام نبی ہوگا اور اس کے پیچھے سب نماز پڑھیں گے) عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور انھوں نے کہا میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے میری امامت کی۔ پس میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی' پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی' پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے اور انگلیوں پر حساب لگاتے جاتے تھے۔ یعنی پانچ نمازیں''۔

(بخاری و مسلم)

یہاں حدیث مختصر ہے آگے تفصیل ہے کہ یہ نماز فلاں فلاں وقت کی تھی۔ یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ تمھارا یہ خیال غلط ہے کہ امامت جبرائیل علیہ السلام نے نہیں کی۔ جبرائیل ویسے تو حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے

مگر اس وقت چونکہ وہ اللہ کی طرف سے تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔ اس لیے ان کی حیثیت استاد کی سی تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کے اوقات حضور ﷺ نے خود مقرر نہیں کر لیے تھے بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود متعین فرما دیے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرکز ملت صاحب ان اوقات میں تغیر و تبدل کے مجاز ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان اوقات میں ردو بدل کا کوئی مجاز نہیں کیونکہ ان کا تعین کسی مرکزِ ملت صاحب نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس لیے جو کوئی اپنے آپ کو ان اوقات میں تبدیلی کرنے کا مجاز سمجھتا ہے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

نوٹ: مرکز ملت کی اصطلاح بیسویں صدی کے پاکستانی منکرینِ حدیث کے لیڈر چودھری غلام احمد پرویز کی اختراع ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِیَ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِذَا كَانَ الْفَیْءُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَآءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَانَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَّامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے عاملوں کو یہ لکھا کہ تمھارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے۔ پس جس نے نماز کی محافظت کی اور اس کو محفوظ رکھا اس نے اپنے دین کی محافظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا، وہ اس چیز کو بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہے جو نماز کے سوا ہے اس کے بعد (عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب نے) لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھ جب اصل سایہ ایک گز کے قریب ہو اور اس وقت تمھارا سایہ تمھارے قد کے برابر ہو، اور عصر کی نماز پڑھو جب کہ آفتاب بلند، سفید اور صاف ہو اتنا وقت کہ آدمی سورج ڈوبنے سے پہلے دو تین فرسخ طے کر سکے اور مغرب کی نماز سورج غروب ہو جانے کے بعد پڑھو اور عشا کی نماز اس وقت ادا کرو جب شفق جاتی رہے، تہائی رات تک۔ پس جو شخص سو جائے (یعنی نماز عشا ادا کیے بغیر) اس کی آنکھیں نہ سوئیں۔ پس جو شخص سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں۔ پس جو شخص سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں۔ (یعنی وہ سخت بد بخت ہے)۔ اور صبح کی نماز ادا کرو۔ جب کہ ستارے

گھرے ہوئے ظاہر ہوں (یعنی ابھی تارے چمک رہے ہوں' تو وہ فجر کا وقت افضل ہوتا ہے۔(امام مالک)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کا اوّلین کام یہ ہے کہ وہ ملّت کو نماز کا پابند بنانے کی کوشش کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور ان کا یہ ارشاد قرآن سے ثابت ہے کہ نماز کا ضیاع دین کا ضیاع ہے۔ جو شخص آج نماز ترک کر رہا ہے کل وہ کسی اور حکم سے منہ موڑ لے گا' یہاں تک کہ دین سے اس کا تعلق ہی ختم ہو جائے گا۔ یاد رہے گی بھی تو برائے نام۔ اس لیے فرمایا کہ جو اس کی محافظت نہیں کرے گا (یعنی جو یہ کوشش نہیں کرے گا کہ یہ قائم رہے) تو ایسے اہم ترین حکم کی عدمِ تعمیل کے بعد باقی احکام کو تو وہ اور زیادہ پس پشت ڈال دے گا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلٰثَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ وَّ فِي الشِّتَآءِ خَمْسَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ظہر کا اندازہ گرمیوں میں تین قدم سے پانچ قدم تک اور جاڑوں میں پانچ قدم سے سات قدم تک تھا۔ (ابوداؤد۔نسائی)

گرمیوں، میں تین قدم سے پانچ قدم یعنی تین فٹ سے پانچ فٹ اور سردیوں میں پانچ قدم سے سات قدم یعنی پانچ فٹ سے سات فٹ تک' گویا موسم کی وجہ سے اوقات میں جو فرق ہو جایا کرتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کے مختلف حصوں میں موسم کی وجہ سے سائے کا جو فرق ہوتا ہے۔ اسے بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

نماز جلدی ادا کرنے کا بیان

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِي اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا يُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا

يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سیار ابن سلامہ سے روایت ہے (یہ ایک تابعی ہیں) کہ میں اور میرے والد' ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (یہ ایک صحابی ہیں) میرے والد نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس طرح ادا فرمایا کرتے تھے۔ (متن میں کیف کا لفظ مذکور ہے جس سے بظاہر ترکیبِ نماز کا پوچھنا مطلوب نظر آتا ہے۔ لیکن آگے حضرت اسلمی رضی اللہ عنہ جو جواب دیتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال اوقات کے متعلق تھا) انھوں نے کہا ظہر کی نماز جس کو تم ''پہلی نماز'' کہتے ہو' اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔ (بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ زوال کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور بعض میں ہے کہ آپ گرمی میں ٹھنڈی کر کے نماز پڑھتے تھے' اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کا عمل جاڑے میں کچھ تھا گرمی میں کچھ۔ یعنی گرمی میں جب گرمی ذرا کم ہو اور جاڑے میں زوال کے فوراً بعد۔ یہاں موسم کی صراحت نہیں۔ اس لیے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہمیشہ اوّل وقت میں نماز ظہر ادا فرماتے تھے) اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب کہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے بعد واپس ہوتا اور شہر کے آخری کنارے پر پہنچ جاتا اور ابھی سورج زندہ ہوتا۔ (سورج کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج چمک رہا ہوتا تھا' تیز ہوتا تھا) سیار کہتے ہیں کہ نماز مغرب کے متعلق ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بتایا تھا اس کو میں بھول گیا اور ابو برزہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں تاخیر کو پسند فرماتے تھے جس کو تم نماز عتمہ کہتے ہو۔ (معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں نمازوں کے نام کچھ اور تھے اس لیے کہا ہے کہ ''جس کو تم نماز عتمہ کہتے ہو'' اور عشا سے پہلے سونے کو برا جانتے تھے۔ اور نماز کے بعد بات کرنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ (یعنی منع تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا لیکن اسے ناپسند کرتے تھے کیونکہ نماز عشا سے پہلے سو جانے سے نماز کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہے اور نماز عشا کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں فرمایا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی منہ بند کر لے۔ مراد یہ ہے کہ باہم بیٹھ کر بات چیت نہ کی جائے۔ کیونکہ اس سے صبح کی نماز میں غفلت کا امکان ہے۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھتے جب کہ آدمی اپنے ہم جلیس کو شناخت کر لیتا اور نماز فجر میں آپ ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک پڑھتے (یعنی صبح کی نماز اس وقت شروع کرتے جب کہ ابھی تاریکی ہوتی اور ختم اس وقت کرتے جب روشنی پھیل جاتی) اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ عشا کی نماز کو تہائی رات تک پڑھنے میں کوئی تامل نہیں فرماتے تھے اور عشا سے پہلے سونے کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح عشا کے بعد باتیں کرنا آپ کو

پسند نہ تھیں۔ (یعنی عشا کی نماز میں تاخیر کرتے تھے اور دوسری نمازوں میں جلدی کا اہتمام آپ کو پسند تھا)۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت محمد بن عمرو بن الحسن بن علی سے روایت ہے کہ ہم نے جابر ابن عبداللہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ ظہر کو دوپہر ڈھلے نماز پڑھتے تھے اور عصر کی اس وقت جب کہ آفتاب زندہ یعنی روشن ہوتا اور مغرب کی جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور نماز عشا کو اگر لوگ بہت سے جمع ہو جاتے تو جلد ہی پڑھ لیتے اور تھوڑے ہوتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

یہ جو فرمایا کہ اگر لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے ورنہ تاخیر سے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد نبوی میں لوگ آ جاتے تو آپ ﷺ اس لیے جلدی فرماتے تا کہ انھیں انتظار نہ کرنا پڑے اور تاخیر تھوڑے لوگوں کے جمع ہونے پر اس لیے فرماتے تا کہ دوسرے لوگ بھی جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز آپ ﷺ (جاڑے میں) اس وقت ادا فرماتے جب کہ فجر ہو جانے کے بعد مسجد میں ابھی تاریکی ہوتی تھی۔ گرمیوں میں البتہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ نماز فجر روشنی میں پڑھتے کیونکہ گرما میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور لوگوں کی سہولت اسی میں ہے کہ نماز فجر روشنی میں پڑھی جائے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے۔ عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی پھرتیں اور اندھیرے کے سبب ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نماز اتنے اندھیرے پڑتے تھے کہ عورتیں اپنی چادروں میں پہچانی نہ جاتی تھیں۔ یہ حدیث بھی ادائیگی نماز میں تعجیل کے لیے رہنمائی کرتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَآءُ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اَوْ يُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَّقْتِهَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ

الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ پر ایسے سردار مسلّط ہوں گے جو نماز ضائع کر دیا کریں گے یا اس کے وقت میں تاخیر کریں گے۔ میں نے عرض کیا! حضور ﷺ میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر پڑھ لے اور اگر ان (سرداروں یعنی حاکموں) کے ساتھ نماز کو پائے تو بھی پڑھ لے۔ وہ تیرے لیے نفل ہو جائے گی۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ اگر حاکم اور سربراہ (پیش امام یہاں مراد ہے) وقت پر نماز قائم نہ کریں یا نماز میں غیر معمولی دیر کریں تو عام مسلمانوں کو وقت پر نماز پڑھ لینی چاہیے اور جب حاکم یا پیش امام نماز پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینی چاہیے یہ بعد کی نماز نفل قرار پائے گی۔

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَّا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوۃُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَهَا كُفُوًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا! اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرنا' نماز جب اس کا وقت آئے' جنازہ جس وقت تیاری مکمل ہو جائے اور بیوہ عورت کا نکاح' جب تو اس کا ہم قوم (یعنی جوڑ) پائے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بھی نماز کا اوّل وقت پڑھنا ثابت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا اوّل وقت میں پڑھنا' اللہ کی خوشنودی اور آخری وقت میں نماز پڑھنا معاف کر دینے کا سبب ہے۔ (ترمذی)

نماز فجر کا وقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی پھرتیں اور اندھیرے کے سبب ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے کہ چادر میں لپٹی عورتیں پہچانی نہ جا سکتی تھیں۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا

بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ) وَلَیْسَ عِنْدَ النَّسَائِیِّ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کو روشنی میں پڑھو کہ یہ بات اجر کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰی کِدْنَا نَتَرَآءَی عَیْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِیْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰی مَصَافِّکُمْ کَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَیْنَا ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَاُحَدِّثُکُمْ مَا حَبَسَنِیْ عَنْکُمُ الْغَدَاةَ اِنِّیْ قُمْتُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّیْتُ مَا قُدِّرَ لِیْ فَنَعَسْتُ فِیْ صَلٰوتِیْ حَتَّی اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَبِّ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ لَا اَدْرِیْ قَالَهَا ثَلٰثًا قَالَ فَرَاَیْتُهٗ وَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَبِّ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ فِی الْکَفَّارَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ مَشْیُ الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوٰتِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِیْنَ الْکَرِیْهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِیْمَ قُلْتُ فِی الدَّرَجَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِیْنُ الْکَلَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ قَالَ سَلْ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَّ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تُعَلِّمُوْهَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ دیر سے تشریف لائے۔ سورج نکلنے کے قریب تھا کہ آپ جھپٹتے ہوئے باہر آئے۔ تکبیر کہی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے بہت ہلکی نماز ادا کی (کیونکہ وقت تنگ تھا) اور سلام پھیر کر بلند آواز میں فرمایا کہ جو جہاں ہے وہیں بیٹھا رہے۔ اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں رات کے وقت (تہجد کے لیے)

اُٹھا وضو کیا اور جس قدر نماز مقدر میں تھی پڑھی اور نماز کی حالت میں مجھے اونگھ آ گئی' یہاں تک کہ میں سو گیا۔ یکا یک میں نے اپنے بزرگ و برتر خدا کو بہترین صورت میں دیکھا خدا نے مجھے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے میرے ربّ! فرمایا ملائکہ ومقربین کس چیز پر بحث وگفتگو کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔ تین بار اللہ نے یہی بات پوچھی اور ہر بار میں نے یہی جواب دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے درمیان رکھا۔ جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا اور میرے لیے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں تمام اشیا سے واقف ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے کہا لبیک' اے میرے ربّ! اللہ تعالیٰ نے پوچھا (اب بتاؤ) ملائکہ مقربین کس چیز پر گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے کہا گناہوں کے کفارے کے مسئلہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا گناہوں کا کفارہ کیا چیزیں ہیں؟ میں نے عرض کیا: مسجد میں نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے پاپیادہ جانا' نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرنا' ناگوار حالتوں میں پورا پورا وضو کرنا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوچھا فرشتے اور کس بات میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجات کے بارے میں۔ اللہ نے پوچھا وہ درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: کھانا کھلانا' نرمی سے گفتگو کرنا' راتوں کو جب لوگ محوِ خواب ہوں تو نماز پڑھنا۔ پھر اللہ نے فرمایا: جو دُعا اپنے لیے بہتر خیال کرو مانگو'' میں نے عرض کیا: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اچھے کام کرنے کا' برے کاموں کو چھوڑ دینے کا' مساکین کو دوست رکھنے کا اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا ہونے کا ارادہ کرے تو فتنے سے پہلے مجھے اپنے پاس بلا لے اور میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت جو مجھے تیرے قریب کر دے اور جس کو تو پسند کرتا ہے اس شخص کی محبت۔'' اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ''یہ دُعا حق ہے اسے یاد رکھ لو اور دوسروں تک پہنچاؤ۔ (احمد۔ ترمذی۔ بخاری)

یہ جو فرمایا کہ نماز کے بعد جو شخص جہاں ہے وہیں بیٹھا رہے تو اس سے تعلیم دین کے علاوہ آپ ﷺ کا مقصد یہ بھی تھا کہ کسی شخص کے دل میں یہ خیال باقی نہ رہے کہ آج آپ ﷺ نے نماز فجر میں تشریف لانے میں دیر کیوں کر دی۔ آپ ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ اگر کوئی ایسا کام ہوتا جس سے لوگوں میں شبہ پیدا ہونے کا امکان ہوتا تو آپ خود اس کی توجیہ فرما دیتے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ ﷺ کہیں جا رہے تھے اور آپ ﷺ کے ہم راہ آپ کی ایک بیوی تھیں' پاس سے گزرنے والے ایک صحابی کو بلا کر یہ بتایا کہ میری بیوی

میرے ساتھ ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے بارے میں کوئی مسلمان اس طرح کا کوئی گمان نہ کرسکتا تھا مگر پھر بھی آپ اس سلسلے میں پوری احتیاط فرماتے۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نماز میں دیر سے تشریف لائے تو نماز کے فوراً بعد سب سے پہلے آپ ﷺ نے اس کا سبب بیان فرمایا۔ یعنی نماز فجر کی بلاوجہ مؤخر کرنا مناسب نہیں ہے۔

سوئے رہنے یا بھول جانے سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے' یا سویا رہا' اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے نماز پڑھ لے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر یہی (یعنی کہ نماز پڑھ لے)۔ (متفق علیہ)

یعنی نماز پڑھنا بھول جائے۔ نماز پڑھے بغیر سو جائے' یا دیر تک سویا رہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جاگتے ہی یا یاد آتے ہی نماز ادا کی جائے۔

''ابوقتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سو جانے سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی' کمی بیداری میں واقع ہوتی ہے' جب کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے' یا سو جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور قائم کر میری نماز میرے یاد کرنے کے وقت۔ (مسلم)

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ آدمی اگر سو رہا ہو اور اس دوران نماز کا وقت ختم ہو جائے' یا کسی اور وجہ سے وہ غفلت میں چلا جائے تو بیدار ہوتے ہی' یاد آتے ہی نماز ادا کرے۔

بالعموم نماز فجر کے معاملے میں تاخیر سے بیداری کے سبب نماز کی ادائیگی میں فرق آجاتا ہے۔ مندرجہ بالا احادیث سے ایسی صورت میں نماز کے کفارے کی رہنمائی کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ آدمی اس کو معمول بنا لے' یا بے فکر ہو جائے کیونکہ نماز کا بروقت ادا کرنا زیادہ بہتر قرار دیا گیا ہے۔

نماز ظہر کا وقت

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ۔

حضرت سیار ابن سلامہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد ابی برزہ اسلمی (صحابی) کے پاس گئے۔ میرے والد نے ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ فرض نماز کس طرح اور فرمایا کرتے تھے؟ (حضرت اسلمی کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال اوقات کے متعلق تھا۔) انہوں نے کہا: ظہر کی نماز، جس کو تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا (بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ زوال کے بعد نماز ظہر ادا کرتے تھے اور بعض میں ہے کہ آپ گرمی میں ٹھنڈی کر کے نماز پڑھتے۔) (بخاری مسلم)

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھ جب اصل سایہ ایک گز کے قریب ہو اور اس وقت کہ تمھارا سایہ تمھارے قد کے برابر ہو۔ (مالک)

مندرجہ بالا دونوں روایات دو طویل احادیث کا اقتباس ہیں۔ ان دونوں طویل حدیثوں میں تمام نمازوں کے اوقات مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اوقاتِ نماز کے ضمن میں بھی تمام نمازوں کے اوقات کا بیان ہے۔

حضرت اُمّ سلمہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں تم لوگوں سے بہت جلدی کرتے تھے اور تم عصر کی نماز میں آنحضرت ﷺ سے بہت جلدی کرتے ہو۔

(احمد، ترمذی)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے آخری دور میں (بنوامیہ کا دور مراد ہے) اچھے خاصے تغیرات ہو گئے تھے۔ یہاں ایک تغیر سامنے آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر احادیث میں تدبر کیا جائے تو صحابہ کا دور ختم ہوتے ہی جو تغیرات ہوئے ہیں بڑی آسانی سے ان کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔

موسم کے مطابق اوقاتِ نماز میں تبدیلی

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اِتِّقَاءَ الْحَرِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔ (بخاری)

اس بات کو سمجھنے کے لیے اس امر کو ملحوظ رکھیے کہ مسجدِ نبوی میں اس وقت چٹائیاں بھی موجود نہیں تھیں۔ ان کی بجائے کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ پختہ چھت بھی نہ تھی۔ بس کھجور کے تنے گاڑ کر ان پر چٹائیاں ڈال دی گئی تھیں۔ دوپہر کے وقت مسجد میں اتنی گرمی پڑتی کہ کنکریوں پر سجدہ کرنا مشکل ہو جاتا اور صحابہ گرمی سے بچنے کے

لیے ان پر کپڑا ڈال دیتے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِیْرِهَا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر لو۔ بخاری کی ایک اور روایت ابو سعید سے منقول ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھو۔ اس لیے کہ گرمی کی شدّت جہنم کی پھونک سے ہے۔ دوزخ نے اپنے ربّ سے شکایت کی کہ میرے بعض حصے بعض حصوں کو کھائے جا رہے ہیں۔ (یعنی میں خود گرمی سے گھٹی جا رہی ہوں اور میری گرمی مجھ کو جلائے دے رہی ہے۔) پس خدا نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دے دی' ایک سانس جاڑوں میں اور ایک سانس گرمیوں میں۔ پس جب تم گرمی اور سردی کی شدّت پاؤ تو یہ وہی دو سانس ہیں۔ (متفق علیہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں کوئی طبیعیاتی مسئلہ حل نہیں کیا گیا۔ اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ گرمی کہاں سے آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس ارشاد سے یہ تھی کہ گرمی جو تم دنیا میں محسوس کرتے ہو تو جان لو کہ اس گرمی کی شدّت کے مقابلے میں جہنم کی ایک پھونک شدید تر ہے۔ کجا اس کے کہ کسی کو اس کے اندر ڈال دیا جائے۔ اسی طرح جہنم کی ٹھنڈی پھونک تمھارے ہاں کی بڑی سے بڑی سردی سے بھی شدید ہے اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ جہنم میں سردی بھی ہوگی' انتہائی گرمی اور انتہائی سردی دونوں کے خواص جلانے کے ہیں۔ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ اگر سردی گرمی کے ڈر سے اپنی نمازوں کو ضائع کرو گے۔ تو تمھیں ایسی جگہ جانا ہوگا جہاں کی گرمی اور سردی سے کوئی نسبت ہی نہیں دی جا سکتی۔ یہ بعینہٖ اسی طرح کا ارشاد ہے جس طرح جنگِ تبوک کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پکارا اور لوگ گرمی کی وجہ سے جی چرا رہے تھے۔ سورۃ توبہ میں فرمایا گیا: ''کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ تیز تر ہے''۔

حدیث میں من فیح جہنم کے الفاظ مروی ہیں۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہوں گے کہ جہنم پھونک مارتی ہے اور دوسرے معنی یہ کہ یہ بھی اس کی جنس سے ہے اور اس نوعیت کی چیز ہے۔ لوگ جب اس ارشاد کا حقیقی مفہوم سمجھ

نہیں پاتے تو اسے لے کر طبیعیاتی مسئلے حل کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ گرمی اور سردی دنیا میں جہنم کی پھونکوں کے باعث ہوتی ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب سخت گرمی کا موسم ہوتا تو آپ ﷺ نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی کرتے۔ (نسائی)

اس سے ثابت ہوا کہ آنحضور ﷺ موسم کے مطابق اوقاتِ نماز میں تبدیلی فرماتے تھے نیز یہ کہ گرمی کے موسم میں نماز میں ذرا دیر اور سردیوں میں نماز پڑھنے میں جلدی کرنی چاہیے اور یہ عمل سنّت کے مطابق ہوگا۔

عصر کی نماز کا وقت

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ حَیَّۃٌ فَیَذْھَبُ الذَّاھِبُ اِلَی الْعَوَالِیْ فَیَاْتِیْھِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ وَّبَعْضُ الْعَوَالِیْ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَمْیَالٍ اَوْ نَحْوِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج بلند اور روشن ہوتا۔ پس جانے والا ''عوالی'' چلا جاتا اور سورج روشن ہوتا اور عوالی کے بعض حصے مدینہ سے چار میل یا اس کے قریب تھے۔ (متفق علیہ)

''عوالی'' کے لفظی معنی ہیں ''ہائی لینڈز'' مدینہ ذروادی میں ہے اور اس کے اردگرد کی بستیاں اونچے مقام پر تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ عصر کی نماز آپ ﷺ ایسے وقت ادا فرماتے تھے جبکہ نماز پڑھنے والا نماز کے بعد وہاں جا کر واپس آ جاتا۔ یہ ذہن میں رہے کہ اس زمانے میں لوگ یا تو اونٹ پر سفر کرتے' یا گدھے پر' یا پھر پیدل۔ موجودہ تیز رفتار سواریاں اس وقت نہیں تھیں۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّہٗ لَیُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت رافع بن خدیج نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ عصر ادا کرتے پھر اونٹ ذبح کیا جاتا اور اس کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر گوشت پکایا جاتا اور ہم غروب آفتاب سے پہلے گلا ہوا گوشت کھاتے۔'' (بخاری و مسلم)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ روزانہ یہ عمل کیا جاتا تھا۔ مقصود یہ ہے کہ عہدِ رسالت میں عصر اور مغرب کی نمازوں میں اتنا فصل ہوتا کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ اونٹ ذبح کیا گیا۔ اس کو دس حصوں میں تقسیم کر کے پکایا' خوب گل چکنے پر اسے کھایا جاتا' تب کہیں جا کر مغرب کی نماز کا وقت ہوتا۔ ایسا نہیں تھا کہ ادھر عصر پڑھی اور ادھر اس کے بعد فوراً سورج ڈوب گیا' بلکہ غروب آفتاب سے بہت پہلے یہ نماز (عصر) پڑھ لی جاتی۔ اس سے

پہلے ایک روایت میں گزر چکا ہے کہ لوگ عوالی سے ہو آتے اور تب بھی سورج چمک رہا ہوتا۔ اب اس روایت میں ایک دوسرے انداز میں اوّل وقت میں نمازِ عصر ادا کرنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ساڑھے تین بجے نماز عصر اور سات بجے نماز مغرب ادا کی جائے۔ تب اس کا امکان ہے کہ یہ سارا عمل ہو سکے۔ ممکن ہے بہت تیزی دکھائی جائے تو کم از کم تین گھنٹے لگیں' میرا اندازہ ساڑھے تین یا چار گھنٹوں کا ہے۔

نمازِ عصر چھوڑنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز عصر کو ترک کیا' اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا۔ (بخاری)

عصر کی نماز چھوڑنے کے معنی ہیں مصروفیات کو ترجیح دیتے ہوئے نماز کو چھوڑ دینا' کیوں کہ نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا تو کفر ہے۔ ترجیح یہ ہے کہ آپ کے نزدیک دنیا کے کام تو اصل اہمیت رکھتے ہیں مگر نماز کی حیثیت ثانوی ہے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نماز ادا کر لی ورنہ نہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس طرزِ عمل کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک خدا کی عبادت کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی اور یہ وہ چیز ہے جو آدمی کے تمام اعمال کو بے کار بنا کے رکھ دیتی ہے۔ اگر آپ خدا سے اتنا ہی تعلق رکھتے ہیں کہ دنیا کو بھی اس پر ترجیح حاصل ہے تو پھر نیکی کس کام کی؟ خوب جان لیجیے کہ اصل چیز اعمال کی شکل نہیں' ان کی روح ہے۔ اگر آپ امورِ دنیا پر احکامِ الٰہی کو ترجیح نہیں دیتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اعمال بے روح ہیں۔ ان میں کوئی جان نہیں۔ سوچیے کہ ایسے اعمال کا اللہ کے ہاں کیا اجر ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی نماز عصر فوت ہو جائے' (اس کی حالت ایسی ہے) کہ گویا اس کے اہل و عیال اور مال لوٹ لیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

یہ نہیں فرمایا گیا کہ جس نے پانچ وقت کی نمازیں ضائع کر دیں بلکہ فرمایا یہ گیا کہ جس نے ایک وقت کی بھی نماز کھو دی تو یوں سمجھو جیسے وہ بالکل لٹ پٹ گیا۔ نماز عصر بطور خاص اس لیے مذکور ہے کہ یہ لوگوں کی مصروفیت کا خصوصی وقت ہے۔ آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا کہ اگر دنیاوی مصروفیتوں کے باعث تمھاری عصر فوت ہوگئی تو یہ نہ سمجھو کہ تم نے مال و متاع بہت کما لیا' نہیں' بلکہ تم نے اصل میں خود کو تباہ و برباد کر لیا مگر اس کا

شعور تمھیں نہیں۔ آخرت میں تمھیں پتا چلے گا وہ اولاد جس کے لیے تم نمازیں چھوڑ چھاڑ کر کمائی کرتے رہے۔ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور وہ مال جو تم لیے بیٹھے اور سمیٹتے رہے، وہ تمھارے لیے سانپ اور بچھو بن گیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَىِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دونوں سینگوں میں چلا جاتا ہے (تو نماز کے لیے) کھڑا ہوتا اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ اس میں ذکر نہیں کرتا اللہ کا، مگر تھوڑا!'' (مسلم)

اس کا مطلب ہے کہ مومن کو نماز کے لیے صحیح وقت کی فکر لاحق ہوتی ہے، مگر منافق اس انتظار میں رہتا ہے کہ وقت کی جان نکل لے تب نماز پڑھے، اندازہ کیجیے کہ ہم کہاں سے کہاں آ گئے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ جو لوگ پابندی سے نماز ادا تو کرتے تھے مگر اس کیفیت کے ساتھ جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے تو وہ منافق خیال کیے جاتے تھے اور آج کل اگر کوئی نماز بالکل نہ پڑھے تب بھی مومن ہوتا ہے، وہ مسلمانوں کا لیڈر، حاکم اور رہنما بن سکتا ہے اور اس کے لیے زندہ باد کے نعرے بھی لگ جاتے ہیں۔

حضرت ابو بصرہ غفاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مقام مجمص میں عصر کی نماز پڑھائی اور فرمایا: یہ وہ نماز ہے جو تم سے پہلے اُمتوں پر بھی فرض تھی لیکن انھوں نے اسے ضائع کر دیا۔ پس جو شخص اس نماز کی حفاظت کرے گا، اس کے لیے دُہرا اجر ہے اور اس کے بعد شاہد کے طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں اور شاہد ستارہ کو کہتے ہیں۔ (مسلم)

پہلی بات یہ فرمائی کہ عصر کا وقت قدیم زمانے سے نماز کا وقت تھا۔ دوسری اُمتوں کے لیے بھی عصر کی نماز لازم کی گئی تھی مگر انھوں نے اسے ضائع کر دیا۔ عصر کا وقت بالعموم تفریح کا ہوتا ہے کاروباری مصروفیات بھی اسی وقت عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ چرواہے اسی وقت اپنے ریوڑ وغیرہ لے کر واپس گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس لیے آدمی پر اس وقت کی نماز گراں گزرتی ہے۔{

بنی اسرائیل کے لیے نماز کے پانچ وقت مقرر کیے گئے تھے مگر انھوں نے بعد میں پانچ کی بجائے تین اوقات اختیار کر لیے اور اب اگر اُمت مسلمہ نماز عصر ادا کرتی ہے تو اس کو محض نماز عصر ادا کرنے کا ہی ثواب نہیں ملے گا بلکہ ایک گم شدہ طریقے کے احیاء کا ثواب بھی حاصل ہوگا گویا دگنا اجر ملے گا۔

اس کے بعد دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ عصر کے بعد کوئی دوسری نماز نہیں جب تک شاہد طلوع نہ ہو جائے۔ شاہد سے مراد زہرہ ستارہ ہے جو چاند کے ساتھ نکلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زہرہ کے طلوع کے بعد سے نماز مغرب پڑھی جا سکتی ہے، پہلے نہیں۔

نماز مغرب کا وقت

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔ ہم میں سے ایک واپس لوٹتا اور اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھتا۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز عشا شفق غائب ہونے سے لے کر ایک تہائی رات کے درمیان تک پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غروب آفتاب کے فوراً بعد سے شفق کے غائب ہونے تک نماز مغرب کا وقت ہے۔ پہلی حدیث میں تیر کے گرنے تک دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ گہرا اندھیرا چھا جانے سے اتنا پہلے کہ تھوڑی دور تک کی چیزوں کو صاف دیکھا جا سکے۔

نماز عشا کا وقت

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِي اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا يُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سیار ابن سلامہ سے روایت ہے (یہ ایک تابعی ہیں) میں اور میرے والد ابی برزہ

اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (یہ ایک صحابی ہیں)۔ میرے والد نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس طرح ادا فرمایا کرتے تھے۔ (متن میں کیف کا لفظ مذکور ہے جس سے بظاہر ترکیب نماز کا پوچھنا مطلوب نظر آتا ہے' لیکن آگے حضرت اسلمی رضی اللہ عنہ جو جواب دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال اوقات کے متعلق تھا) انھوں نے کہا: ظہر کی نماز جس کو تم ''پہلی نماز'' کہتے ہو۔ اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا ہے۔ (بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتے تھے' اور بعض میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی میں ٹھنڈی کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کا عمل جاڑے میں کچھ تھا' گرمی میں کچھ۔ یعنی گرمی میں جب گرمی ذرا کم ہو اور جاڑے میں زوال کے فوراً بعد' یہاں موسم کی صراحت نہیں اس لیے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آپ ہمیشہ اوّل وقت میں نماز ظہر ادا فرماتے تھے) اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے بعد واپس ہوتا اور شہر کے آخری کنارے پر پہنچ جاتا اور ابھی سورج زندہ ہوتا (سورج کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج چمک رہا ہوتا تھا' تیز ہوتا تھا) سیار کہتے ہیں کہ نماز مغرب کے متعلق ابو برزہ نے جو کچھ بتایا تھا اس کو میں بھول گیا اور ابو برزہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں تاخیر کو پسند فرماتے تھے جس کو تم نماز عتمہ کہتے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں نمازوں کے نام کچھ اور تھے اس لیے کہا ہے کہ جس کو تم نماز عتمہ کہتے ہو) اور عشا سے پہلے سونے کو برا جانتے تھے۔ اور نماز کے بعد بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ (کیونکہ نماز عشا سے پہلے سو جانے سے نماز کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہے اور نماز عشا کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں فرمایا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی منہ بند کر لے۔ مراد یہ ہے کہ باہم بیٹھ کر بات چیت نہ کی جائے کیونکہ اس سے صبح کی نماز میں غفلت کا امکان ہے) اور فجر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ آدمی اپنے ہم جلیس کو شناخت کر لیتا اور نماز فجر میں آپ ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک پڑھتے (یعنی صبح کی نماز اس وقت شروع کرتے جبکہ ابھی تاریکی ہوتی اور ختم اس وقت کرتے جب روشنی پھیل جاتی) اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ عشا کی نماز کو تہائی رات تک پڑھنے میں کوئی تامل نہیں فرماتے تھے اور نماز عشا سے پہلے سونے کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس طرح عشا کے بعد باتیں کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا (یعنی عشا کی نماز میں تاخیر کرتے اور دوسری نمازوں میں جلدی کا اہتمام آپ کو پسند تھا) (بخاری مسلم)

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ

الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز عشا شفق غائب ہونے سے لے کر ایک تہائی رات کے درمیان تک پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

شفق غائب ہونے سے واضح ہوا کہ خاصا اندھیرا چھا جائے دوسرے الفاظ میں اندھیرا چھا جانے کے بعد سے عشا کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَکَثْنَا ذَاتَ لَیْلَۃٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ فَخَرَجَ اِلَیْنَا حِیْنَ ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ اَوْ بَعْدَہٗ فَلَا نَدْرِیْ اَشَیْءٌ شَغَلَہٗ فِیْ اَھْلِہٖ اَوْ غَیْرُ ذٰلِکَ فَقَالَ حِیْنَ خَرَجَ اِنَّکُمْ لَتَنْظِرُوْنَ صَلٰوۃً مَّا یَنْتَظِرُھَا اَھْلُ دِیْنٍ غَیْرُکُمْ وَلَوْلَا اَنْ یَّثْقُلَ عَلٰی اُمَّتِیْ لَصَلَّیْتُ بِھِمْ ھٰذِہِ السَّاعَۃَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَلّٰی (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک رات عشا کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ ایک تہائی رات گزرنے پر تشریف لائے بلکہ اس سے بھی کچھ تاخیر کر کے ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ گھر میں کسی کام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشغول رکھا' یا اس کے سوا کوئی اور وجہ تھی؟ جب آپ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک ایسی نماز کے انتظار میں تھے جس کا انتظار کرنے والا تمھارے سوا کسی دین کا کوئی آدمی نہیں' اگر میری اُمت پر گراں نہ گزرتا تو میں ان کے ساتھ یہ نماز اسی وقت پڑھتا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا' پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ (مسلم)

یہ جو فرمایا کہ تم ایک ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا انتظار کرنے والا کسی دین کا کوئی دوسرا آدمی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عشا کی نماز دنیا میں ختم ہو چکی ہے اور اب کسی مذہب میں اس کی ادائیگی کا اہتمام باقی نہیں رہا۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہود پر پانچ وقت کی نماز فرض تھی' لیکن وہ تین وقت کی نماز باجماعت ادا کرتے اور فجر اور عشا کی نماز گھر میں پڑھتے۔ رہے عیسائی تو ان کے ہاں پانچ وقت کا تو کیا سوال' صرف اتوار کے اتوار نماز پڑھنے کی رسم رہ گئی۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے تمام اوقات میں اوّل وقت افضل ہے' لیکن عشا کی نماز میں آخر وقت زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے۔ یوں ہونے کو تو نماز عشا اوّل وقت میں پڑھ لینے سے بھی ہو جاتی ہے لیکن اس میں وہ فضیلت نہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الصَّلَوَاتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلَوَاتِكُمْ وَكَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام نمازیں قریب قریب تمھاری نمازوں کے مانند ادا کرتے تھے' مگر عشا کی نماز میں تمھاری نسبت کچھ تاخیر کرتے اور آپ ہلکی نماز پڑھتے۔ (مسلم)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشا پہلے یعنی جلدی پڑھ لینے کا سلسلہ تابعین کے زمانے ہی سے شروع ہو چکا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی نماز میں حضور ﷺ کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ لمبے لمبے سجدے اور لمبے لمبے رکوع کیے جائیں' کھڑے ہوئے تو طویل قیام اور سجدہ کیا ہے تو پیشانی اُٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی' بلکہ آپ مقتدیوں کا لحاظ کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جماعت میں شریک ہونے والے ایک ہی طرح کے لوگ نہیں ہوتے' کوئی ان میں بوڑھا ہوتا ہے تو کوئی بیمار' کسی کو کام پر جانا ہوتا ہے تو کسی کو کوئی اور مصروفیت ہے' پھر عہدِ رسالت میں تو خواتین بھی جماعت میں شریک ہوتیں۔ ان میں سے کئی بچوں کو چھوڑ کر آتیں' اس لیے آپ کی نماز باجماعت ہمیشہ ہلکی پھلکی ہوتی' ہلکی پھلکی کا یہ مطلب نہیں کہ مار امار نماز پڑھی ابھی سجدے میں گئے اور ابھی اُٹھ کھڑے ہوئے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی نماز پڑھتے جس میں مقتدیوں پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا تھا۔ ہمارے ہاں یہ جو دیکھنے میں آتا ہے کہ اسٹیشن پر گاڑی آنے والی ہے لیکن مولوی صاحب لمبے لمبے سجدے کیے جا رہے ہیں اور مسافروں کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ اس حدیث کی رو سے ایسا عمل نامناسب ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى مَضٰى نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا وَ اَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِىْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ وَلَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسَقَمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنِّسَآئِىُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی۔ آپ گھر کے باہر تشریف نہ لائے' یہاں تک کہ قریب قریب آدھی رات گزر گئی۔ پھر آپ ﷺ آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو' (پہلے تہائی رات کے وقت نماز عشا پڑھنے کا مذکور تھا' اب ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس میں آدھی رات کے وقت نماز ادا کرنے کا ذکر

ہے۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو کے الفاظ سے محسوس ہوتا ہے کہ لوگ حضور ﷺ کے آنے پر کھڑے ہو گئے کہ اب نماز ہوگی' لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھے رہو۔) چنانچہ ہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے اور اپنے اپنے بستروں پر چلے گئے' لیکن تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ پس تم کو معلوم ہو کہ جب تک تم انتظار میں رہو گے تمھارا یہ سارا وقت نماز ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اگر مجھ کو کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرتا۔ (ابوداؤد' نسائی)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عشا کی نماز میں تاخیر زیادہ افضل ہے' گویا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ عشا اور تہجد کی نمازوں میں بڑا قریبی رشتہ ہے۔

بعد کے ادوار میں امرا نماز میں غفلت برتیں گے

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ بَعْدِیْ اُمَرَآءُ يَشْغَلُهُمْ اَشْيَآءُ عَنِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُصَلِّیْ مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تمھارے حکمران ایسے ہوں گے جن کے مشاغل ان کو وقت پر نماز ادا کرنے سے روکیں گے' یہاں تک کہ نماز کا وقت جاتا رہے گا۔ پس اس زمانے میں تم اپنی نماز وقت پر پڑھنا' ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں' آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ (ابوداؤد)

اس سے مراد یہ ہے کہ امرا اور سربراہ بعض کاموں میں ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ نماز میں دیر لگائیں گے' یہاں تک جب نماز کا وقت نہ ہوگا' یا اس کے قریب' تب نماز پڑھیں گے۔

اس سے پہلے حضرت ابوذر غفاری کی ایک رَوایت گزر چکی ہے کہ اگر مسلمانوں پر ایسے حکمران مسلّط ہو جائیں' جو نمازوں کی ادائیگی میں تاخیر کریں تو لوگوں کو چاہیے کہ وقت پر نماز پڑھ لیں اور جب وہ (امیر) نماز پڑھنے لگیں تو ان کے ساتھ بھی شامل ہو جائیں۔ اس صورت میں پہلی نماز فرض شمار ہوگی اور دوسری نفل' یہ روایت بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔

اندازہ فرمائیے ایک زمانہ وہ تھا جب ایسے حکمرانوں کو برا تصور کیا جاتا تھا جو تاخیر سے نماز پڑھیں' اور ایک یہ زمانہ ہے کہ ہزار میں سے ایک ایسا حکمران آپ پائیں گے جو نماز پڑھتا ہو' گویا باقی سب سے یہ فریضہ ساقط ہو چکا ہے۔

وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ مِّنْ بَعْدِیْ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ فَهِیَ لَكُمْ وَهِیَ عَلَيْهِمْ فَصَلُّوْا مَعَهُمْ مَّا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت قبیصۃ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میرے بعد تمھارے ایسے حاکم ہوں گے جو نماز میں دیر کریں گے۔ پس وہ نماز تمھارے لیے مفید ہے اور ان کے لیے وبال' پس تم ان کے ساتھ نماز پڑھو جب تک وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں ایک تو یہ فرمایا گیا کہ اپنے امرا کی طرح تم نے بھی نماز میں دیر کر لی تو وبال میں تم بھی شریک ہو جاؤ گے' لیکن اگر تم نے اپنی نماز وقت پر ادا کر لی تو ان کا وبال ان کے سر ہوگا۔ دوسری بات یہ فرمائی جب ان کا قبلہ بدل جائے تب ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو' کعبے کو قبلہ ماننے کی صورت میں ان کے ساتھ بھی نماز پڑھتے رہو تا کہ انھیں تم پر یہ الزام رکھنے کا موقع نہ مل سکے کہ تم میں بغاوت کے رجحانات پائے جاتے ہیں اور تم ''تخریبی عناصر'' ہو۔

امام فتنہ کی اقتدا میں نماز

وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَآمَّةٍ وَّنَزَلَ بِكَ مَاتَرٰى وَيُصَلِّیْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةً وَّ نَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَآءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَائَتَهُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جب کہ وہ محاصرے میں تھے۔ میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر نازل ہوئی وہ مصیبت جس میں آپ مبتلا ہیں' ہمیں فتنے کا امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس کو گناہ سمجھتے ہیں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز انسان کے تمام اعمال میں افضل ہے۔ جب لوگ بھلائی کریں' تو بھی ان کے ساتھ بھلائی کر' اور جب برائی کریں تو اپنے آپ کو ان کی برائی سے بچا۔

اہلِ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب مدینہ طیبہ میں گھس آئے تو شروع شروع میں وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کرتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باقاعدہ مسجد نبوی میں آ کر امامت کراتے۔ لیکن جب محاصرہ سخت ہوا اور آپ گھر میں محبوس ہو گئے تو ان لوگوں نے ایک اور آدمی کو امامت کے لیے مقرر کر دیا جس کا نام کنانہ تھا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ہمیں

امام وقت کے ہوتے امامِ فتنہ کے پیچھے نماز ادا کرنے میں کراہت محسوس ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بہترین اصول بیان فرما دیا۔ اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں نیک کام میں شریک ہونے سے احتراز نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ اس کے کرنے والے فتنہ پرداز ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ جب وہ فتنہ بپا کرنے لگیں تو الگ ہو جاؤ۔ گویا مسلمان بھلائی میں سب کے ساتھ ہے اور برائی میں سب سے الگ رہتا ہے۔

باب المواقیت میں ہم نے اب تک جتنی بھی حدیثیں پڑھی ہیں' ان میں بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف وقتوں اور حالات کی روایات بیان کی ہیں' لیکن ان سب سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ آج کل جن اوقات میں نماز ادا کی جاتی ہے' اور عام مسلمانوں کو اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہیں' یہ روایات پوری طرح ان سے ہم آہنگ ہیں۔ ان کے ذریعے جو چند نئی باتیں سامنے آتی ہیں' وہ صرف فضیلت اور جاڑے اور موسمِ گرما میں اوقات سے متعلق چند امور پر مشتمل ہیں' دوسرے لفظوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے جو اوقات مقرر فرمائے تھے۔ وہ اسی وقت سے مسلم سوسائٹی میں پوری طرح رائج چلے آ رہے ہیں' اور یہ روایات ٹھیک ٹھیک ان کی تصدیق کرتی ہیں۔ یوں تو اُمت کا عمل تواتر بھی ان اوقات کی صحت کے لیے کافی تھا لیکن اگر اس کے ساتھ یہ روایات نہ ہوتیں تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ خدا جانے یہ اوقات مسلم معاشرے میں کب سے رائج ہیں۔ ہندو ہر دوار جاتے ہیں' سال ہا سال سے جاتے ہیں' لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا آغاز کب ہوا۔ انھیں اس یاترا کی تاریخ معلوم نہیں' لیکن ہمارے ہاں ان احادیث کی بدولت اوقاتِ نماز کی پوری تاریخ بھی محفوظ ہے۔ جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ اوقاتِ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئے ہیں۔

چھٹی فصل

اذانِ نماز

اذان

نماز کی منادی، وہی اذان ہے جو آج ساری دنیا میں ہر روز پانچ وقت ہر مسجد میں دی جارہی ہے، مگر قرآن میں کسی جگہ نہ اس کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں، نہ کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز کے لیے لوگوں کو اس طرح پکارا کرو۔ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ ہے قرآن میں دو جگہ صرف اس کی توثیق کی گئی ہے۔ اس سے یہ اصولی حقیقت قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کو کچھ ایسے احکام بھی دیتا تھا جو قرآن میں نازل نہیں ہوئے اور وہ احکام بھی اسی طرح واجب الاطاعت ہیں جس طرح قرآن میں نازل ہونے والے احکام۔

اذانِ نماز

اذانِ نماز کے کلمات اور طریقہ

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّاْذِیْنَ ھُوَ بِنَفْسِہٖ فَقَالَ قُلِ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ط اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس مجھے اذان سکھائی فرمایا کہو: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، (میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے رسول ہیں) پھر فرمایا وہی جملے دوبارہ کہو جو پہلے کہے تھے یعنی اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (آؤ نماز کی طرف) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط (آؤ فلاح کی طرف) اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' (مسلم)

حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مکہ کے مؤذن تھے' اور ان کا شمار عہدِ رسالت کے ان پانچ بڑے مؤذنوں میں ہوتا ہے جن سے اذان کی روایات مروی ہیں۔ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ پہلے یہ چار کلمے آہستہ سے کہو۔ پھر ان کا اعادہ زور سے کرو' یہ طریقہ صرف انھی مؤذن کو بتایا گیا۔ میں نے غور کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ مدینہ والوں کو آپ نے ایک ہی مرتبہ کہنے کا حکم دیا مگر مکہ والوں کو دو دو مرتبہ' تو میری سمجھ میں یہ آیا کہ ابی محذورہ مکہ کے مؤذن تھے۔ اور یہ وہ جگہ تھی جہاں مسلمان تیرہ سال چھپ چھپا کر نماز ادا کرتے

رہے۔لڑائی جو کچھ تھی وہ کلمہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر تھی' اسلام کا آغاز یہاں سے ہوا تھا کہ مسلمان پہلے یہ کلمات آہستہ کہتے تھے' لیکن اب اللہ نے انھیں اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ وہ پورے زور سے یہ شہادت دے سکیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ سُنَّةَ الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهٖ قَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اللّٰهُ اَكْبَرُ' اللّٰهُ اَكْبَرُ' تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ' حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ' حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ' حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ' فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

اسی (حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اذان کا طریقہ سکھا دو۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومحذورہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا: کہو اللہ اکبر' اللہ اکبر بلند آواز سے۔ پھر کہہ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ' حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ' حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ' حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط اگر صبح کی نماز ہو تو یہ الفاظ بھی کہہ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ۔ (ابوداؤد)

یہ ان کی دوسری روایت ہے جس میں پہلی روایت کی مزید وضاحت ہوگئی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَبْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَبِّهٖ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ یُعْمَلُ لِیُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِیْ وَاَنَا نَآئِمٌ رَجُلٌ یَّحْمِلُ نَاقُوْسًا فِیْ یَدِهٖ فَقُلْتُ یَا عَبْدَ اللّٰهِ اَتَبِیْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَیْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اِلَى اٰخِرِهٖ وَكَذَا الْاِقَامَةَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَاَیْتَ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْیَا حَقٍّ اِنْشَآءَ اللّٰهُ فَقُمْ

مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَارَءَيْتُ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ فَقَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِىْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَآءَهٗ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَءَيْتُ مِثْلَ مَا اُرِىَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ الْاِقَامَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لٰكِنَّهٗ لَمْ يُصَرِّحْ قِصَّةَ النَّاقُوْسِ)

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدویہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے بلانے کی خاطر بجایا جائے۔ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ناقوس اُٹھائے ہوئے ہے' میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو ناقوس بیچے گا۔ اس نے کہا تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔ میں نے کہا ہم نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا: میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہے' میں نے کہا: کیوں نہیں' پس اس نے کہا: تو کہہ ''اللہ اکبر سے آخر'' تک اور اسی طرح تکبیر۔ جب صبح ہوئی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو خواب دیکھا تھا' بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تحقیق یہ خواب حق ہے' اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو جا اور اس کو بتا جو تو نے دیکھا ہے' کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند ہے۔ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں ان کو بتاتا جاتا تھا اور وہ اذان دیتے جاتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا کہ جب عمر ابن الخطاب نے سنا اور وہ اس وقت اپنے گھر میں تھے۔ وہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے اور کہہ رہے تھے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ !جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اس کی قسم میں نے بھی اس طرح کا خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ (ابوداؤد' دارمی' ابن ماجہ)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوْا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے (نماز کا وقت معلوم کرانے کے سلسلے میں) آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ پس یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلموں کو جُفت کہیں اور اقامت طاق کہیں۔ (بخاری و مسلم)

قرآن حکیم میں صرف دو مقامات پر اذان کا ذکر ملتا ہے۔ ایک اس آیت میں کہ جب تم نماز کے لیے

پکارتے ہوتو یہود اور مشرکین اس کا مذاق اڑاتے ہیں' دوسرا اس آیت میں کہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (جب جمعہ کے روز نماز کے لیے پکارا جائے۔) ان دونوں آیتوں کے الفاظ خود اس بات پر شاہد ہیں کہ اذان کا طریقہ اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا اور یہاں ایک چلتے ہوئے طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' یہ نہیں کہا گیا کہ اے لوگو! نماز کے لیے پکارو۔ پہلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب تم اذان دیتے ہو تو مشرکین اور یہود تمھارا مذاق اڑاتے ہیں۔ دوسری آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جب تمھیں جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے' اتنے میں ڈھول بجا جو اس بات کی علامت تھی کہ تجارت کا کوئی قافلہ آیا ہے تو نمازی خطبہ چھوڑ کر جانے لگے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال اس میں بھی نماز کے لیے پکارنے کا حکم نہیں فرمایا گیا ہے کہ جب تم پکارے جاؤ تو خرید و فروخت ترک کر دو۔

قرآن حکیم میں اذان کا ذکر تو ہے مگر اذان کے الفاظ موجود نہیں۔ اب یہ طریقہ رائج کیسے ہوا؟ اس باب الاذان میں اس کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ ایک طرف رواج عام کو دیکھیے اور دوسری طرف ان روایات پر نظر ڈالیے آپ کو ان میں کامل ہم آہنگی اور مطابقت نظر آئے گی۔ لاکھوں کروڑوں آدمی اذان دیتے ہیں۔ ان سے پوچھیے تو وہ بتائیں گے کہ مجھے بچپن سے یہی اذان ورثے میں ملی ہے' گویا نسل بعد نسل اذان کا یہ طریقہ ہم تک منتقل ہو کر پہنچا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں اور یہاں آ کر نماز با جماعت کا اہتمام کیا گیا ہے (مکہ میں تو اس کا کوئی موقع نہیں تھا۔ وہاں تو چھپ چھپا کر مسلمان نماز ادا کرتے تھے) تو یہ مسئلہ پیش ہوا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے۔ اگر کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آ جاتا تو پھر مشورے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا' لیکن جب ایسا نہ ہوتا تو حضور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے۔ جب اس مسئلے میں مشورہ لیا گیا تو کسی نے آگ جلانے کا مشورہ دیا کہ نمازی روشنی دیکھ کر نماز کے لیے جمع ہو جائیں اور کسی نے ناقوس بجانے کا۔ پھر کسی کو خیال آیا کہ یہ دونوں طریقے تو یہود و نصاریٰ کے ہاں رائج ہیں۔ ہم نے بھی اگر انھیں اختیار کر لیا تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ یہ بلاوا کس کی طرف سے ہے' دوسرے' اس سے شبہ بھی ہوتا ہے۔ آخری نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان کہیں۔ اور اذان میں ہر ہر کلمہ دو دو مرتبہ دہرائیں اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ۔ (یہ ایک مختصر حدیث میں ہے۔ جس کی تشریح آگے آتی ہے) حضرت اسماعیل اس میں اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ میں نے جب حضرت ایوب سے اس بات کا ذکر کیا۔ (کہ اذان میں ہر کلمہ دو دو مرتبہ دہرایا جائے اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ) تو انھوں نے اقامت کو اس سے مستثنیٰ کیا یعنی انھوں نے کہا کہ قد قامت الصلوۃ' قد قامت الصلوۃ بھی دو مرتبہ کہا

جائے۔

اس سلسلے میں مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی مؤذن کو تو یہ طریقہ سکھایا کہ وہ ہر کلمے کو اذان میں دو دو مرتبہ کہے اور تکبیر اقامہ میں ایک ایک بار اور کسی کو دونوں میں دو دو بار کہنے کی ہدایت فرمائی۔ انھی روایات کی بنا پر فقہا کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ دوسرا طریقہ غلط ہے' منکرینِ حدیث اس طرح کے چھوٹے موٹے اختلافات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ حالانکہ اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ ایک کلمہ کو ایک مرتبہ کہا جائے' یا دو مرتبہ۔ اصل مسئلہ اذان کا طریقہ معیّن ہونے کا ہے' تکبیر کا ہے' الفاظ کا ہے اور یہ باتیں تمام روایات سے ثابت ہیں۔ اب آگے روایات آتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ مختلف طریقے آپ نے خود سکھائے اور مختلف مؤذن' مختلف طریقوں سے اذان دیتے تھے۔ اس لیے یہ سب طریقے صحیح تھے۔ آپ ﷺ نے مختلف طریقے اس لیے سکھائے تاکہ مسلمانوں میں توسع پیدا ہو اور کوئی یہ نہ کہے کہ بس فلاں طریقہ ہی صحیح ہے' باقی سب طریقے غلط ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَ الْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ' قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان کے کلمے دو دو بار کہے جاتے تھے اور تکبیر کے ایک ایک بار' لیکن تکبیر میں (قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ' قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ) (نماز کھڑی ہوگئی' نماز کھڑی ہوگئی) دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔ (ابوداؤد' نسائی' دارمی)

حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور تکبیر کے سترہ کلمے۔ (احمد' ترمذی' نسائی' ابوداؤد' دارمی' ابن ماجہ)

اس حکم کی مصلحت کیا ہے؟ اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ اسی لیے فقہا میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان میں کسی طریقہ پر عمل کرنے والا غلط کر رہا ہے۔ اب بھی اہلِ حدیث حضرات ہر کلمہ ایک ایک مرتبہ کہتے ہیں اور حنفی دو دو مرتبہ اور یہ دونوں طریقے سنّتِ رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔

وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُثَوِّبَنَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ الرَّاوِیُّ لَیْسَ هُوَ بِذٰكَ الْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کے سوا کسی نماز میں تم یاد دہانی نہ کراؤ۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

یعنی حی علی الصلوٰۃ اور پھر اعادہ الصلوٰۃ خیر من النوم یہ صرف صبح کی نماز میں ہوگا۔

اقامت کہنے کا حق مؤذن کو ہے

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَذِّنْ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَآءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کہنے کا حکم دیا' میں نے اذان کہی۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صُدا کے بھائی نے اذان کہی ہے اور جو شخص اذان کہے وہی تکبیر کہے۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

اس مسئلہ میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاعدہ یہی ہے کہ جو اذان دے' وہی تکبیر کہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص تکبیر کہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی دوسرے شخص کا تکبیر کہنا مؤذن کو ناگوار گزرتا ہو تو بہتر یہی ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کہے' لیکن اگر ناگوار نہ ہو تو کوئی اور تکبیر کہہ سکتا ہے۔ متعدد روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اذان کسی نے دی اور تکبیر کسی نے کہی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی یہ مصلحت بیان کی ہے کہ اس معاملے میں حضرت زیاد کی دل داری کا سوال تھا۔

اذان کا جواب دینا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو' اس لیے کہ جس نے ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر

دس بار درود بھیجتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو۔ پس وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہوں گا' جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا' میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' فَقَالَ اَحَدُکُمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ' ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ' قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ' ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ' قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ' ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ' قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ' ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اللہ اکبر' اللہ اکبر کہے تو تم میں سے ہر ایک یہی کہے: اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ پھر جب مؤذن کہے: اشہد ان لا الٰہ الا اللہ' تو کہے: اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ پھر جب مؤذن کہے: اشہد ان محمدا رسول اللہ تو کہے: اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ پھر جب کہے: حی علی الصلوۃ تو کہے: لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ۔ پھر جب کہے: حی علی الفلاح تو کہے: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر جب کہے: اللہ اکبر! اللہ اکبر تو کہے: اللہ اکبر' اللہ اکبر' پھر جب کہے: لا الٰہ الا اللہ تو کہے: لا الٰہ الا اللہ سچے دل سے' تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

دوسرے لفظوں میں مدعا یہ ہے کہ جب مؤذن اذان دے تو بے پروائی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے' بلکہ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا چاہیے۔ وہ ایک عظیم شہادت دے رہا ہے کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی بڑا نہیں۔ اس عظیم شہادت کو یوں ہی کان سے نہ گزار دیجیے۔ آپ بھی سچے دل سے گواہی دیجیے کہ واقعی اللہ سب سے بڑا ہے' اسی طرح جب وہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتا ہے تو پھر ایک عظیم صداقت اور اہم حقیقت کی گواہی دیتا ہے۔ آپ کو بھی اس گواہی میں شریک ہونا چاہیے۔ وہ آپ کو ایک نیک کام کی دعوت دے رہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اس کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو۔ ہماری زبان میں تو یہ کلمہ شیطان کو بھگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے' لیکن اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اس وقت تک کچھ بھی نہیں کرسکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق نہ دے۔ نماز ایک بڑا گراں کام ہے' خود قرآن نے کہا ہے کہ خاشعین کے سوا دوسروں پر نماز گراں ہے۔ آپ یہ کلمہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہیں کہ وہ آپ کو اس فلاح کے حصول کی

طاقت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح سچے دل سے اگر آدمی اذان کا جواب دے تو وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔

بعض لوگ اس طرح کی احادیث سن کر اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ بس یہی ایک کام ہے جس پر اجر ملے گا' خواہ زندگی کے دوسرے معاملے میں آدمی کوئی سا بھی طرزِ عمل کیوں نہ اختیار کرے۔ یہ غلط فہمی جہالت کا نتیجہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بے شمار برائیوں سے روکا ہے اور بے شمار بھلائیوں کی دعوت دی ہے۔ آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا اور یہی طریقہ قرآن میں بھی نظر آتا ہے کہ جس بھلائی کا ذکر ہو رہا ہے اس پر پورا زور دیا جائے۔ اس کے فائدے بیان کیے جائیں اور اس کا نیک انجام خوب اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے۔ اس طرح جب کسی نیکی کا یہ اجر بیان کیا جاتا ہے کہ اس پر جنت ملے گی تو کوئی صاحبِ عقل آدمی اس نیکی کو باقی نیکیوں سے الگ کر کے نہیں دیکھے گا۔ دنیا میں اس کا امکان ہی نہیں کہ تنہا کوئی بھلائی دوسری بھلائیوں سے الگ قائم ہو سکے یا تنہا کوئی برائی' دوسری برائیوں سے الگ قائم ہو۔ ایک برائی کا ارتکاب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک بہت سی دوسری برائیاں مل کر اسے سہارا نہ دیں۔ اسی طرح کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی' جب تک دوسری بہت سی بھلائیاں اسے سپورٹ نہ کریں۔ بھلائیاں بھی ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں اور اس سہارے سے ایک ایک بھلائی قائم ہوتی ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی زبان سے اذان کا جواب دیتا چلا جائے اور اس کے بعد نماز کو نہ جائے' یا شراب پینے بیٹھ جائے' تب بھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حدیث میں ''سچے دل سے'' کے الفاظ آئے ہیں اور اگر کوئی شخص سچے دل سے ان کلمات کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا امکان ہی نہیں کہ وہ نماز نہ پڑھے' یا شراب پیے اور چوری کرے۔

اذان سننے کے بعد کی دُعا

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر کہا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ یعنی اے اللہ اس کامل دُعا کے پروردگار' اور نماز قائمہ کے پروردگار! محمد کو وسیلہ عطا فرما اور بزرگی دے اور ان کو اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے وعدہ

کیا ہے'' تو اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگی۔ (بخاری)

دعوۃ تامہ: یعنی اذان جو ایک مکمل پکار ہے۔

صلوۃ القائمہ: وہ نماز کہ جو مسلسل دائماً قائم ہے۔

وسیلہ: اس سے مراد ایک ایسا مقام ہے جو تمام بنی نوع انسان میں ایک ہی آدمی کو ملے گا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مجھے اُمید ہے کہ وہ مقام مجھے عطا ہی ہوگا۔'' میں اس کا مفہوم یہ سمجھا ہوں کہ وہ مقام بلند ہے جس کا حامل نہ صرف یہ کہ خود جنت میں پہنچے بلکہ دوسروں کو بھی جنت میں پہنچانے کا ذریعہ بنے۔ خود ہی اللہ کے سایہ رحمت میں نہ آئے' بلکہ دوسروں کو بھی اس کے زیر سایہ لائے۔

مقامِ محمود: اوّلیں اور آخریں تمام لوگوں میں قابلِ تعریف ہونا' جیسا کہ قرآن میں ہے کہ خدا تجھے ''مقامِ محمود'' عطا فرمائے گا۔ یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں تمھاری تعریف ہوگی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اذان کے بعد یہ دُعا مانگے گا' قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں یہ دُعا مانگنا اپنے لیے شفاعت کا انتظام کرنا ہے۔ اگر العیاذ باللہ حضور ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو شفاعت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوگا' پھر یہ معلوم ہوا کہ دُعا اذان کے بعد مانگی جاتی ہے' اسے خود حضور ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَلَہٗ ذَنْبُہٗ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مؤذن کی آواز سن کر کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ میں راضی ہوں اللہ کے ربّ ہونے پر محمد کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

یہاں پھر وہی چیز ہے کہ جو شخص سچے دل سے وحدانیت اور سچے دل سے دین و رسالت کے برحق ہونے کی گواہی دے' بلکہ ان پر راضی ہونے کا اعلان کرے اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو ربّ نہیں بناتا۔ اللہ کی طرف سے جو حکم دیا جائے وہ اسے دل کی رضا

مندی کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت کو برضا و رغبت تسلیم کر رہا ہے' اس لیے نہیں کہ مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے' بلکہ اس لیے کہ خود اس کا دل اس پر مطمئن ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعلان کرنے کے بعد اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سچے دل سے یہ بات نہیں کہی تھی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشریت اس اعلان کے بعد بھی اس سے لغزش ہو جائے جس پر وہ فوراً توبہ کرے گا' لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر حضور ﷺ کی ہدایت کے خلاف عمل کرے اس طرح توبہ کے بعد حضور ﷺ کی مکمل پیروی سے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اذان کی فضیلت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤَذِّنُ یُغْفَرُ لَهٗ مُدٰی صَوْتِهٖ وَیَشْهَدُ لَهٗ کُلُّ رَطْبٍ وَّ یَابِسٍ وَّشَاهِدُ الصَّلٰوةِ یُکْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلٰوةً وَّ یُکَفَّرُ عَنْهُ مَا بَیْنَهُمَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان دینے والے کی مغفرت اس کی آواز کی بلندی کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کے لیے ہر خشک و تر چیز اور نماز میں حاضر ہونے والے گواہی دیتے ہیں اور ایک نماز کے بجائے پچیس نمازیں اس کے حساب میں لکھی جاتی ہیں۔ (احمد)

اس میں پہلی بات یہ فرمائی کہ آواز کی بلندی کے مطابق اس کی مغفرت کی جاتی ہے' مطلب یہ ہے کہ جتنا زور لگا کر وہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی خاطر آواز نکالتا ہے اسی نسبت سے اس کی بخشش کا سامان ہوتا ہے۔ یہ بات بجائے خود سببِ مغفرت بنتی ہے کہ وہ زور لگا لگا کر بندگانِ خدا کو عبادت کے لیے بلا رہا ہے' جب بندہ اپنے مولا کی رضا کے لیے یہ کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔

دوسری بات یہ کہی کہ قیامت کے دن وہ سارا ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا جو اس کی اذانوں کا شاہد ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اذان کی آوازیں ہی ہوا میں نہیں اڑ جاتی پانچوں وقت کا ریکارڈ جمع ہے' ہر خشک و تر پر مؤذن کی اذان کی آواز ثبت ہے اور قیامت کے دن وہ اذان دینے والے کے حق میں گواہی دے گی۔ پھر نمازی بھی گواہی دیں گے کہ یہ وہ بندہ تھا جو دنیا میں ہمیں اللہ کے لیے بلایا کرتا تھا۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ مؤذن کے حساب میں ایک نماز کے بجائے پچیس نمازوں کا اجر لکھا جاتا ہے' یعنی ایک اپنی نماز کا اور باقی ان لوگوں کی نمازوں کا جو اس کے بلاوے پر نماز ادا کرنے کے لیے آتے ہیں' اس طرح اوسطاً پچیس نمازیں فی اذان اس کے حساب میں لکھی جاتی ہیں۔ بغیر اس کے کہ دوسرے نمازیوں کے اجر میں

کوئی کمی ہو۔ یہ اصولی بات پہلی احادیث میں گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی کوشش سے نیک عمل کرے تو ترغیب دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر عطا ہوتا ہے اور نیک عمل کرنے والے کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔

مؤذن کے فضائل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔ اے اللہ! تو اماموں کو ہدایت دے اور اذان دینے والوں کو بخش دے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ضامن ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں' وہ انھیں صحیح طور پر ایمان داری کے ساتھ نماز پڑھائے۔ فرض کیجیے کہ ایک امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے' لیکن نماز میں وہ نہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے' نہ کوئی اور سورت بلکہ کچھ اور پڑھتا رہتا ہے تو آپ کو اس کی خبر ہی نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح نماز پڑھائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کے بارے میں فرمایا کہ وہ امانت دار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلامی معاشرے کی طرف سے اس کام کا امین ہے کہ لوگوں کو صحیح وقت پر نماز کی اطلاع دے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئمہ اور مؤذنوں کے لیے دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ اماموں کو صحیح نماز پڑھانے کی توفیق دے اور اگر مؤذنوں سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو انھیں معاف فرمادے' اس لیے کہ کسی آدمی سے یہ ممکن نہیں کہ مؤذن ہوتے ہوئے کبھی ایک دو منٹ بھی اس سے تاخیر نہ ہو۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محتسباً (یعنی اللہ کی رضا کے لیے کسی اُجرت کی خاطر نہیں) سات سال تک اذان کہے' اس کے لیے آگ سے برأت ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یہ حدیث سن کر اس غلط فہمی میں نہ پڑیے کہ اذان دینے کے بعد وہ حدود اللہ کو پامال کرتا رہے' تب بھی اس کے لیے آگ سے برات ہے۔ حدیث میں محتسباً کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور یہ الفاظ ہی اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے کافی ہیں۔ اگر ایک آدمی پانچ وقت بغیر کسی لالچ کے اذان کہتا ہے تو اس سے یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ اذان دینے کے بعد اس طرح کے کام کرے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَّاعِیْ غَنَمٍ فِیْ رَاْسِ شَظِيَّةٍ لِّلْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَيُصَلِّیْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِیْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ مِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا ربّ اس بکریاں چرانے والے کو بہت پسند کرتا ہے جو پہاڑ کی چٹان پر بکریاں چراتا ہے اور نماز کے لیے اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' میرے اس بندے کی طرف دیکھو اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے۔ پس میں نے اپنے اس بندے کو بخش دیا اور میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (ابوداؤد نسائی)

عرب میں حالت یہ ہے کہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ میل آپ چلے جائیں دور دور تک کوئی بستی نہیں۔ خود ہم نے دیکھا ہے کہ میلوں تک کوئی آبادی نہیں اس سفر کے دوران کہیں کہیں کچھ جانور اور ایک آدھ آدمی نظر آیا' اس حدیث میں ایسا ہی منظر دکھایا گیا ہے۔ جنگل میں ایک چرواہا ہے' دور دور تک کوئی انسان موجود نہیں۔ وہ بکریاں چرا رہا ہے کہ ایسے میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے' اوپر خدا دیکھ رہا ہے' نیچے وہ خود ہے۔ یہ امکان نہیں کہ کوئی انسان اسے نماز پڑھتا دیکھ لے اور کہے کہ یہ نمازی ہے' نیک ہے' مگر وہ اذان دیتا ہے اور خود ہی امام اور خود ہی مقتدی بن کر اللہ کے روبرو سر نیاز خم کر دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آتی ہے۔ فرمایا کہ اس کی یہ اذان اور نماز اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ مجھ سے ڈرتا ہے اس لیے میں اپنے اس بندے کو جنت میں داخل کروں گا۔

عَنْ مُّعَاوِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں اونچی ہوں گی۔ (مسلم)

اذان دینے والے دراصل اللہ کے بندوں کو اس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں' لہٰذا قیامت کے دن اللہ کے دربار میں وہ باعزت ہوں گے۔

بلا اُجرت اذان کہنے والے بہتر ہیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ

عَلٰی کُثْبَانِ الْمِسْكِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَدّٰی حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَ رَجُلٌ یُّنَادِیْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كُلَّ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین شخص مشک کے تودوں پر ہوں گے۔ ایک تو وہ غلام جس نے خدا کا حق ادا کیا اور پھر اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا۔ دوسرے وہ شخص جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی رہی۔ تیسرے وہ شخص جو رات اور دن پانچوں نمازوں کی اذان دیتا ہے۔ (ترمذی)

مشک کے تودوں پر ہوں گے' فرما کر یہ تصور دلانا مقصود ہے کہ قیامت کے روز جب کس مپرسی کا عالم ہوگا کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ سخت تکلیف اور پیاس کی حالت ہوگی وہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی اس وقت بھی معزز مہمانوں کی مانند تواضع ہو رہی ہوگی۔ مشک کے تودوں پر بٹھایا جانا بجائے خود کوئی خوبی نہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ میدان حشر میں ان تین شخصوں کی مہمان داری کا اہتمام فرمائے گا۔

قرآن وحدیث میں ایک ہی عمل کا ایک انجام ذہن نشین کرایا گیا ہے' تاکہ اس کا شوق پیدا ہو لیکن اگر الگ الگ فضائل بیان کرنے سے کوئی شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ صرف یہی ایک عمل نجات کے لیے کافی ہے تو وہ غلطی پر ہے یہ سب اعمال مل کر یہ نیک نتیجہ برآمد کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر فعل نیک انجام ہے' بشرطیکہ وہ ایک نیک نظامِ زندگی کا جزو ہو۔ اگر ایک شخص ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل ہے اور پانچ وقت اذان دیتا ہے تو اس پر وہ نتیجہ مترتب نہیں ہوسکتا۔ یہ اعمال اگر مغفرت کا سبب بنتے ہیں تو نیک نظامِ زندگی اختیار کرنے پر۔ جب تک نیکیوں میں ایک ترتیب نہ ہو' وہ ایک نظام کے ساتھ مربوط نہ ہوں اس وقت تک الگ الگ ان سے یہ نتائج ظاہر نہیں ہوتے۔

اس اصولی وضاحت کے بعد حدیث میں جن تین شخصوں کا ذکر آیا ہے۔ اب ان کے احوال پر غور کیجیے سب سے پہلے اس شخص کا ذکر کیا جس نے خدا کا حق ادا کیا اور پھر اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا' اس میں مقدّم اللہ تعالیٰ کے حق کو رکھا۔ اگر آقا کے حقوق اللہ تعالیٰ کے حدود واحکام کے مطابق ہیں تو وہ انھیں ادا کرتا ہے' لیکن اگر حقوق اللہ کے خلاف ہیں تو ان کے ادا کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دوسرا شخص وہ ہے جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی رہی' یہ راضی رہی' کے الفاظ بڑے وسیع اور جامع ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ امام لوگوں پر زبردستی آ کر مسلّط نہ ہو جائے کہ لوگ کہنے لگیں برا آدمی ہے۔ ہماری مرضی کے بغیر ہمارا امام بن بیٹھا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ایک مضبوط اور پاکیزہ کیریکٹر کا مالک ہو' جب تک اس کی سیرت میں پاکیزگی نہیں ہوگی' لوگ اس سے راضی

نہیں ہو سکتے' ایک شخص جب نماز کی امامت کراتا ہے تو لوگ اس سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ باقی زندگی میں بھی ہمارے لیے ایک عملی مثال قائم کرے گا' لیکن اگر وہ گالیاں بکتا ہے۔ بداخلاقی اور ترش روئی سے پیش آتا ہے' بددیانت ہے تو ظاہر ہے کہ لوگ اس سے راضی نہیں ہو سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی زور آور اس کی پشت پر ہو اور لوگ اس کو بتا نہ سکیں' لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ اسے پسند نہیں کیا جائے گا۔

تیسرا شخص وہ ہے کہ پانچ وقت اذان دیتا ہے' اس سے پہلے بھی آ چکا ہے اور آگے بھی آئے گا کہ مؤذن وہ ہے جو خدا کے سوا کسی سے اجر کا طالب نہیں۔ اگر وہ بالمعاوضہ خدمت انجام دیتا ہے تو جس طرح چوکیداری ایک ملازمت ہے اسی طرح یہ اذان دینا بھی ہے۔ یہ اجر تب ملتا ہے جب ایک شخص دکان داری یا مزدوری کرے اور پھر اس کے بعد حاضر ہو کر مسجد میں ٹھیک وقت پر اذان دے۔ اپنی روزی خود کمائے اور پھر اذان کا یہ پنج وقتہ اہتمام کرے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا یَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِهٖ اَجْرًا۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت عثمان ابن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو میری قوم کا امام مقرر کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو تیری قوم کا امام مقرر کیا' لیکن نماز پڑھانے میں ضعیف ترین آدمی کا خیال رکھنا اور ایک مؤذن مقرر کر دینا جو اذان دینے کی اُجرت نہ لے۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی)

اس حدیث سے یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ حضرت عثمان ابن ابی العاص حضور ﷺ کے پاس امامت کے اُمیدوار بن کر آئے تھے کہ اس سے تنخواہ ملتی ہے' لہٰذا یہ ملازمت مجھے مل جائے۔ دراصل قبائل کے اندر امامت کے لیے ذمہ لینے کا سوال تھا جس کے لیے انھوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے انھیں مقرر فرمایا تو ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرما دی کہ نماز کو مختصر رکھنا۔ لمبی قرأت اور لمبے لمبے سجدے نہ کرنا اور اپنے مقتدیوں میں سے کمزور ترین آدمی کا خیال رکھنا کہ اس کو تکلیف نہ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک ایسا مؤذن بھی مقرر کر دینا جو بلا اُجرت اذان دینے کی ذمہ داری سنبھالے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فضیلت ان مؤذنوں کو حاصل ہے جو معاوضہ لیے بغیر یہ خدمت انجام دیں' اسلام میں پسندیدہ صورت یہ ہے کہ کوئی شخص نہ تو نماز پڑھانے کی ملازمت کرے اور نہ ہی اذان دینے کی۔ اگر کسی بستی میں سو پچاس آدمی رہتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کو اعزازی طور پر بذات خود یہ ذمہ داری لے لینی

چاہیے کہ وہ نماز پڑھائے گا اور اسی طرح اور کسی کو اذان دینے کی' وہ موجود نہ ہوں تو ان کے لیے متبادل افراد متعیّن کیے جاسکتے ہیں۔ مؤذن کو کہیں جانا ہو تو وہ کسی دوسرے آدمی کو کہہ جائے کہ میں باہر جارہا ہوں۔ میری جگہ تم اذان دے دینا۔ اس طرح یہ لوگ اپنا اپنا کام بھی کرتے رہیں اور ساتھ ساتھ ان فرائض سے بھی عہدہ برآ ہوں۔ یہ اسلام کا مطلوبہ نظام ہے' لیکن جب ممکن نہ ہو تو بامر مجبوری تنخواہ دار امام ہی رکھا جائے تاکہ مسجد کا انتظام استوار رہے' چونکہ آج کے دور میں انسانی مصروفیات بڑھ چکی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے ہر مسجد میں تنخواہ دار امام نظر آتے ہیں۔

اذان کی آواز بستی کے مسلم ہونے کا ثبوت

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ رَاعِيْ مِعْزًى. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے (کفار پر) حملہ کرنے کے لیے نکلتے تو حملہ کرنے سے پہلے انتظار کرتے کہ اس قبیلہ یا بستی سے اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز سن لیتے تو باز رہتے ورنہ پھر حملہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کرنے والے تھے کہ (جنگل سے) اللہ اکبر کی آواز آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص فطرت پر ہے (یعنی یہ پکار ایک فطری پکار ہے) پھر اس شخص نے پکارا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ سے بچ گیا' لوگوں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔ (مسلم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بستی سے اذان کی آواز آنا اس بات کی علامت ہے کہ یہاں اہلِ ایمان بستے ہیں اور اگر اذان کی آواز نہیں آتی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں اہلِ ایمان نہیں بستے۔ اور جب اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنے پر فرمایا کہ آگ سے بچ گیا تو معلوم ہوا کہ صرف اللہ اکبر کہنا آگ سے نجات کے لیے کافی نہ تھا۔ اس بات کو تو مشرکین بھی مانتے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے' یہ فطرت کی آواز ہے' لیکن اس زمانے میں جب کہ مشرکین آپ کی دعوت توحید کا انکار کررہے تھے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو شرک سے اس کی بریت ثابت ہوگئی۔

اندازہ فرمائیے کہ عہدِ رسالت میں کسی بستی سے اذان کی آواز مسلمان کے ہونے کی علامت تھی' لیکن آج

ہمارے ہاں جو نئے شہر بنائے جارہے ہیں' ان میں مسجد کے لیے کوئی پلاٹ ہی نہیں ہوتا' بعد میں جب چیختے ہیں' تب کہیں جا کر تعمیر مسجد کی منظوری دی جاتی ہے' مگر مسجد کے لیے کوئی جگہ نہیں رکھی جاتی۔[1] ایک طرف مسجد اور اذان کے ساتھ ہمارا یہ سلوک ہے اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہی اذان ایک بستی کے لیے مدار کفر و ایمان سمجھی جاتی تھی۔

اذان اور قبولیتِ دُعا

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُرَدُّ الدُّعَآءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان اور تکبیر کے درمیان دُعا رد نہیں کی جاتی۔ (ابوداؤد' ترمذی)

یعنی اذان اور اقامہ کے درمیان دس پندرہ منٹ کا جو وقفہ ہوتا ہے؟ اس میں یا مغرب کے وقت اذان کے فوراً بعد دُعا مانگی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مومن بندوں کا ذکر ہے ان بندوں کا نہیں جو اذان سننے کے بعد بھی' گھر پر رہتے ہیں اور نماز کے لیے نہیں آتے' وہ اگر اس وقتِ خاص میں دُعا مانگیں گے تو ان کی دُعا ان کے منہ پر ماردی جائے گی۔

قبولیتِ دُعا کی دو شکلیں ہیں' یا تو دُعا اسی وقت قبول کر لی جاتی ہے یا پھر اگر اسے قبول کرنا خلافِ مصلحت ہو (جیسا کہ کبھی کبھی بعد میں آدمی خود بھی اس سے واقف ہو جایا کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض کوئی اور چیز عطا فرما دیتا ہے' اور نہیں تو آخرت میں اس کا اجر تو ضرور مل کے رہتا ہے۔

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِیْنَ یَلْحَمُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا وَّ فِیْ رِوَایَۃٍ وَّتَحْتَ الْمَطَرِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَتَحْتَ الْمَطَرِ)

حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو دُعائیں رد نہیں کی جاتیں یا بہت کم رد کی جاتی ہیں' ایک تو اذان کے وقت کی دُعا اور دوسرے جنگ کے موقع پر جب کہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بارش کے وقت بھی۔ (ابوداؤد' دارمی' مگر دارمی میں بارش کا ذکر نہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ میدان جہاد میں جب مومنین اور کفار' برسرِ پیکار ہوں تو اس وقت ایک مجاہد جو دُعا

---

[1] مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ درس 28 مئی 1961ء کو دیا تھا

مانگتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں کرتا اور بارش کا وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک خاص وقت ہے' باران رحمت کا نزول ہو رہا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی جانب خاص طور پر متوجہ ہے' اس لیے اس وقت کی دُعا بھی بہت پر اثر ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ يَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اذان دینے والے تو ہم سے بازی لے گئے۔ حضور نے فرمایا جس طرح مؤذن کہتے ہیں تو بھی اسی طرح کہہ اور جب تو اذان کے جواب سے فارغ ہو جائے تو خدا سے مانگ تجھ کو دیا جائے گا۔'' (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ اگر مؤذن کو زیادہ اجر ملے گا تو کچھ نہ کچھ تمھیں بھی عطا ہوگا' اس روایت سے بھی پہلی احادیث کی تائید ہو رہی ہے کہ اذان کے بعد دُعا مانگنا' قبولیتِ دُعا کا خصوصی وقت ہے۔ ان احادیث کا مدعا یہ ہے کہ اذان جب دی جا رہی ہو تو اس کی آواز صدا بصحرا ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ایک آدمی جو شہادت دے رہا ہے' پوری بستی اسے دہرائے' گویا ایک ماحول پیدا کرنا مقصود ہے' تاکہ مسلمانوں کی بستیاں جیتے جاگتے مومنین کی بستیاں ثابت ہوں۔ مردہ مومنین کی نہیں کہ جس طرح اینٹوں اور پتھروں سے اذان کی آواز بغیر کوئی نتیجہ پیدا کیے گزر جاتی ہے۔ اس طرح ان سے بھی گزر جائے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ اِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِيْ ۔(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مغرب کی اذان کے وقت (یعنی اذان کے بعد) یہ دُعا مانگوں ''اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ اِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِيْ'' (اے اللہ یہ وقت ہے تیری رات کے آنے کا اور تیرے دن کے واپس جانے کا' اور تیرے پکارنے والوں کے پکارنے کا' پس تو مجھے بخش دے۔) (ابوداؤد' بیہقی)

یہ دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت کے لیے تعلیم فرمائی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی طرف بطور خاص متوجہ ہوتا ہے اور اس وقت دُعا مانگنا خصوصی طور پر

نافع ہے۔

ویسے تو انسان کو ہر حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے' لیکن ایک بندہ مومن کے لیے اصل مانگنے کی دُعا دُعائے مغفرت ہے کہ اے اللہ! سیدھے راستہ پر چلا اور انجام نیک کر' اصل دُعا بیٹے اور روزگار کی نہیں۔

اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعُ تَأْذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کے لیے یہ الفاظ سخت ہوتے ہیں' اس لیے وہ نہیں سنتا۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے واپس آ جاتا ہے۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے پھر پیٹھ پھر کر بھاگ اُٹھتا ہے۔ جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے' آ جاتا ہے' اور پھر آدمی اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے' کہتا ہے فلاں بات یاد کر۔ فلاں بات یاد کر یہاں تک کہ آدمی کو پتا ہی نہیں چلتا کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰی یَکُوْنَ مَکَانَ الرَّوْحَآءِ قَالَ الرَّاوِیْ وَالرَّوْحَآءُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی سِتَّةٍ وَّثَلٰثِیْنَ مِیْلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جس وقت شیطان نماز کی اذان سنتا ہے' بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ روحاء مقام تک پہنچ جاتا ہے' راوی کہتے ہیں روحاء مدینے سے چھتیس میل دور ہے۔ (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کے لیے اذان کی آواز بہت ہی گراں ہے۔

اذان کے متفرقات

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَسْمَعُ

مُدٰی صَوتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَھِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن وانس اور دوسری چیزیں جواذان کی آواز سنتے ہیں قیامت کے دن اس کے لیے گواہ ہوں گے۔ (بخاری)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ یہ جملہ فرما کر کہا اس شخص کے لیے جو پڑھنا چاہیے۔ (مسلم بخاری)

اس حدیث میں دوسری اذان سے مراد تکبیر اقامہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اذان اور تکبیر اقامہ کے درمیان کسی کے پاس کچھ وقت ہے تو مسجد میں بیٹھ کر یوں ہی گپیں نہیں ہانکی جانی چاہییں بلکہ نفل نماز پڑھنی چاہیے۔ تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کہتے ہوئے صراحت فرمادی کہ ایسا کرنا واجب نہیں۔ اچھا یہی ہے کہ یہ وقت نوافل میں صرف کیا جائے لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَ مَا یَفْرُغُ الْاٰکِلُ مِنْ اَکْلِہٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَآءِ حَاجَتِہٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تو اذان کہے تو ٹھہر ٹھہر کر کہہ اور جب تکبیر کہے تو جلدی جلدی کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہوجائے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضائے حاجت کرنے والا اپنی حاجت کو رفع کرنے سے اور اس وقت تک نماز کے لیے کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھ کو دیکھ نہ لو۔ (ترمذی)

یعنی اذان ٹھہر ٹھہر کر کہہ لیکن تکبیر میں جلدی کرو، گویا آج جو طریقہ رائج ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا فصل دو کہ کھانے والا، پانی

پینے والا اور بیت الخلا جانے والا اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اذان دی' تین منٹ کے بعد جماعت کرادی اور رخصت ہو گئے۔ ہمارے ہاں بھی یہی طریقہ ہے کہ اذان اور اقامہ کے درمیان عام نمازوں میں پندرہ منٹ کا فاصلہ رہتا ہے اور فجر کی نماز میں آدھ گھنٹا کا۔ یہ بعینہٖ وہی طریقہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے اس حدیث میں مروی ہے۔

ایک اور بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ ہمارے ہاں قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت نماز کے لیے اُٹھنے کا جو طریقہ رائج ہے' وہ صحیح نہیں۔ تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہو جانا چاہیے تا کہ صفیں وغیرہ درست ہو سکیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اس توقع میں کہ میں حجرہ میں سے آنے والا ہوں' تم پہلے سے کھڑے ہو جاؤ یعنی جب مجھے حجرے سے نکلتے دیکھ لو تب کھڑے ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَوْ بَعْضِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِی الْاِقَامَۃِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَامَھَا اللّٰہُ وَ اَدَامَھَا وَقَالَ فِیْ سَائِرِ الْاِقَامَۃِ کَنَحْوِ حَدِیْثِ عُمَرَ فِی الْاَذَانِ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ یا صحابہ میں سے کسی اور سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنی شروع کی جب انھوں نے کہا قد قامت الصلوۃ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اقامہا اللہ وادامہا یعنی اللہ نماز کو قائم رکھے اور ہمیشہ باقی رکھے اور تکبیر میں بھی وہی کچھ فرمایا جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے۔ (ابوداؤد)

یعنی راوی بھول گیا ہے کہ صحابی کون تھا۔ یہ یاد رہے کہ وہ صحابی تھا مگر کون تھا یہ یاد نہیں' اغلب خیال اس کا ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے اس لیے ان کا نام لیا۔

اس طرح کی احادیث جن میں راوی شک میں پڑ جائے مشتبہ سمجھی جاتی ہیں۔ ایک صحیح حدیث کے لیے ضروری ہے کہ راوی اس آدمی کا نام یقین اور اعتماد کے ساتھ پیش کرے جس سے اس نے یہ حدیث سنی' لیکن ایک بات اور بھی سمجھ لیجیے کہ اس طرح کی کمزور احادیث کو یوں ہی رد بھی نہیں کر دینا چاہیے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ حدیث میں جو مضمون بیان ہو رہا ہے' وہ دوسری احادیث یا قرآن حکیم کے خلاف تو نہیں۔ اس سے کوئی اور قباحت تو لازم نہیں آ رہی۔ جب تک ایسی صورت نہ ہو' محض شک کی بنا پر اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔

اسی حدیث کو لے لیجیے۔ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے الفاظ دہرایا کرتے تھے۔ اب اس حدیث میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے الفاظ بھی دہرایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح کہے جانے پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے تھے' کیونکہ مؤذن کے ساتھ ساتھ سننے والے کا بھی یہ کہنا ''کہ آؤ نماز کی طرف'' ایک بے معنی بات ہے' یہ حدیث یہ بیان کر رہی ہے کہ آپ قد قامت الصلٰوۃ کے الفاظ سن کر ''اقامہا اللہ وادامہا'' فرماتے۔ کیونکہ نمازی کا ''قد قامت الصلٰوۃ دہرانا بھی ایک بے معنی بات ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث کسی دوسری حدیث سے متصادم نہیں ہوتی' بلکہ الٹا بعض دوسری احادیث کا مضمون اس کی تائید کر رہا ہے' اس لیے راوی کے شک میں پڑ جانے کے باوجود اس حدیث کو قبول کر لیا جائے گا۔

ساتویں فصل

سُترہ کے مسائل

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوالزَّکٰوۃَ
فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ۔

پس اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں
اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں۔

سُترہ کے مسائل

نمازی کے آگے سے گزرنا بڑا گناہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْیَعْلَمُ اَحَدُکُمْ مَالَهٗ فِیْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَخِیْهِ مُعْتَرِضًا فِی الصَّلٰوةِ کَانَ لَاَنْ یُّقِیْمَ مِائَةَ عَامٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخُطْوَةِ الَّتِیْ خَطَا۔ (رَوَاهُ بْنُ مَاجَه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی یہ جان لے کہ اپنے نمازی بھائی کے سامنے سے گزرنے میں کتنا گناہ ہے تو وہ قدم اُٹھانے کے بجائے سو برس کھڑا رہنا بہتر جانے۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اَبِیْ جُهَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْیَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ لَکَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ قَالَ اَبُوالنَّضْرِ لَا اَدْرِیْ قَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابی جہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ یہ کتنی بری بات ہے تو وہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال ٹھہرا رہنا' گزرنے سے بہتر خیال کرے۔ (بخاری و مسلم)

راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں رہا کہ چالیس کے ساتھ کیا لفظ تھا۔ دن' مہینا یا سال یہاں نمازی کے آگے سے اس صورت میں گزرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے' جب کہ سترہ نہ ہو یا سترہ موجود ہو اور گزرنے والا سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزر رہا ہو۔ اس سے نہ صرف یہ کہ توجہ بٹتی ہے' بلکہ گزرنے والا اگر ایسے وقت گزر رہا ہے جب کہ نمازی رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہے تو اسے رکنا پڑے گا اور نماز میں خوامخواہ حرج واقع ہوگا۔ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوں اور لوگ مسلسل گزرنا شروع کر دیں تو آپ یوں محسوس کریں گے جیسے میں نماز ہی نہیں پڑھ رہا۔ (مولانا نے کہا کہ حرم میں مجھے خود اس کا تجربہ ہوا۔ وہاں اس سلسلے میں کوئی خاص پروا نہیں کی جاتی۔ یوں ہجوم کی وجہ سے وہاں اس کی اجازت بھی ہے' لیکن میں نے دیکھا ہے کہ اس سے قطع نظر لوگوں میں حس بھی

نہیں پائی جاتی۔ اس آمدورفت میں میں نے محسوس کیا کہ گویا میں نماز ہی نہیں پڑھ رہا' جس طرح یہ گھوم پھر رہے ہیں۔ میں بھی گھوم پھر رہا ہوں۔) سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نمازی پر ایک نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حد کے اندر اور محفوظ محسوس کرتا ہے۔

سترہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْدُوْا اِلَی الْمُصَلّٰی وَالْعَنْزَۃُ بَیْنَ یَدَیْہِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰی بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں عید گاہ تشریف لے جاتے۔ آپ کے آگے آگے ایک نیزہ بردار ہوتا اور جب عید گاہ پہنچتے تو نیزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کیا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے رُخ پر نماز پڑھتے۔'' (بخاری)

عنزہ چھوٹے سائز کی برچھی کو کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں تشریف لے جاتے تو وہاں آگے آگے ایک شخص برچھی اُٹھائے رکھتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں پہنچ جاتے تو وہ برچھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی کر دی جاتی اور اسے سترہ بنا دیا جاتا' سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جسے نماز پڑھتے ہوئے آدمی سامنے رکھ لیتا ہے تا کہ یہ نماز پڑھنے والے اور آنے والے کے درمیان حائل ہو جائے اور حد فاصل کا کام دے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک بڑی جماعت کسی ایسی جگہ نماز ادا کر رہی ہو جہاں سامنے دیوار نہیں اور وہاں لکڑی یا برچھی وغیرہ گاڑ دی جائے تو یہ پوری جماعت کا سترہ ہے اور یہ لکڑی وغیرہ بھی محض امام کے آگے گاڑنا کافی ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ سجدہ گاہ کو آدمی چھوڑ کر گزرے جہاں یہ سرحد شروع ہو وہاں کھڑا ہو جائے' وگرنہ نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا کب جائز ہے؟

وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ وَّ رَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ ثُمَّ رَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَۃً فَرَکَزَھَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حُلَّۃٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰی اِلَی الْعَنَزَۃِ بِالنَّاسِ رَکْعَتَیْنِ وَرَاَیْتُ النَّاسَ وَالدَّوَآبَّ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ الْعَنَزَۃِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے میں دیکھا' آپ مقام ابطح میں جوایک وادی ہے' جسے بطحا بھی کہتے ہیں اورابطح بھی ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں تھے۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لائے۔ لوگ پانی کو جھپٹ جھپٹ کر لیتے تھے' جس کو مل جاتا تھا' وہ منہ اور کپڑوں پر مل لیتا' جس کو موقع نہ ملتا وہ پاس والے آدمی کے ہاتھ ہی کو چھو لیتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے ایک برچھی گاڑی' پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے (یہ مراد نہیں کہ وہ پورا سرخ تھا۔ مطلب یہ کہ اس پر سرخ دھاریاں تھیں) تشریف لائے اور برچھی کے رُخ کھڑے ہوگئے۔ لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور نیزے کے اس طرف سے گزر رہے تھے۔ (بخاری' مسلم)

اس حدیث میں راوی نے ایک نقشہ کھینچا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کی عقیدت کا عالم کیا تھا۔ اس طرح کے مظاہرے کئی مواقع پر سامنے آئے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار کا قاصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور ایک قطرہ نیچے نہیں گرنے دیتے۔ اس قاصد نے واپس جا کر کفار سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ تم کیا کرو گے جن کا اپنی جماعت پر یہ اثر ہے۔

حدیث کا دوسرا ٹکڑا اسی سترہ کے متعلق ہے' اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے آگے برچھی وغیرہ گاڑ دی جائے اور اس حالت میں اس کے سامنے سے آدمی یا جانور گزرتے رہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَّ اَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَ اَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک روز گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ان ایام میں میں سن بلوغ کے قریب تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے اور دیوار کے علاوہ کوئی اور سترہ آپ کے سامنے نہ تھا۔ میں دو صفوں کے درمیان سے گزرا اور گدھی سے اتر کر اسے چرنے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا' اس پر کسی نے ناراضی کا اظہار نہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ گدھی کے سامنے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اس ضمن میں وہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں' اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے سامنے سترہ

ہے تو آپ صف کے آگے سے گزر سکتے ہیں مگر امام کے آگے سے نہیں' اور یہ صف کے آگے سے گزرنے کی اجازت بھی صرف اسی صورت میں ہے جب کہ آپ کسی کاروبار کے لیے نہیں' نماز میں شامل ہونے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ بسا اوقات پیچھے سے راستہ نہیں ہوتا' یا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس وقت مجبوراً صف کے آگے سے گزرنا پڑتا ہے۔

نمازی کے سامنے انسان کا لیٹنا

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ وَ اَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاِعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی رہتی تھی جس طرح جنازہ رکھا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس زمانے میں مکان چھوٹے ہوتے تھے' جگہ تنگ تھی۔ حضور ﷺ تہجد کی نماز پڑھتے تو اتنی جگہ نہ ملتی کہ کسی اور طرف ہٹ کر نماز ادا کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے لیٹی رہتیں' حضور ﷺ نماز ادا کرتے گویا سامنے سے گزرنا تو ایک طرف رہا' بیوی کا سامنے پڑا رہنا بھی نماز کو ضائع نہیں کرتا۔

یہاں لفظ ''جنازہ'' خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ کتنا لطیف کنایہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا کہ حضور ﷺ کی انابت الی اللہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ عبادت کے وقت بیوی کی موجودگی آپ ﷺ کے لیے جنازے کی مثل تھی کہ کوئی صنفی کشش بیوی میں آپ ﷺ کو محسوس نہ ہوتی تھی۔

بیٹھے ہوئے اونٹ یا کجاوے کا سترہ

وَعَنْ نَّافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّیْ اِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ قُلْتُ اَفَرَاَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَاْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ فَيُصَلِّیْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی سواری کے اونٹ کو بٹھا لیتے اور اس رُخ پر نماز پڑھ لیتے۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جب اونٹ چرنے چلے جاتے تھے تو آپ ﷺ کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ کجاوے کو درست کر کے رکھ لیتے اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لیتے۔''

یعنی صحرا میں گزر رہے ہیں۔ نماز کا وقت ہو گیا تو ایسے میں اونٹ کو آڑ بنا کر اس رُخ پر نماز ادا کر لی اور اگر

اونٹ چرنے چلا گیا تو سترے کے طور پر اس کا کجاوہ سامنے رکھ لیا۔ معلوم ہوا کہ سترے کے لیے لکڑی ہی ضروری نہیں کوئی ایسی چیز جو تھوڑی سی بلند ہو سترے کے لیے کافی ہے۔ بس علامت نماز کے طور پر دور سے آدمی کو یہ چیز نظر آ جانی چاہیے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت طلحہ ابن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے مانند اونچی لکڑی رکھ لے تو اس کے رُخ پر نماز پڑھ لے اور اس کی پروانہ کرے کہ آگے کون گزر رہا ہے۔ (مسلم)

''باب السترہ'' میں اس سے پہلے کی احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کیا جا رہا ہے۔ اب قولی احادیث شروع ہوتی ہیں، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیا تھا۔

سترہ کے لیے زمین پر خط کھینچنا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے۔ کچھ نہ ملے تو لکڑی ہی سہی، عصا بھی نہ ہو تو خط ہی کھینچ دے۔ پھر کسی کا اس کے سامنے سے گزرنا کوئی ضرر نہ دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

یعنی نماز پڑھتے وقت کوئی نہ کوئی چیز آدمی کو اپنے آگے ضرور رکھ لینی چاہیے، اور کچھ نہیں ملتا تو کم سے کم اپنے اور اپنی سجدہ گاہ کے آگے ایک خط ہی کھینچ دے تا کہ آنے والا دیکھ سکے کہ یہ اس کی سجدہ گاہ کی حد ہے۔ گویا آخری چارہ کار ہے لکیر کھینچ کر حد قائم کر لینا۔

سترہ، نمازی کے قریب ہو

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَايَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلٰوتَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت سہیل ابن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے سترے

کے رُخ نماز پڑھے تو وہ سترے کو اپنے قریب رکھے تا کہ شیطان اس کی نماز توڑ نہ دے۔ (ابوداؤد)

سترہ اور نمازی کے درمیان زیادہ فاصلہ نمازی کو تنگ کرنے کے ہم معنی ہے۔ اس صورت میں آنے والے کو معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ اس نے سترہ گاڑا ہوا ہے۔ پھر یہ اپنے حق سے تجاوز بھی ہے۔ حق سے زیادہ آپ کسی کو روکنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لیے سترہ اتنی ہی دوری پر گاڑا جائے جتنا ضروری ہے۔

سترے کا احترام

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَّسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلْیَدْفَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ (ھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاہُ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو سامنے کھڑا کر کے نماز ادا کرے۔ پھر ایسی حالت میں جو شخص سترہ اور نمازی کے درمیان میں سے گزرنا چاہے تو نمازی کو چاہیے کہ وہ اس کو اس سے روکے اور اگر وہ نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (یہ لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم نے اس کا مفہوم لکھا ہے)

یعنی جب کوئی شخص سترہ کی بھی پروا نہ کرے تو اسے ہاتھ بڑھا کر روکیے۔ اس پر بھی نہ رکے تو اس کی باقاعدہ مزاحمت کیجیے' کیونکہ وہ جو حرکت کر رہا ہے' وہ شیطان ہی کے شایانِ شان ہو سکتی ہے۔

فقہ اسلامی کی رو سے اس مزاحمت کے نتیجے میں اگر گزرنے والے کا کوئی نقصان ہو جائے تو وہ اسلامی عدالت میں دعویٰ دائر نہیں کر سکتا اور نہ ہی عدالت اس کے نقصان کی تلافی کرے گی۔ گویا یہ ایک گناہ ہی نہیں فوج داری جرم بھی ہے۔

آٹھویں فصل

نماز کا طریقہ

قبلہ

قبلہ ساری شریعتوں میں ایک نہ تھا' مگر نماز ساری شریعتوں میں فرض رہی ہے اور اس کے اوقات' رکعات وغیرہ میں فرق تھا اسی طرح روزہ ہر شریعت میں فرض تھا مگر رمضان کے تیس روزے دوسری شریعتوں میں نہ تھے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے کہ مطلقاً نماز اور روزہ تو اقامتِ دین میں شامل ہیں' مگر ایک خاص طریقے سے نماز پڑھنا اور خاص زمانے میں روزہ رکھنا اقامتِ دین سے خارج ہے' بلکہ اس سے صحیح طور پر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی کی اُمت کے لیے اس وقت کی شریعت میں نماز اور روزے کے لیے جو قاعدے مقرر کیے گئے تھے انھی کے مطابق اس زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا دین قائم کرنا تھا اور اب اقامتِ دین یہ ہے کہ ان عبادتوں کے لیے شریعتِ محمدیہ میں جو طریقہ رکھا گیا ہے' اس کے مطابق انھیں ادا کیا جائے۔

نماز کا طریقہ

حضور اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَحُ صَلٰوتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

بعض نے اس کا مطلب یہ لیا کہ جہر سے پڑھتے تھے لیکن یہ بات واضح نہیں' افتتاح کا مطلب ضروری نہیں کہ زور سے پڑھنے کا لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ **سبحانك اللّٰهم** پڑھنے سے پہلے آپ ﷺ بسم اللہ پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کو تکبیر اور الحمد للہ ربّ العالمین کی قرأت کے ساتھ شروع کرتے۔ جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ بلند کرتے اور نہ پست بلکہ اس کے درمیان رکھتے' جب اپنا سر رکوع سے اُٹھاتے تو سجدہ کرنے سے پہلے بالکل سیدھا کھڑے ہو جاتے اور اپنا سر سجدہ سے اُٹھاتے تو سیدھا بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھا کرتے اور اس وقت وہ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے اور شیطان کے عقبہ سے منع فرماتے تھے اور منع فرماتے تھے کہ آدمی درندوں کی طرح اپنے دونوں بازو بچھائے' اور نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرتے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے ہرگز نہ گزرا جائے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ نیز نماز پڑھتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ نماز کو مسجد میں بالکل سکون سے ادا کیا جائے' رکوع سے اُٹھنے کے بعد سجدے سے اُٹھنے کے بعد جسم کو بالکل سیدھی حالت میں سکون دیا جائے۔

رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں نماز پڑھی اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی نماز دھرا لے' تو نے نماز نہیں پڑھی' پس اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے سکھا دیں کہ میں کس طرح نماز پڑھوں۔ فرمایا: جس وقت تو قبلے کی طرف منہ کرے تو کہہ اللہ اکبر پھر سورۂ فاتحہ پڑھ اور مزید جو اللہ چاہے وہ پڑھ پھر جس وقت تو رکوع کرے تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ اور اپنے رکوع میں ٹھہر کر اپنی کمر کو سیدھا کر پھر جب رکوع مکمل کر لے تو اونچا ہو تو اپنی کمر سیدھی کر اور سر کو اُٹھا یہاں تک کہ ہڈیاں پھر اپنے جوڑوں پر آ جائیں۔ پھر جب تو سجدہ کرے

تو سجدہ میں ٹھہر۔ پھر جب تو اُٹھے تو بائیں ران پر بیٹھ' پھر اپنی ہر رکعت میں اور سجدہ میں اسی طرح کر حتیٰ کہ تجھے اطمینان ہو جائے۔ (یہ لفظ مصابیح کے ہیں' ابوداؤد نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسے روایت کیا اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسے معناً روایت کیا'')

تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَ بَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآءَةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان سکون اختیار فرماتے۔ میں نے ایک دن عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ تکبیر اور قرآن کے درمیان خاموش رہ کر کیا پڑھتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں یہ پڑھتا ہوں: ''اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔'' اے اللہ مجھے گناہوں سے اس طرح دور رکھ جس طرح تو نے مشرق کو مغرب سے دُور رکھا ہے' اے اللہ! مجھ کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سپید کپڑے کو گندگی سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی' برف' اولوں سے دھو ڈال۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں مختلف اوقات میں مختلف چیزیں پڑھی ہیں۔ عام طور پر لوگ تکبیر اور قرأت کے درمیان **سبحانك اللّٰهم وبحمدك** پڑھتے ہیں۔ یہ بھی من جملہ ان اذکار سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پڑھتے تھے' لیکن آپ نے ہمیشہ یہی نہیں پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کچھ پڑھتے تھے' کبھی کچھ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ روایات میں اختلاف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ مختلف اوقات میں مختلف اذکار پڑھتے تھے۔ بعض نے ان اذکار میں سے کسی ایک کا التزام کر لیا ہے' کسی نے دوسرے کا **سبحانك اللّٰهم وبحمدك** کا التزام کر لیا ہے' کسی نے دوسرے کا **سبحانك اللّٰهم وبحمدك** کا التزام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری کے ہاں ملتا ہے اور یہ کافی آسان بھی ہے' لیکن اگر آدمی ساری دُعائیں یاد کر لے اور بدل بدل

کرانھیں نماز میں پڑھتا رہے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

اب اس روایت میں جو دُعا بتائی گئی ہے۔اس کے الفاظ پر غور کیجیے' پہلی بات یہ فرمائی کہ مجھے خطاؤں سے اتنا دور رکھ جتنا مشرق سے مغرب دور ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جس طرح سفید کپڑے سے گندگی دھودی جاتی ہے' اسی طرح تو مجھے گناہوں سے پاک صاف کردے۔ دُعا کے تیسرے ٹکڑے میں اختصار ہے۔ یہاں ایک بڑے مضمون کو چھوٹے فقرے میں ادا کیا گیا ہے۔اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح گندگی مختلف چیزوں سے دھوئی جاتی ہے پانی سے' وہ نہ ملے تو برف سے برف نہ ہو تو اولوں سے' اسی طرح تو میری خطاؤں کو اپنی مختلف اور گوناگوں رحمتوں سے دھوڈال۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ خطاؤں سے آدمی جہنم کا سزاوار قرار پاتا ہے۔ جہنم میں تپش ہے تو اس تپش کی نسبت سے ''پانی' برف اولے'' کہا' یعنی میرے گناہوں کو اس رحمت سے دھوڈال جو جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کرنے والی ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ يُصَلِّیْ تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ مِثْلَ حَدِيْثِ جَابِر اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''تطوع'' کے لیے (یعنی نفل نماز پڑھنے کے لیے) کھڑے ہوتے تو کہتے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور پھر اوپر والی حدیث کے الفاظ کہتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان میں وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کہا گیا ہے اور اس میں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اس کے بعد آپ فرماتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ یعنی اے اللہ تو ہی بادشاہ فرماں روا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو پاک ہے اور ہر تعریف تجھے ہی زیب دیتی ہے۔ اس کے بعد آپ قرأت پڑھتے۔ (نسائی)

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ

الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّیْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِیْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْاَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ثُمَّ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلشَّافِعِیِّ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ وَالْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَيْتَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ لَا مَنْجَاَ مِنْكَ وَلَا مَلْجَاَ اِلَّا اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے (اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے) اللہ اکبر کہتے' پھر یہ پڑھتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّیْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِیْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

''یعنی میں نے یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز' میری قربانیاں' میری زندگی اور میری موت اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے' اور میں فرماں برداروں

میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو میرا مالک ہے' میں تیرا بندہ ہوں' میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور میں اپنی خطاؤں کا معترف ہوں تو میرے سارے گناہوں کو بخش دے' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں اور بہترین اخلاق کی طرف میری رہنمائی کر' کیونکہ اس جانب تو ہی میری رہنمائی کر سکتا ہے اور بدترین اخلاق سے مجھے بچا اور تو ہی مجھے بدترین اخلاق سے بچا سکتا ہے۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں اور تیرا حکم بجالانے پر تیار ہوں۔ تمام بھلائیاں اور نیکیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور برائی تیری جانب منسوب نہیں۔ میں تجھ پر بھروسا رکھتا ہوں اور تیری ہی قوت سے قائم ہوں' تو بابرکت ہے اور بلند و برتر ہے۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔

اور جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے' تو یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ

''اے اللہ! میں تیرے لیے رکوع کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیرا مطیع فرمان ہوتا ہوں' اپنی سماعت' بصارت' ہڈیوں اور ان کے گودے سمیت۔''

اور جب سر اُٹھاتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْاَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ

''اے اللہ! اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے حمد ہے' آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اس کے برابر' اور اس چیز کے برابر جو تو بعد کو پیدا کرے۔''

اور جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو یہ کہتے۔

اَللّٰهُمَّ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا' تیرے آگے جھک گیا۔ میں اس ذات کے آگے سجدہ ریز ہوں جس نے مجھے پیدا کیا' جس نے میری شکل بنائی اور سماعت و بصارت بخشی۔ اللہ تعالیٰ بہت برکت والا اور سب بنانے والوں سے بہتر بنانے والا ہے۔''

پھر التحیات اور سلام کے بعد آپ ﷺ یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا

اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْت .

اے اللہ! میرے پہلے اور بعد کے گناہ معاف کرنا جو میں نے چھپ کر کیے یا علانیہ کیے اور جو کچھ میں نے زیادتی کی اور اس گناہ کو جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے' تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے پھیرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دُعائیں منقول ہیں' ان کے الفاظ پر غور کیجیے' اگر ایک آدمی اسلامی ذوق رکھتا ہے تو وہ ان پر غور کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ الفاظ رسول اللہ کی زبان مبارک کے سوا کسی کی زبان سے نہیں نکل سکتے اور یہ بلند تخیّل کسی اور کا نہیں ہوسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ احادیث کو وضعی اور من گھڑت بتاتے ہیں' وہ سخت کور ذوق ہیں۔ اس حدیث میں جتنی دُعائیں مذکور ہیں اگر انھی کو جمع کرلیا جائے تو دل گواہی دیتا ہے کہ یہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہی سے نکلی ہوں گی۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ لَانَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَارِثَةَ وَقَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ "سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" اے اللہ میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں کہ تو ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ تیرے نام ہی میں برکت ہے' تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ عنہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے اور بعض روایات سے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر' عمر' عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی انھی الفاظ سے نماز کا آغاز کرتے تھے' اور آج کل بھی جمہور مسلمان انھی الفاظ کے ساتھ نماز کا آغاز کرتے ہیں۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ صَلٰوةً قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلٰثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّذَكَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَفْخُهُ الْكِبْرُ وَنَفْثُهُ الشِّعْرُ

وَهَمْزُهُ الْمَوْتَةُ۔

حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلٰثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ "یعنی اللہ بہت بڑا ہے' بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اور بہت تعریف اللہ کے لیے اور بہت بڑا ہے' بہت تعریف اللہ کے لیے میں صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ تین بار۔ میں پناہ مانگتا ہوں' اللہ سے اس بات کے لیے' کہ شیطان میرے اندر کوئی مشرکانہ وسوسہ ڈالے یا مجھے کسی گناہ' ظلم یا زیادتی پر اُکسائے۔ اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے مگر انہوں نے الحمد للہ کثیرً اکا ذکر نہیں کیا۔ اس کے آخر میں من الشیطان الرجیم ہے اور عمر نے کہا ہے کہ نفخ شیطان کا کیس ہے اور اس کا نفث اس کا شعر ہے اور ہمز اس کا جنون ہے۔"

(ابوداؤد' ابن ماجہ)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّءَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّءَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھتے:

اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّءَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّءَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ ۔

"یعنی میری نماز میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے سر جھکانے والا یعنی مسلمان ہوں' اے اللہ! مجھ کو بہترین اعمال کی ہدایت دے اور بہترین اخلاق کی بھی۔ بہترین

اعمال اور اخلاق کی کوئی ہدایت نہیں دے سکتا' مگر تو اور مجھ کو برے اعمال اور برے اخلاق سے بچا۔ برے اعمال اور برے اخلاق سے کوئی نہیں بچا سکتا' مگر تو.....'' (نسائی)

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا۔

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت ہے ''جو فاتحہ اور اس کے بعد قرآن میں سے نہیں پڑھتا۔''

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نامکمل ہے۔ یہ کلمات تین مرتبہ فرما کر کہا پوری نہیں ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہ سے کہا گیا کہ جب ہم امام کی اقتداء میں ہوتے ہیں؟ تو انھوں (ابو ہریرہ) نے کہا کہ ایسے وقت میں آہستہ پڑھ لو' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ''میں نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دی ہے اور بندے کے لیے وہ ہے جو وہ سوال کرتا ہے۔ جب بندہ الحمد لله ربّ العالمين کہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب نمازی الرحمن الرحيم کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ بندے نے میری ثناء کی جب مالك يوم الدين کہتا ہے تو ربّ فرماتا ہے اس نے میری عظمت بیان کی'

اور جب ایاك نعبد و ایاك نستعین کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے جو بھی وہ طلب کرے اور جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے جو وہ طلب کرے۔ (مسلم)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے (حالانکہ) امام کے پیچھے مقتدی کے لیے اس کی تلاوت کی ضرورت نہیں کیونکہ امام سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا ہے' اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کا سننا نیز اس وقت خاموش رہنا واجب ہے۔

آمین بالجہر

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَأَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَصَدَّقَهٗ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ۔

حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سکتے یاد رکھے ہیں (سکتے سے مراد ہے خاموش رہنا) ایک سکتہ تکبیر افتتاح کے بعد قرأت سے پہلے اور ایک غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد (دوسری سورہ شروع کرنے سے پہلے) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمین بالجہر نہیں کہتے تھے۔ یہ حدیث سکتے کا اثبات کرتی ہے' اصل میں مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مختلف تھا۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر کہی' کبھی اس کے برعکس عمل کیا۔ گویا حدیث سے یہ دونوں عمل ثابت ہیں' جس کا دل جس مسلک پر مطمئن ہو اس کے مطابق عمل کرے۔ دوسرے مسلک کی مذمت کرنا صحیح نہیں۔

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو والالضالین کے بعد بلند آواز سے آمین کہتے سنا ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی' ابن ماجہ)

اس روایت سے آمین بالجہر کا ثبوت مل رہا ہے جبکہ پہلی روایت سے آمین بالجہر ثابت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں عمل صحیح ہیں اور دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر کوئی شخص آمین بالجہر کہہ رہا ہے تب بھی صحیح ہے اور اگر کوئی آمین بالسر کہہ رہا ہے تب بھی صحیح۔ جو شخص ان میں سے کسی طریقے پر اعتراض کرتا ہے وہ دراصل

حضور نبی کریم ﷺ پر اعتراض کرتا ہے۔

آمین کے معنی ہیں ''اے اللہ! قبول کر'' اسے زور سے کہنے یا آہستہ کہنے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر رسائل بازی اور مناظرہ بازی کی کیا ضرورت ہے اور کیوں ہمارے علمائے کرام اس میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔

دوسری رکعت کا آغاز

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِیَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَآءَةَ بِاَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلَمْ یَسْكُتْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ شروع کر دیتے اور خاموش نہ رہتے۔ (مسلم)

یعنی دوسری رکعت میں سبحانك اللّٰهم وغیرہ کوئی ذکر نہیں کرتے تھے' بلکہ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی سورۂ فاتحہ شروع کر دیتے تھے۔

نویں فصل

نماز میں قرأت

جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں' اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں' یقیناً وہ ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔

(فاطر 29:35)

تلاوت قرآن' ادائیگی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کے عمل کو تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ آدمی تجارت میں اپنا سرمایہ اور محنت وقابلیت اس اُمید پر صرف کرتا ہے کہ نہ صرف اصل واپس ملے گا' نہ صرف محنت اور وقت کی اُجرت ملے گی' بلکہ کچھ مزید منافع بھی حاصل ہوگا۔ اسی طرح ایک مومن بھی خدا کی فرماں برداری میں اس کی بندگی وعبادت میں اور اس کے دین کی خاطر جدوجہد میں اپنا مال' اپنے اوقات' اپنی محنتیں اور قابلیتیں اس اُمید پر کھپا دیتا ہے کہ نہ صرف ان سب کا پورا پورا اجر ملے گا' بلکہ اللہ اپنے فضل سے مزید بہت کچھ عنایت فرمائے گا' مگر دونوں تجارتوں میں فرق اور بہت بڑا فرق اس بنا پر ہے کہ دنیوی تجارت میں محض نفع ہی کی اُمید نہیں ہوتی' گھاٹے اور دیوالے تک کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے جو تجارت ایک مخلص بندہ اپنے خدا کے ساتھ کرتا ہے' اس میں کسی خسارے کا اندیشہ نہیں۔

نماز میں قرأت

نماز فجر میں تلاوت

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا۔ (مُسْلِمْ)

حضرت جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں ''ق والقرآن المجید'' اور اس کی مثل کوئی سورت پڑھتے تھے اور اس کے بعد کی نمازوں میں اس سے کم پڑھتے۔ (مسلم)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً آپ ﷺ کی نمازوں میں سب سے لمبی نماز فجر کی تھی۔ اگرچہ بعض مواقع پر ایسا بھی ہوا ہے کہ فجر کے وقت بھی آپ ﷺ نے چھوٹی سورتیں تلاوت فرمائی ہیں، لیکن عام طور پر آپ ﷺ کا قاعدہ یہی تھا کہ آپ ﷺ فجر میں طویل قرأت پسند فرماتے تھے، اور دوسری نماز میں چھوٹی سورتیں تلاوت فرماتے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ۔ (مُسْلِمْ)

حضرت عمرو ابن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں واللیل اذا عسعس پڑھتے سنا ہے۔'' (مسلم)

یہ آخری پارے کی متوسط سورتیں ہیں، نہ طویل نہ مختصر۔

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کی رسی تھامے آگے آگے جا رہا تھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، عقبہ! کیا میں تجھے قرآن کی دو بہترین سورتوں کی خبر دوں؟ پھر آپ ﷺ نے مجھے ''قل اعوذ بربّ الفلق'' اور ''قل اعوذ بربّ الناس'' کی تعلیم دی۔ حضور ﷺ نے محسوس کیا کہ میں کچھ زیادہ خوش نہیں، صبح کے وقت منزل پر اتر کر آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں انھیں دونوں صورتوں کو پڑھا آپ ﷺ نماز کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عقبہ! تو نے کیسا پایا؟'' (احمد، ابوداؤد، نسائی)

یہ روایت بتاتی ہے کہ حضور ﷺ نے نماز فجر میں قل اعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ بربّ

الناس جیسی دو مختصر سورتوں کی تلاوت فرمائی۔ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی ایک معمول نہ تھا۔ عموماً آپ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز آپ لمبی پڑھتے تھے اور مغرب کی مختصر، مگر کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوا ہے کہ مغرب کی نماز میں آپ نے لمبی سورتیں پڑھی ہیں اور فجر کی نماز میں مختصر۔

دوسری بات اس روایت سے یہ معلوم ہوئی کہ نماز میں قرأت کرتے ہوئے آپ ﷺ موقع ومحل کا خاص خیال رکھتے تھے، یہاں دیکھیے سفر کی حالت ہے اور عرب میں عموماً سفر رات کے وقت کرتے ہیں، دن کو خوفناک لو چلتی ہے۔ ریگستان میں سے گزرتے ہوئے لو لگنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔ اب بھی نو بجے گرمی کے زمانے میں ٹرین کو روک دیا جاتا ہے اور پھر وہ عصر کی نماز کے قریب روانہ ہوتی ہے۔ اس زمانے میں بھی راتوں کو سفر کرتے تھے، چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ رات بھر سفر کرتے رہے، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نماز کے لیے اترے۔ رات بھر چلنے کے بعد بھی حضور لمبی نماز پڑھ سکتے تھے، لیکن آپ ﷺ کو اپنے تھکے ہوئے ساتھیوں کا خیال تھا اس لیے آپ نے نماز میں دو مختصر سورتیں پڑھیں۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نماز میں کمزور ترین آدمی کا خیال کرتے تھے۔ فجر اور عشا کی نماز میں عورتیں شریک ہوتی تھیں۔ اگر آپ کو کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ نماز کو مختصر کر دیتے۔

تیسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان سورتوں کو قرآن کی دو بہترین سورتیں کیوں فرمایا؟ قرآن میں ویسے تو کسی لحاظ سے بھی کم اور زیادہ فضیلت کا سوال پیدا نہیں ہوتا، یہ سب اللہ کا کلام ہے، لیکن اس میں مختلف سورتیں مضامین کے اعتبار سے خاص فضیلت کی حامل ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جن دو سورتوں کا ذکر فرمایا۔ یہ اللہ سے پناہ مانگنے کے بارے میں مکمل ترین ہیں۔ اسی وجہ سے تعوذ کے لحاظ سے آپ نے انھیں بہترین قرار دیا۔ اس خاص موقع پر ان کی تعلیم دینے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے ساتھی صحرا سے گزر رہے تھے، زمانہ خطرے کا تھا، کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا تھا۔ غالباً آپ نے محسوس کیا کہ عقبہ رضی اللہ عنہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں، ایسے میں آپ ﷺ نے ان دو سورتوں کی تعلیم دی۔ کوئی بھی شخص انھیں سوچ سمجھ کر پڑھے، وہ ہر خطرے سے اللہ کی پناہ میں آ جائے گا۔

اس روایت کا چوتھا پہلو آپ کا معلمانہ اور حکیمانہ انداز ہے۔ جب ان دو سورتوں سے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو کچھ زیادہ خوشی نہیں ہوئی تو آپ ﷺ نے یہی سورتیں نماز میں پڑھیں تاکہ ان کی اہمیت ان پر اور اچھی طرح واضح ہو جائے اور اگر ایک مرتبہ انھوں نے ان سورتوں کے خصائص کا ادراک نہیں کیا تو اس دوسرے موقع کے بعد ان کی اہمیت کا احساس کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِیْ رَكْعَتَیِ

الْفَجْرِ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی دونوں رکعتوں میں قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تو عام طور پر یہ تھا کہ فجر کی نماز میں لمبی سورتیں تلاوت فرماتے تھے، مگر کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی سورتیں تلاوت فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ آپ نے آخری پارے کی دو مختصر ترین سورتیں بھی نماز فجر میں پڑھی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو کسی بیمار کا خیال ہو، یا اس دن نماز دیر سے شروع ہوئی ہو، یا کوئی اور وجہ ہو، بہر حال ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَالَّتِیْ فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ قُلْ یٰاَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کی دونوں رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا" اور وہ آیت جو آلِ عمران میں ہے۔ یعنی قُلْ یٰاَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ پڑھتے تھے۔ (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ نماز میں کوئی پوری سورت تلاوت کرنا ضروری نہیں، کسی لمبی سورت کے چند رکوع بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِاٰلٓمّٓ تَنْزِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں آلم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ۔ (بخاری و مسلم)

نماز ظہر و عصر میں تلاوت

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ بِاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَفِیْ رِوَایَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِکَ وَفِی الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذٰلِکَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں "واللیل اذا یغشٰی"

پڑھتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھتے تھے اور عصر میں بھی اس کے مانند کوئی سورت اور صبح (کی نماز) میں اس سے لمبی قرأت فرماتے۔ (مسلم)

یہ جو روایت میں آتا ہے کہ ''آپ ایسا کرتے تھے'' تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کا دائماً یہی معمول تھا۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی نے متعدد مرتبہ حضور ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ ہر صحابی نے زیادہ تر آپ ﷺ کو جو کرتے دیکھا اپنی روایات میں وہی بیان کیا۔

نماز مغرب میں تلاوت

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ ''طور'' پڑھتے سنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

سورۂ طور ایک لمبی سورت ہے۔ دوسری اکثر روایات یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھا کرتے تھے' کیونکہ اس نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے۔

وَعَنْ اُمِ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اُم الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہ بھی ایک لمبی سورت ہے' معلوم ہوا کہ کبھی کبھی آپ مغرب میں لمبی سورت بھی پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کا معمول اس وقت کی نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کا تھا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِيْ رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورہ ''اعراف'' پڑھی اور اسے دونوں رکعتوں میں تقسیم کر دیا۔ (نسائی)

سورۂ اعراف' سورۂ بقرہ کے بعد قرآن کی سب سے لمبی سورت ہے' مگر یہ روایت بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز مغرب میں دو رکعتوں کے اندر پوری سورت تلاوت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ قرأت میں کوئی ایک طریقہ نہیں۔ موقع و محل کا خیال کرتے ہوئے کبھی آپ ﷺ نے مختصر سورت پڑھی ہے' کبھی طویل۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُقَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِیْ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (رَوَاہُ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن مغرب کی نماز میں قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے۔'' (شرح السنہ)

یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایسا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے۔

نماز عشا میں تلاوت

وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَداً اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشا کی نماز میں ''والتین والزیتون'' پڑھتے سنا ہے میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہیں سنا۔ (بخاری و مسلم)

اس طرح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں لمبی سورت پڑھ لیا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ نماز عشا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سورہ پڑھی۔ معلوم ہوا کہ امام کو موقع ومحل کی مناسبت سے قرأت کرنی چاہیے۔

قرأت میں مقتدیوں کا لحاظ

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُقَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یُّصَلِّی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَاْتِیْ فَیَؤُمُّ قَوْمَہٗ فَصَلّٰی لَیْلَۃً مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰی قَوْمَہٗ فَاَمَّھُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی وَحْدَہٗ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَہٗ اَنَا فَقْتَ یَافُلَانُ ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ وَلَاٰتِیَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَاُخْبِرَنَّہٗ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّھَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰی مَعَکَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰی قَوْمَہٗ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مُعَاذٍ وَقَالَ یَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَاْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا وَ وَالضُّحٰی وَ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاذ ابن جبل کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے

اور پھر آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے' ایک روز انھوں نے عشا کی نماز حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور پھر اپنی قوم کو جا کر نماز پڑھائی اور سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ ایک شخص نماز توڑ کر الگ ہو گیا' اکیلے نماز پڑھی اور چل دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا۔ اس نے کہا نہیں قسم خدا کی! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کو واقعہ سے آگاہ کروں گا' چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کسان لوگ ہیں' دن بھر باغوں میں پانی دیتے ہیں' ادھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پیچھے عشا کی نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے اور نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ اس پر حضور ﷺ حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والے ہو' تم عشا کی نماز میں ''والشمس وضحٰها' واللیل اذا یغشٰی' وسبح اسم ربك الاعلٰی پڑھو۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے پہلی بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ کیا ایک ایسے شخص کے پیچھے جو اپنی فرض نماز ادا کر چکا ہے اور پھر نفل ادا کر رہا ہے' ایک مقتدی اپنے فرض ادا کر سکتا ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے پھر آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ اسی بنا پر بعض فقہا نے اس کو جائز قرار دیا ہے' اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ بعض دوسرے اصحاب علم کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ ان دنوں دین مکمل ہو رہا تھا۔ پہلے احکام میں ترمیم و اضافہ کا سلسلہ جاری تھا' اس لیے حضرت معاذ پہلے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے تا کہ اگر نماز میں کوئی تغیر و تبدل ہو تو وہ اپنے قبیلے کو مطلع کر سکیں۔ اس سے کوئی دائمی حکم نہیں ملتا۔ بہر حال یہ انسانی فہم کے اختلافات ہیں' ان میں سے جس تعبیر پر بھی عمل کیا جائے کوئی حرج واقع نہیں ہوگا۔

حدیث سے دوسرا سبق یہ اخذ ہوتا ہے کہ ایک امام کو نمازیوں کے حالات دیکھ کر قرأت کرنی چاہیے۔ اگر امام صاحب بوڑھوں' کمزوروں' تھکے ماندے مزدوروں اور کام کاج کو جانے والے لوگوں کا خیال کیے بغیر اپنی سہولت اور ذوق کو ملحوظ رکھیں گے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ اگر کسی کو ایسی طویل نماز پڑھنی بھی ہے تو اس کے لیے نوافل کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ یہ اس کے اور خدا کے درمیان کی بات ہے۔ بعض اوقات لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے تو بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ خود میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا۔ ہمیں ایک گاؤں میں ریل پر سوار ہونا تھا۔ ایک دوست نماز پڑھانے کھڑے ہوئے' انھوں نے لمبے لمبے سجدے اور لمبی قرأت شروع کر دی اور ہمیں یہ ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں ریل نہ نکل جائے' کیونکہ دیہات میں رہنے سہنے' کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں اس لیے ہمیں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسی بات کو حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا کہ لوگوں کو فتنے میں نہ ڈالو' یعنی قرأت کرتے ہوئے

مقتدیوں کے حالات کا لحاظ کرلیا کرو۔

نماز جمعہ وعیدین میں تلاوت

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَ اِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ قَرَأَبِهِمَا فِي الصَّلٰوتَيْنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے۔ جب عید اور جمعہ دونوں جمع ہوجاتے تب بھی آپ انھی دوسورتوں کو پڑھتے۔ (مسلم)

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدٍ نِ اللَّيْثِيَّ مَاكَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کیا پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا: دونوں عیدوں میں ''ق والقرآن المجید'' اور اقتربت الساعة پڑھتے تھے۔ (مسلم)

یہاں دیکھیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دوسرے صحابی سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اور بقرعید میں کیا پڑھتے تھے' حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت' صحابہ میں سب سے زیادہ فاروق رضی اللہ عنہ وصدیق رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل تھی۔ مقصد اس سوال کا یہ تھا کہ ایک دوسرے صحابی کے ذریعے بھی لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔

یہاں بظاہر یہ اشکال پیش آسکتا ہے کہ ایک صحابی اس سے پہلے آپ کا ایک اور معمول نقل کرچکے ہیں اور اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا معمول معلوم ہورہا ہے' اس لیے یہ روایات ٹکراتی ہیں' لیکن اصل میں ان دونوں قسم کی روایتوں کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ نے ایک چیز پڑھی ہے' کبھی دوسری۔

حضرت عبید اللہ ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود (کسی کام سے) مکہ آیا۔ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھی اور دوسری رکعت میں اذاء جاءك المنافقون اور پھر کہا کہ

میں نے جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ دونوں سورتیں پڑھتے سنا ہے۔"

یعنی جس زمانے میں مروان مدینے کا گورنر تھا' مکہ جانے کے لیے اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ جو قوم کا سردار ہے وہی نماز پڑھائے اور جو جس علاقے میں سب سے بڑا افسر ہے وہ امامت کرائے' چنانچہ مروان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینے کے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس موقع کا ایک شاہد یہ بیان کر رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جمعہ کی دو رکعتوں میں یہ سورت تلاوت کی اور بعد میں لوگوں کو بتایا کہ رسول کریم ﷺ کو انھوں نے اس موقع پر یہی سورتیں پڑھتے سنا ہے۔ یہاں بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ اس کا التزام فرماتے تھے' کیونکہ دوسری روایات سے آپ ﷺ کا دوسرا معمول بھی ثابت ہے' اس قسم کی احادیث کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ اکثر ایسا کرتے تھے۔

فجر اور مغرب کی سنتوں میں تلاوت

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا اُحْصِیْ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ بِقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ نبی ﷺ سے میں نے کتنی بار سنا ہے کہ آپ مغرب کے بعد دو رکعتوں میں اور فجر کی نماز سے پہلے کی دو رکعتوں میں قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ (ترمذی)

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ اکثر ایسا کرتے تھے۔

امام کو کھانسی آ جانا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَکَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ حَتّٰی جَآءَ ذِکْرُ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ اَوْ ذِکْرُ عِیْسٰی اَخَذَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَکَعَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں مکہ میں نماز فجر پڑھائی اور سورۃ "مومنون" شروع کی' یہاں تک کہ جب موسیٰ و ہارون اور حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا تو حضور ﷺ کو کھانسی آئی اور آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے امام کو اچھو ہو جائے' یا کھانسی آ جائے اور وہ یہ محسوس کرے کہ اس سے قرأت میں رکاوٹ پیدا ہو گی تو وہ قرأت کو وہیں روک دے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

دسویں فصل

رکوع وسجود

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو یہ اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔ (البقرہ۲:۴۳)

رکوع وسجود

ٹھیک رکوع وسجود

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰکُمْ مِنْ بَعْدِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکوع وسجود ٹھیک ٹھیک کیا کرو۔ خدا کی قسم! میں تمھیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

یعنی یہ خیال کر کے کہ میں نہیں دیکھ رہا ہوں' بے پروائی نہ کرو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ اپنے بندے کو جو طاقت چاہیے عطا کر دے۔ وہ چاہے تو کسی کو ایسی بینائی بخش دے جس سے وہ دیوار کے پیچھے بھی دیکھ سکے اور چاہے تو ایسی بینائی دے جس سے وہ گھر بیٹھے یہ معلوم کر سکے کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے' لیکن اس طرح کی طاقتیں وہ کسی خاص مصلحت اور مقصد کی بنا پر عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مربی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خاص طاقتیں ایسی بھی عطا فرمائیں جو عام انسانوں کو نہیں دی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ طاقتیں تربیت دینے میں آپ کے کام آ سکیں۔ بعض لوگ زیادتی یہ کرتے ہیں کہ اس بات کو پھیلا کر یوں کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیع وبصیر ہیں' وہ ہر وقت دیکھ رہے ہیں' ہر وقت سن رہے ہیں۔ اس طرح کی بات نہ اللہ نے کہی' نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ حیرت ہے کہ یہ بات لوگوں کو کہاں سے معلوم ہو گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ طاقت رکھتا ہے تو اس لیے کہ اسے کائنات کا انتظام کرنا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح اخلاق کے لیے پیدا کیے گئے ہیں' انتظام کے لیے نہیں۔

اس طرح بعض لوگ ''ما کان وما یکون'' کا علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانتے ہیں اور کہتے ہیں' یہ خدا کا عطیہ ہے' اس لیے توحید کے منافی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کی چیزیں بانٹنے والے ہم کون؟ اگر اس نے یہ فرمایا ہے تو دلیل لاؤ' بحث ختم ہو جائے گی اور اگر اس نے ایسا نہیں فرمایا تو ہم اپنے پاس سے یہ بات کہنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟ اگر ''عطائی'' اور ''ذاتی'' کا فرق صرف اتنا ہے کہ جیسے اللہ عالم الغیب ہے' ویسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔ بس بات اتنی ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی' تو میں کہتا ہوں اگر کوئی

شخص کسی کو خدا بنا دے اور کہے کہ اسے خدا نے خدا بنایا ہے' اس لیے میں اسے مانتا ہوں تو آپ اس پر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔

عقائد کا معاملہ بہت نازک ہے۔ صحیح عقیدے سے عاقبت درست ہوتی ہے اور غلط عقیدے سے عاقبت تباہ ہو جاتی ہے۔ ایسے معاملات میں قیاس نہیں چلتا۔ عقیدہ اس کو نہیں کہتے کہ کچھ مطلب کسی حدیث کا لے لیا اور کچھ کسی کا اور اس کے بعد اس کو جوڑ کر عقیدہ بنا لیا۔ عقیدہ وہ ہے جسے قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا جس کی رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کی ہے' جسے وہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھاتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کہیں خدا نے یہ بات کہی' یا رسول اللہ ﷺ نے سکھائی کہ ''اے لوگو!'' یہ عقیدہ رکھو۔ کیا صحابہ وتابعین اور اولیاء اللہ کا یہ عقیدہ تھا اور وہ اس کو بیان کرتے تھے' نہیں تو پھر ہمیں یہ حق کہاں سے مل گیا ہے کہ ہم جس بات کو چاہیں عقائد میں شامل کر لیں۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُہٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّکُوْعِ مَا خَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْباً مِّنَ السَّوَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے اُٹھنا' یہ چاروں چیزیں برابر ہوتی تھیں بجز قیام اور قعود کے۔ (بخاری ومسلم)

یعنی قیام میں لمبی قرأت ہوتی ہے اور قعود میں تشہد۔ اس لیے ان دونوں کا وقفہ لمبا ہوتا تھا' لیکن حضور ﷺ کا رکوع اور سجدہ برابر برابر ہوتا تھا۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ قَامَ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ اَوْھَمَ ثُمَّ یَسْجُدُ وَیَقْعُدُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ اَوْھَمَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو کھڑے رہتے' یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا شاید آپ بھول گئے۔ پھر آپ سجدے میں جاتے تو دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ ہم پھر یہی خیال کرتے۔ (مسلم)

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب سجدے کے بعد امام بیٹھتا ہے تو لوگ آدھے آدھے جھک جاتے ہیں' اور فوراً ہی دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ حضور ﷺ کافی دیر ٹھہرتے تھے اور پھر سجدے میں جاتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَهْرَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر سیدھی نہ کرے۔(ابوداؤد، ترمذی)

یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ رکوع سے اُٹھے اور جُھکے جُھکے ہی سجدے میں چلے گئے۔ کمر سیدھی کر کے سجدے میں جانا چاہیے' ایک سجدے سے فارغ ہوکر دوسرے سجدے میں جاتے وقت بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔ یعنی سجدوں کے درمیان تھوڑا سا توقف ہونا چاہیے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَیَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْعَظْمَةِ. (رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اتنی دیر رکے رہے جتنی دیر سورۂ بقرہ کی قرأت میں لگتی ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے جاتے تھے: "سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْعَظْمَةِ ۔" (نسائی)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی فرض نماز کی بات نہیں' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد پڑھا رہے ہوں گے' یا دن میں نفل ادا کر رہے ہوں گے۔ فرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مقتدیوں کی سہولت کا لحاظ رکھتے تھے' اس کے لیے رکوع وغیرہ ہلکا کرتے تھے' نفل میں آپ اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرتے' اس کیفیت کو دیکھ لیجیے کہ صرف رکوع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ جتنی دیر لگا دی اور سورۂ بقرہ خواہ تیز بھی کیوں نہ پڑھی جائے' اس میں کم سے کم ایک گھنٹا ضرور صرف ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّكْبَتَیْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّیَابَ وَلَا الشَّعْرَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پیشانی پر' دونوں ہاتھوں پر' دونوں گھٹنوں پر' پاؤں کے پنجوں پر اور یہ حکم دیا

گیا ہے کہ نماز میں نہ تو ہم کپڑے کو اکٹھا کریں اور نہ بالوں کو سنواریں۔ (بخاری ومسلم)

یعنی سجدہ اس طرح کرنا چاہیے کہ دونوں گھٹنے' دونوں ہاتھ' پیشانی اور پاؤں کے پنجے زمین پر ٹکیں .....

دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ سجدے میں جاتے ہوئے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ کپڑے سمیٹ لوں مٹی لگ جائے گی' یا بال بکھر رہے ہیں' انھیں سنوار لوں۔ کسی کو یہ فکر ہو تو حقیقت میں وہ سجدہ نہیں کر رہا' ایکٹنگ کر رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ہدایت بھی اس وقت کی ہے جب کہ مسجدوں میں چٹائیاں تک نہ تھیں اور سجدہ فرشِ خاک پر ادا کرنا پڑتا تھا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَايَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سجدے میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص سجدے میں اپنے ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔ (بخاری ومسلم)

یہاں اعتدال سے مراد ''ماڈریشن'' نہیں' مطلب یہ ہے کہ پوری طرح سجدہ کرو۔ ہر چیز اچھی طرح زمین پر ٹکنی چاہیے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ سجدہ کرتے ہوئے زمین پر ہتھیلی رکھنی چاہیے' پوری کہنی زمین پر ٹکا دینا درست نہیں' یہ کتے کے بیٹھنے کا طریقہ ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو زمین پر اپنی ہتھیلیاں رکھ اور کہنیوں کو اونچا رکھ۔ (مسلم)

وَعَنْ مَّيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْ اَنَّ بَهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ۔ (اَبِيْ دَاوٗدَ)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں اپنے ہاتھ پہلو سے الگ رکھتے تھے' یہاں تک کہ اگر بکری کا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔ (ابوداؤد)

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ سجدے میں ہاتھ پہلوؤں سے ٹکا کر رکھنا صحیح نہیں اور دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بہت کھول کر رکھتے تھے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ اتنے کُھلے رکھتے کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (بخاری ومسلم)

حضور نبی کریم ﷺ زیادہ تر چادر اوڑھتے تھے' کرتہ کم استعمال فرماتے' اس لیے سجدے میں چادر کے ہٹنے سے آپ کی بغل کی سفیدی نظر آجاتی۔

رکوع وسجدہ کے درمیان کے اذکار

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللّٰھم ربنا لك الحمد کہو' کیونکہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے مطابق ہوگا' اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

ملائکہ کے قول کے مطابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ کہتا ہے: سمع اللہ لمن حمدہ تو ملائکہ کہتے ہیں: ربنا لك الحمد ۔ فرمایا کہ جو بات ملائکہ کہتے ہیں' وہی تم کہو' اس سے تمھارے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

منکرین حدیث اس طرح کی روایت جمع کرنے کے بعد یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات زبان سے کہہ دو اور اس کے بعد جو کچھ چاہو کرتے رہو تمھیں کھلی چھٹی ہے۔ اصل میں یہ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے وقت یہ نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کے مخاطب کون تھے' وہ لوگ ایسے نہیں تھے جن کا تصور یہ ہو کہ ہم جو کچھ چاہیں کرتے رہیں' ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ وہ ایسے لوگ تھے جو اللہ کی راہ میں جانیں لڑا رہے تھے۔ اپنا سارا وقت اللہ کی خوشنودی میں صرف کر رہے تھے۔ رشوت خوری' چوری' ڈاکہ کے قریب تک نہیں پھٹکتے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ہر حال میں رضائے الٰہی کے حصول کا اہتمام کیا جائے مگر ساری کوششوں کے باوجود کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہر ایک کے کام میں رہ جاتی ہیں۔ انھی کمزوریوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں' تمھارے اس طرح کے اعمال ساری کی ساری کمزوریوں کو دور کردیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ آخرت میں ان کمزوریوں پر تمھیں سزا دی جائے اور نیکیوں پر جزا نہیں! بلکہ تمھاری یہ خطائیں معاف ہوچکی ہوں گی' اور تمھیں انعام ہی انعام ملے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ

رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْاَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقَّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجُدُّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اُٹھتے تو یہ دُعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْاَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقَّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجُدُّ ۔ ''اے پروردگار! تیرے لیے حمد ہے' آسمان بھر کی اور زمین بھر کی حمد' اور جتنی چیز تو چاہے اور بھر کر حمد' تعظیم کا مستحق تو ہی ہے بندہ تیری تعریف میں جو کچھ کہے تو اس کا مستحق ہے' ہم سب تیرے ہی بندے ہیں جو کچھ تو دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں' اور کوئی عطا نہیں کر سکتا' جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی نہیں دے سکتا اور کسی بڑے کی بڑائی اسے فائدہ نہیں پہنچاتی' (جب تک تیرا فضل وکرم شامل حال نہ ہو کوئی شخص بزرگی کے بل پر نہیں چھوٹ سکتا) تیرے عذاب سے کسی دولت مند کی دولت مندی اُس کو نفع نہیں دے سکتی۔ (مسلم) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا عطا کرنے والا اللہ ہے' اور وہ جس سے بھی کوئی شے روکنا چاہے' روک سکتا ہے۔ جب تک اس کا فضل شامل حال نہ ہو' کوئی شخص بزرگی اور دولت کے بل پر چھوٹ نہیں سکتا۔

وَعَنْ رِّفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ وَّرَآءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ اٰنِفًا قَالَ اَنَا قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت رفاعہ ابن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اُٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ایک شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا' اس نے کہا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: یہ کلمہ کس نے کہا؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا جو اس کلمے کا ثواب لکھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (بخاری)

یعنی یہ الفاظ اتنے پاکیزہ ہیں کہ ان کو اللہ کے حضور پیش کرنے کے لیے فرشتے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ فقرہ بہت مختصر ہے۔ مقتدی اسے یاد کرسکتا ہے' البتہ باقی چیزیں لمبی ہیں' ہر شخص انھیں یاد نہیں کرسکتا۔ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں ضرور یاد کرلینی چاہییں۔

رکوع وسجود میں کیا پڑھا جائے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا وَّسَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ پس تم رکوع میں پروردگار کی عظمت بیان کرو اور سجود میں خوب دل لگا کر دُعا مانگو۔ اُس کے مستجاب ہونے کی زیادہ توقع ہے۔ (مسلم)

اس میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی بات یہ فرمائی کہ مجھے رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے' کیونکہ یہ بات قرآن کی عظمت کے منافی ہے کہ آدمی سر جھکا کر اس کی تلاوت کرے۔ اس کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ حالتِ قیام میں پڑھا جائے۔

اس حدیث میں دوسرا ارشاد رکوع میں بیانِ عظمت اور سجود میں دُعا مانگنے کا ہے۔ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ اور سجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا سکھایا ہے۔ یہ دراصل اس حکم کی تعمیل ہے۔ اگر آدمی نفل پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں رکوع وسجود کے وقت مذکورہ دُعائیں بھی پڑھنی چاہییں۔

تسبیحات رکوع وسجود

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں کثرت سے یہ کہتے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ یعنی اے اللہ تو پاک ہے' اے ہمارے ربّ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں کہ تو ہر خطا ونقص سے پاک ہے' اے اللہ! میری مغفرت فرما' اور آپ اس طرح قرآن کی تعمیل کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

قرآن حکیم میں آتا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ اپنے ربّ کی تسبیح کر اور اس کے حضور استغفار کر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے کے درمیان جو یہ دُعا کثرت سے مانگتے تھے تو اس کا سبب دراصل قرآن کی اسی ارشاد کی تعمیل تھا۔

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ فرمایا کرتے تھے: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ (مسلم)

سبوح، تسبیح سے مبالغہ ہے اس کے معنی ہیں: نہایت پاک، ہر نقص وعیب سے مُبرّی، قدوس کے معنی ہیں: مقدس، ربّ الملائکہ والروح میں روح کے معنی روح الامین یعنی حضرت جبرئیل، یا ہم سب (جتنی بھی ارواح ہیں) کے ہیں۔ اس دُعا کا ترجمہ یہ ہوا: نہایت پاک، نہایت مقدس اور فرشتوں اور ہم سب کا رب۔

روایات میں کہیں کسی دُعا کے پڑھنے کا ذکر ہے، کہیں کسی کا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ روایات متضاد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات میں مختلف چیزیں پڑھتے تھے۔ آپ کا کوئی ایک معمول نہیں رہا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْهَا فِیْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ اجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِكُمْ

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے رکوع میں داخل کرلو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى نازل ہوئی تو فرمایا اس کو اپنے سجدے میں شامل کرلو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

آپ ان آیتوں کو پڑھیں تو آپ کا ذہن اس طرف نہیں جاسکتا کہ ان کی تعمیل نماز میں ہونی چاہیے اور کس صورت میں ہونی چاہیے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً سمجھ گئے کہ ارشادِ قرآنی سے کہاں اشارہ کرنا مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کے سوا کوئی اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ رکوع وسجود، قیام وقعود اور نماز کی پوری ہیئت کے متعلق اشارات قرآن حکیم میں موجود ہیں، مگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی جان نہیں سکتا تھا کہ نماز کی ترتیب کیا ہو۔

وَعَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِىْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِىْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عون ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ کہے۔ اس طرح اس کا رکوع پورا ہوگا اور تین مرتبہ ادنیٰ درجہ ہے۔ اور جب سجدہ کرے تو سجدے کے اندر تین بار سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى کہے، اس کا سجدہ ہو جاتا ہے اور تین مرتبہ ادنیٰ درجہ ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہم تین تین مرتبہ رکوع وسجود میں تسبیح کرتے ہیں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا سکھایا ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو دوسری چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ بھی پڑھے تو اچھا ہے، لیکن وہ نہ بھی پڑھے تو رکوع اور سجدہ ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِىْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ وَفِىْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَ سَاَلَ وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَ تَعَوَّذَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِىُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ اور جب کوئی آیتِ رحمت قرأت میں آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جاتے اور دُعا مانگتے اور عذاب کی آیت آتی تو ٹھہرتے اور پناہ مانگتے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

اس حدیث پاک کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں ہوں گے، یا دن میں نفل پڑھ رہے ہوں گے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ نہیں کہتے کہ میں جماعت میں تھا۔ صورت یہ ہوگی کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھتے یا نفل ادا فرماتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ قرأت میں جہاں کہیں کوئی آیتِ رحمت آتی، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے اور دُعا کرتے اور جہاں کہیں کوئی آیت عذاب آتی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے اور اللہ کی پناہ چاہتے۔ اس مضمون کی روایات اس کے علاوہ بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچ سمجھ کر قرآن پڑھنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ اگر آیات میں عذاب کا بیان ہے تو وہاں اللہ کی پکڑ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اگر رحمت ونعمت کا ذکر ہے تو بندے کو چاہیے کہ اللہ سے رحمت وفضل

مانگے کہ اے خدا مجھے اس کا مستحق بنادے۔ اگر اللہ سوال کرتا ہے تو اس کا جواب دے جیسے ''الیس اللہ قادر'' آئے تو اس پر یوں ہی آگے گزر جانا بے سمجھی کا پڑھنا ہے۔ سمجھ دار ''بلٰی'' میں اس کا جواب دے گا۔ اس روایت کے اندر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے ہوئے ہر سوال کا جواب دیتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِىْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ فَحَزَرْنَا رُكُوْعَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَّ سُجُوْدَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِىُّ)

حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت مشابہ ہو مگر اس نوجوان یعنی حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی نماز (ظاہر ہے کہ اس پر حضرت سعید بن جبیر نے حضرت انس سے عمر بن عبدالعزیز کی نماز کی خصوصیات دریافت کی ہوں گی۔ اس کے جواب میں حضرت انس نے کہا کہ) ہم نے دیکھا کہ ان کا رکوع دس تسبیح کے بقدر اور سجدہ بھی اسی قدر تھا۔ (ابوداؤد، نسائی)

یعنی اگر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ دس مرتبہ کہا جائے تو جتنا وقت اس میں صرف ہوتا ہے، اتنا وقت وہ رکوع میں لگاتے تھے، اس طرح دس مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بقدر وہ سجدے میں دیر لگاتے تھے۔ یہ جماعت کی نماز کا ذکر ہے۔ نفل یا تہجد کا ذکر نہیں اور راوی نے اس میں دوسری تفصیلات کا ذکر نہیں کیا صرف رکوع وسجود کا ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِىْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں یہ پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ یعنی اے اللہ! میرے سارے قصور، چھوٹے اور بڑے، پہلے اور بعد کے، کھلے اور چھپے معاف فرمادے۔ (مسلم)

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ نے کوئی گناہ

نہیں کیا' یا جب خود خدا نے فرما دیا کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے تو پھر حضور ﷺ اس طرح کی دُعائیں کیوں مانگتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قصور ہر آدمی کے مرتبے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یہاں قصور گناہ کے معنی میں نہیں۔ حضور ﷺ اپنی دانست میں سمجھتے تھے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا' وہ نہیں کر سکا۔ جتنی کچھ کش مکش اور جدوجہد اللہ کی راہ میں ہونی چاہیے تھی' وہ نہیں ہوئی۔ اسی احساس کے تحت آپ گڑگڑا کر اللہ کے حضور معافی مانگتے۔ اس ''ذنب'' کو گناہ کے معنی میں لینا غلط ہے۔ یہ حضور ﷺ کی شان ہے کہ گناہ نہیں ہوا' مگر آپ پھر بھی معافی مانگ رہے ہیں' جس کی یہ ذہنیت نہ ہو' اس کو خدا کبھی یہ نہیں کہتا کہ جا تیرا سب کچھ معاف۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا مقامِ بلند ہے کہ آپ جان بھی لڑاتے رہے اور معافی بھی مانگتے رہے' کبھی ایک لحظے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو اللہ کی خدمت سے سبک دوش نہیں سمجھا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ وَسَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا۔ میں نے ٹٹول کر دیکھا تو میرے ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلووں پر پڑے۔ آپ سجدے کی حالت میں تھے اور دونوں پاؤں کھڑے تھے' اور آپ کہہ رہے تھے۔ ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ وَسَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ'' یعنی اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے ذریعے تیرے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رحمت کے ذریعے تیرے غصے سے' میں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا' بس تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے۔ (مسلم)

یہ الفاظ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ استعمال ہوئے ہیں' لیکن لفظ مسجد سے مراد مسجد نبوی نہیں' بلکہ حالتِ سجدہ ہے۔

اب یہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ کے سوا اور کون بیان کر سکتا تھا کہ خلوت میں حضور ﷺ کی زندگی کیسے گزرتی تھی۔ گھر کی زندگی جہاں میاں اور بیوی کے سوا کوئی نہیں ہوتا وہاں بیوی ہی میاں کی زندگی سے پوری طرح' باخبر ہو سکتی ہے۔ رات کا وقت ہے' سخت اندھیرا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ٹٹول کر معلوم کرتی ہیں کہ

حضور ﷺ کہاں ہیں۔ ایسے ہی ان کے ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں پر لگتے ہیں۔ حضور ﷺ سجدے میں ہیں اور یہ دُعا مانگ رہے ہیں۔ یہ تھی حضور ﷺ کی خلوت کی زندگی!

دو سجدوں کے درمیان کی دُعا

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان کہا کرتے تھے: یا الٰہی! مجھ کو بخش اور مجھ پر رحم کر، مجھ کو ہدایت دے اور مجھ کو روزی دے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان کہا کرتے تھے: اے میرے ربّ! مجھے بخش دے، ایسی دُعائیں بالعموم **سمع اللہ لمن حمدہ** اور **ربنا لک الحمد** کے درمیان بھی مروی ہیں یعنی رکوع کے بعد اور سجدے میں جانے سے پہلے، دونوں سجدوں میں ایسی دُعائیں پڑھی جاسکتی ہیں، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ باجماعت نماز میں نہ پڑھی جائیں، البتہ تنہا نماز میں پڑھ لے، کہ اجماعِ اُمت اس پر ہے کہ باجماعت نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان دو تکبیریں ہی کہی جائیں، ایک سجدے سے سر اُٹھاتے وقت اور دوسری دوسرے سجدے کے وقت۔

نامکمل رکوع وسجود

وَعَنْ شَقِیْقٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ حُذَیْفَۃَ رَاٰی رَجُلًا لَا یُتِمُّ رُکُوْعَہٗ وَلَا سُجُوْدَہٗ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ دَعَاہُ فَقَالَ لَہٗ حُذَیْفَۃُ مَا صَلَّیْتَ قَالَ وَ اَحْسَبُہٗ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰی غَیْرِ الْفِطْرَۃِ الَّتِیْ فَطَرَاللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت شقیق (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو حذیفہ نے اس کو بلایا اور کہا: تو نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے حذیفہ نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر تو ایسی حالت میں مر جائے کہ تو اس طرح نماز پڑھتا ہو تو اس صورت میں تو اس فطرت کے خلاف مرے گا، جس پر رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ (بخاری)

پوری طرح رکوع اور سجدہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رکوع میں گیا، پوری طرح جھکا نہیں کہ کھڑا ہو گیا، اس طرح سجدہ میں گیا اور فوراً سر اُٹھا لیا یعنی سکون سے رکوع وسجدہ نہیں کیا۔

نماز کی چوری

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں سے کوئی کیوں کر چوری کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی چوری یہ ہے کہ آدمی نہ رکوع پورا کرے' نہ سجدہ۔ (احمد)

یعنی ایک آدمی کی اس سے بڑی چوری کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کی عبادت میں ہے اور پھر اس کا حق ادا نہیں کرتا۔ رکوع اور سجدے میں جارہا ہے اور کچھ نہ کچھ رکوع میں سے نکال لیتا ہے اور کچھ نہ کچھ سجدے میں سے' پوری طرح نہ رکوع میں جاتا ہے نہ سجدے میں۔ ہمیں چاہیے کہ رکوع وسجود پورے اطمینان سے ادا کیا کریں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاتَرَوْنَ فِی الشَّارِبِ وَالزَّانِیْ وَالسَّارِقِ وَذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ فِیْھِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوْا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ھُنَّ فَوَاحِشَ وَفِیْھِنَّ عُقُوْبَۃٌ وَاَسْوَءَ السَّرِقَۃِ الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ وَ اَحْمَدُ وَرَوَی الدَّارِمِیُّ وَنَحْوَہٗ)

حضرت نعمان ابن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم شراب پینے والے' زانی اور چور کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ (نعمان تشریح کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ مدینہ کے ابتدائی دور کا ہے' اس وقت تک شرعی حدود نافذ نہیں تھیں) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فحش کام ہیں اور ان کی سزا ہے اور بدترین چوری وہ ہے جو انسان اپنی نماز میں کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے آدمی کیوں کر چراتا ہے۔ فرمایا وہ رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔ (مالک' احمد' دارمی)

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس طرح کا کوئی سوال فرماتے تو ان کو جواب معلوم بھی ہوتا' تب بھی وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ اس سوال کا جواب یہ ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے علم حاصل کرنا مقصود نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کوئی نیا علم دینا چاہتے ہیں' اس لیے وہ یہی جواب دیتے کہ اللہ اور رسول بہتر جانتا ہے' اسی روایت کو لے لیجیے۔ سوال کے جواب میں کوئی بھی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سب باتیں

گناہ ہیں، مگر وہ سب خاموش رہے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ خود اس پر روشنی ڈالیں۔

مندرجہ بالا تمام احادیث پر نگاہ ڈالیے اور پھر غور کیجیے کہ یہ تمام تفصیلات کس طرح صحابہ سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین تک پہنچیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس کس طرح ایک ایک معاملے کی تفصیلات پوچھی ہیں اور پھر کس طرح محدّثین نے ایک ایک فعل کے متعلق شہادتیں یک جا کی ہیں۔ آپ ان روایات کو یک جا دیکھتے ہیں اس لیے آپ کو کوئی حیرت نہیں ہوتی، لیکن اسے نگاہ میں رکھیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی یمن میں تھا، کوئی حجاز میں، کوئی نجد میں اور اس فاصلے کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ایک صحابی سے جا جا کر پوچھا گیا۔ رکوع وسجود وغیرہ ایک ایک چیز کے بارے میں معلومات جمع کی گئیں۔ ان روایات میں کتنی تکرار ہے، وہی چیز جو ایک صحابی سے مروی ہے، وہی دوسرے صحابی سے اور وہی تیسرے صحابی سے ہم تک پہنچ رہی ہے۔ بعض طرزِ عمل عام تھے، کسی نے حضور ﷺ کو کوئی چیز پڑھتے ہوئے سنا، کسی نے کوئی اور، فرض میں آپ کا طریقہ کچھ اور تھا، نفل میں کچھ اور، یہ سارے مضامین آپ کے سامنے ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس خزانے کو اُٹھا کر پھینک دو، وہ کتنے قدر ناشناس اور جاہل ہیں۔

گیارھویں فصل

تشہد (التحیات) کا بیان

اقامتِ صلوٰۃ

منکرینِ حدیث کی اس جسارت پر غور کیجیے کہ وہ ''نماز پڑھنے'' کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نماز جو آج مسلمان پڑھ رہے ہیں یہ سرے سے وہ چیز ہی نہیں ہے جس کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ قرآن تو اقامتِ صلوٰۃ کا حکم دیتا ہے اور اس سے مراد نماز پڑھنا نہیں' بلکہ ''نظامِ ربوبیت'' قائم کرنا ہے۔ اب ذرا ان سے پوچھیے کہ وہ کون سا نرالا نظام ربوبیت ہے جسے یا تو طلوعِ آفتاب سے پہلے قائم کیا جا سکتا ہے یا پھر زوال آفتاب کے بعد سے کچھ رات گئے تک؟ اور وہ کون سا نظامِ ربوبیت ہے جو خاص جمعہ کے دن قائم کیا جانا مطلوب ہے اور نظام ربوبیت کی وہ کون سی قسم ہے کہ اسے قائم کرنے کے لیے جب آدمی کھڑا ہو تو پہلے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھو لے اور سر پر مسح کرے' ورنہ وہ اسے قائم نہیں کر سکتا۔ اور یہ کیسا نظام ربوبیت ہے' اگر سفر پیش آ جائے تو آدمی اسے پورا قائم کرنے کے بجائے آدھا ہی قائم کر لے۔ پھر یہ کیا لطیفہ ہے کہ اگر جنگ کی حالت ہو تو فوج کے آدھے سپاہی ہتھیار لیے ہوئے امام کے پیچھے ''نظامِ ربوبیت'' قائم کرتے رہیں اور آدھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہیں' اس کے بعد جب پہلا گروہ امام کے پیچھے ''نظامِ ربوبیت'' قائم کرتے ہوئے ایک سجدہ کر لے تو وہ اُٹھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے چلا جائے اور دوسرا گروہ اس کی جگہ امام کے پیچھے اس ''نظامِ ربوبیت'' کو قائم کرنا شروع کر دے اور نظامِ ربوبیت کے اندر آ کر یہ کیا خصوصیت ہے کہ اگر آدمی حالتِ جنابت میں ہو تو جب تک وہ غسل نہ کر لے' اسے قائم نہیں کر سکتا اور یہ کیا معاملہ ہے کہ اگر آدمی عورت کو چھو بیٹھا ہو اور پانی نہ ملے تو اس عجیب و غریب نظامِ ربوبیت کو قائم کرنے کے لیے اسے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور منہ پر ملنا ہوگا۔

قرآن مجید کے یہ سارے احکام صاف بتا رہے ہیں کہ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد وہی نماز قائم کرنا ہے جو مسلمان دنیا بھر میں پڑھ رہے ہیں لیکن منکرینِ حدیث خود بدلنے کی بجائے قرآن کو بدلنے پر اصرار کیے چلے جاتے ہیں۔

تشہد (التحیات) کا بیان

التحیات کے لیے بیٹھنے کا طریقہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْا وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاَصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیٹھتے تھے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے تھے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے تھے اور بائیں ہاتھ سے اپنا بایاں گھٹنا پکڑتے تھے۔ (مراد بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہی رہنے دینے سے ہے) (مسلم)

تشہد

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد سکھاتے تھے۔ جیسے کہ قرآن کی کوئی سورت شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور اللہ کی توفیق کے ساتھ زبان کی بندگی، بدن کی بندگی، پاک مال کی بندگی سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں بھی۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (نسائی)

دوسری متفق علیہ روایات سے مروجہ طریقۂ تشہد کا پتا چلتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ کے بعد درود ابراہیم پڑھا جائے اور پھر دُعا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ حَتّٰى يَقُوْمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں اس طرح تعجیل فرماتے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پتھر پر بیٹھے ہیں یہاں تک کہ کھڑے ہوتے۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

بارھویں فصل

سلام وَ درود

اے لوگو!

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ (سورۃ احزاب ۳۳:۵۶)

اس امر پر اجماع ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے کیونکہ اللہ نے صاف الفاظ میں اس کا حکم دیا ہے اور تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا سنّت اسلام ہے، جب آپ کا نام آئے اس کا پڑھنا مستحب ہے اور خصوصاً نماز میں اس کا پڑھنا مسنون ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک صَلُّوْا عَلَیْہِ دوسرا سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلے کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں: ایک کسی پر مائل ہونا، کسی کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا، دوسرے کسی کی تعریف کرنا، تیسرے کسی کے حق میں دُعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کا کسی اور سے دُعا کرنا قطعاً نا قابلِ تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں استعمال ہوگا، لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا تو خواہ فرشتے ہوں یا انسان، تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اس میں محبت کا مفہوم بھی ہوگا۔ مدح وثنا کا مفہوم بھی اور دُعائے رحمت کا مفہوم بھی۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو نبی ﷺ کے حق میں صَلُّوْا عَلَیْہِ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ، ان کی مدح وثناء کرو اور ان کے لیے دُعا کرو۔

سلام کا لفظ بھی دو معنی رکھتا ہے: ایک ہر طرح کی آفات اور نقائص سے محفوظ رہنا جس کے لیے ہم اردو میں سلامتی کا لفظ بولتے ہیں۔ دوسرے صلح اور عدم مخالفت۔ پس نبی ﷺ کے حق میں سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دُعا کرو اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو، ان کی مخالفت سے پرہیز کرو اور ان کے سچے فرماں بردار بن کر رہو۔

سلام و درود

درود ابراہیم نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ ہے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقِیَنِیْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَكَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَهْدِهَا لِیْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ کیا میں تجھ کو وہ چیز ہدیہ نہ دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پائی۔ میں نے کہا: ضرور، تو انھوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر اور اہلِ بیت پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم کو سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ "یعنی اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیج، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر درود بھیجا۔ اے اللہ! برکت فرما محمد ﷺ اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت بھیجی، ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تو قابلِ تعریف اور بزرگ ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث میں دیکھیے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے بیان کیے ہوئے ارشاد اور سکھائی ہوئی تعلیم کو ہدیہ قرار دے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہدیہ مومن کے لیے ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور شیریں ہے۔ وہ ہدیہ کیا تھا؟ یہ کہ آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجا جائے۔ اس واقعے سے پہلے حضور ﷺ نے جو تشہد سکھایا تھا، اس میں **السّلام علیك ایها النبی** ﷺ کے الفاظ تھے، یعنی سلام کہنے کا طریقہ بتا دیا گیا تھا، اب صحابی صلوٰۃ کا

طریقہ دریافت کرتا ہے' اور جواب میں حضور ﷺ درود کے الفاظ تعلیم فرماتے ہیں۔

اس روایت میں درود کے جو الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ان میں یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ آج ہم جو درود پڑھتے ہیں یہ خود حضور ﷺ نے سکھایا تھا اور لوگوں کے پوچھنے پر سکھایا تھا۔ اب اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ صلوٰۃ کا مفہوم ہے کیا؟

صلوٰۃ کے بہت سے مفہوم ہیں' جن میں سے ایک کسی کے اوپر صلوٰۃ بھیجنے سے تعلق رکھتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ جس پر صلوٰۃ بھیجی جا رہی ہے' اسے دنیا میں عزت عطا ہو' وہ جس کام کے لیے اُٹھا ہے' اسے فروغ ہو' اور آخرت میں بلند مراتب سے سرفراز ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نام وری و سرفرازی عطا فرمائی ہے۔ آخرت میں آپ ﷺ کو بلند مراتب سے نوازا ہے' اسی طرح ملائکہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی تعریف کرتے اور اللہ کی بارگاہ میں دُعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! رسول کریم ﷺ کی مدد فرما' انھیں بڑی سے بڑی عزت اور مرتبہ عطا فرما۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنین کو ہدایت فرماتا ہے کہ جس طرح میں اور میرے ملائکہ نبی ﷺ کی تعریف کرتے ہیں' تم بھی کرو جس طرح میں ان ﷺ کا نام بلند کرتا ہوں' اس طرح تم بھی ان کا نام بلند کرنے کی کوشش کرو۔ اس ہدایت پر کاربند ہوتے ہوئے جب بندہ اللّٰھم صل علٰی محمّد کہتا ہے تو اس کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! حضور ﷺ نے ہم پر جو احسانات کیے ہیں اور جس مرتبے پر ہمیں پہنچایا ہے۔ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم ان کے مطابق ان کا بدلہ دے سکیں۔ ہم تجھ ہی سے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہی انھیں مراتب عالیہ پر فائز فرما' ہم عاجز ہیں' ہماری طرف سے بھی تو ہی ان پر درود بھیج۔ درود کے یہ الفاظ سکھا کر دراصل حضور ﷺ نے خود بتا دیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجنے کا حق تم ادا نہیں کر سکتے' اس کی دُعا تم اللہ سے کرو۔

حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے اس درود میں دوسری غور طلب بات ''آلِ محمد'' کے الفاظ ہیں۔ ''آلِ محمد'' کو درود میں آپ ﷺ نے خود شامل کیا ہے' وگرنہ قرآن میں یہ الفاظ نہیں۔ آل کے معنی عام طور پر لوگ اولاد کرتے ہیں' لیکن اس کے معنی محض اولاد کے نہیں' متبعین کے ہیں۔ خواہ وہ خدام و ملازمین ہوں خواہ گھر والے' اگر اولاد متبع نہیں تو وہ آل نہیں۔ بیٹا باپ کا مخالف ہے تو آل نہیں' لیکن اگر کوئی اولاد نہیں مگر وفادار خادم ہے تو وہ بھی آل ہے۔ قرآن میں ''آلِ فرعون'' کے جو الفاظ آئے ہیں ظاہر ہے کہ ان سے فرعون کی اولاد مراد نہیں' فرعون کے لشکری اور درباری مراد ہیں' جو اس کے احکام پر مرنے کو تیار تھے اور اس کی حکومت کے کل پرزے بنے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت کا اندازہ کیجیے کہ اللہ نے تو کہا: اے اہلِ ایمان! تم نبی ﷺ پر درود بھیجو' حضور ﷺ اپنی آل کو نہیں بھولے' فرمایا کہ میرے علاوہ میرے سارے متبعین کے لیے بھی دُعا کرو۔

حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے درود کے الفاظ کا تیسرا غور طلب پہلو کما صلیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم اور کما بارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰلِ ابراھیم کا جز ہے۔ برکت لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں ''اصطلاحاً'' اس سے ''خیر اضافہ'' مراد لیا جاتا ہے۔ اس حصے کے متعلق لوگوں کو عام طور پر پریشانی ہوتی ہے' کیونکہ ان کے نزدیک جس سے تشبیہ دی جا رہی ہو' وہ افضل ہوتا ہے۔ خیال یہ ہوتا ہے کہ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی زیادہ عنایات تھیں' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ! رسول اللہ ﷺ پر اس طرح درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا۔ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے بہت سے علماء نے کلام کیا ہے' لیکن بات صاف نہیں ہوئی' میری سمجھ میں جو بات آتی ہے' وہ عرض کیے دیتا ہوں۔

درود کا اصل مدعا یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں آپ ﷺ کا بول بالا ہو' بعض حیثیات سے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ عروج بہت زیادہ حاصل ہوا' مگر پھر بھی آپ ﷺ کے ماننے والے صرف مسلمان ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی بھی ہیں اور اس لحاظ سے ان کی عزت کرنے والے دنیا میں تمام گروہوں سے زیادہ ہیں۔ مسلمان' یہودی اور عیسائی سب مل جائیں تو دنیا کی تین چوتھائی بن جاتے ہیں' ہم جب درود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا اثر اتنا ہی پھیل جائے جتنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ آپ کو یہودی بھی مان لیں اور عیسائی بھی۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ ٹکڑا آپ کے انکسار کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ خلیل ہونا بڑا مقام ہے اور ہمیں سکھایا ہے کہ ہم آپ کے لیے دُعا کریں کہ اللہ کی دوستی کا یہ مقام آپ ﷺ کو بھی حاصل ہو جائے' حالانکہ دیکھا جائے تو آپ کے مراتب اس سے کہیں بلند ہیں۔

درود بھیجنے والے پر نزولِ رحمت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا' اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ (مسلم)

اس امر پر غور کیجیے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنے کا یہ نتیجہ کیوں نکلتا ہے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیج ہی وہ سکتا ہے جسے آپ ﷺ سے محبت ہو' جسے یہ احساس ہو کہ آپ ﷺ نے ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جو یہ احساس نہیں رکھتا' وہ کبھی درود بھیجنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور یہ آدمی کا حضور ﷺ سے محبت کرنا اور آپ کے احسانات کا معترف ہونا بجائے خود مومن ہونے کی علامت ہے۔ درود بھیجنے والا آدمی اس کام کی قدر

کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے انجام دیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے ماں باپ اور خاندان کا احسان بھی حضور ﷺ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ انھوں نے مجھے آدمی بنایا' مجھے خدا تک پہنچنے کا راستہ بتایا۔ وہ جب هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے مطابق درود بھیجتا ہے تو اس کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ اے اللہ! میں اس احسانِ عظیم کا قدر شناس ہوں۔ حقیقت میں یہ بات ایک پاکیزہ جذبے کی خبر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس جذبے کی وجہ سے اس آدمی پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ درود بھیج کر ہم رسول اللہ ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے' اپنے آپ پر ہی احسان کرتے ہیں کہ اس سے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید نعمتوں کے مستحق بن جاتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا' اس کے دس گناہوں کو معاف فرمائے گا اور اس کو دس درجے بلند کر دے گا۔ (نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف اتنا تھا کہ ایک مرتبہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دس قصور بھی معاف ہوں گے اور اس کے درجے بھی بڑھ جائیں گے۔ گویا اگر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہم پہلی سیڑھی پر ہیں تو ہم کو دسویں سیڑھی پر پہنچایا جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلَائِکَتُہٗ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص نبی ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اور ملائکہ اس پر ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ (احمد)

یہ حضرت عبداللہ کا اپنا قول ہے وہ روایت نہیں کرتے۔ محدّثین کے نزدیک ایک صحابی جب ملائکہ کے کسی فعل کی اطلاع دے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ انھیں خود تو براہِ راست اس کا علم ہو نہیں سکتا۔ ضرور حضور ﷺ سے سنا ہوگا' لیکن چونکہ انھیں لفظ بلفظ یاد نہیں۔ اس لیے اس بات کو حضور ﷺ سے منسوب نہیں کرتے' اسی خیال کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس طرح کے اقوال بھی محدّثین نقل کر لیتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ تَوَفَّاہُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ مَا لَکَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ اَلَا اُبَشِّرُکَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ۔(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے نکلے اور ایک نخلستان میں داخل ہوئے' سجدے میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا' یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ میں آپ کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا کیا بات ہے؟ تو میں نے ساری بات کہہ سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص تم پر درود بھیجے گا' میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا' میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ (احمد)

یہ مطلب نہیں کہ اتنی دیر سجدہ میں یہی بات ہوتی رہی' نجانے کیا کیا ہدایات اس دوران میں آئی ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان میں سے صرف ایک بات بتائی کہ تمھارا درود بھیجنا ضائع نہیں جائے گا۔ تم مجھ پر درود و سلام بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر درود و سلام بھیجے گا۔

کثرت درود..... قیامت کے دن قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن' لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر اکثر درود بھیجتا ہے۔ (ترمذی)

المرءُ مع من احب ''جس کو جس سے محبت ہوتی ہے' اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم اگر دو آدمیوں کو ہر وقت ساتھ دیکھتے ہیں تو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہے' اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی کریم پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجنا اس بات کی علامت ہے کہ درود بھیجنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ میرے سب سے بڑے محسن ہیں اور خدا کے بعد آپ ہی کے حقوق مجھ پر سب سے زیادہ ہیں۔ میرا سب سے زیادہ تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس طرح درود بھیج بھیج کر دنیا میں اس نے مجھ سے قریب ہونے کا ثبوت دیا ہے' اسی طرح آخرت میں بھی وہ مجھ سے قریب

ہوگا۔ یہاں یہ سمجھ لیجیے کہ آپ ﷺ سے حقیقت میں تعلق ہو اور زبان سے درود بھیجا جائے' یہ نتیجہ تب برآمد ہوگا' محض زبان سے درود بھیجنے کا یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

درود کا خدمتِ اقدس ﷺ میں پہنچنا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِىَ السَّلَامَ ۔(رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَالدَّارِمِىُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کے بہت سے فرشتے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں جو میری اُمت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔(نسائی)

یعنی حضور ﷺ پر سلام بھیجنا ضائع نہیں جاتا' اللہ کے ہاں بھی اس کا اجر ملتا ہے اور حضور ﷺ کو بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں شخص نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے اور یہ اطلاع آپ کو ملائکہ کے واسطے سے دی جاتی ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَىَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَىَّ رُوْحِىْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِىُّ فِى الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں اس شخص کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(ابوداؤد' بیہقی)

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَىَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِىْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔(رَوَاهُ النَّسَائِىُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ اور میری قبر کو بھی نمائش گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو' یقین جانو کہ تم کہیں بھی ہو تمھارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔(نسائی)

روضۂ اقدس پر درود کا پڑھنا

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِىْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَىَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو شخص مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے' وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ (بیہقی)

اس سلسلے میں مختلف روایتیں آتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھ پر جو درود و سلام بھیجا جاتا ہے' میری روح پلٹائی جاتی ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ایک روایت او پر گزر چکی ہے کہ فرشتے پھرتے رہتے ہیں اور وہ مجھ تک درود پہنچاتے ہیں' اور تیسری روایت اب یہ بیان ہوئی ہے۔

یہ تینوں روایتیں آپس میں کوئی تضاد نہیں رکھتیں۔ ان میں جو بات بتائی گئی ہے' وہ یہ ہے کہ میرے بعد مجھ پر درود بھیجنا ضائع نہیں جاتا' خواہ میں سنوں خواہ مجھ تک پہنچایا جائے' اور میں اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔ اب اس سننے کی کیفیت کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو ضرور سنتے ہوں گے۔ ہمارے پاس انکار کا کوئی ذریعہ نہیں' لیکن اس بات سے آگے یہ نتیجہ نکال لینا کہ آپ دُعائیں بھی سنتے ہیں۔ یہ غلط ہے' مجرد سماع سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ دُعائیں سننا تو صرف خدا کا کام ہے۔

ایک بات میں اس سے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اپنے پیاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کچھ ہے دشمنوں کے ساتھ کچھ' اگر کوئی آدمی دنیا میں اس کے پیاروں کو گالی دے تو وہ نہیں پہنچائی جاتی لیکن رحمت کی دُعا اور درود و سلام سب پہنچتا ہے' تاکہ انھیں اطمینان ہو۔ اس طرح کفر و شرک کی بات ان تک نہیں پہنچائی جاتی' کیونکہ اس سے انھیں اذیّت ہوتی ہے کہ جس چیز کے مٹانے کے لیے وہ دنیا میں تشریف لائے تھے وہ پروان چڑھ رہی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے دشمنوں کو اُن کی تعریف کے الفاظ نہیں پہنچائے جاتے' لعنت اور پھٹکار پہنچائی جاتی ہے تاکہ انھیں اطمینان نصیب نہ ہو اور وہ اذیّت میں مبتلا رہیں۔ سماع ثابت ہے مگر ہر چیز کا سماع ثابت نہیں۔

اہلِ بیت اور درود

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح درود بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (بخاری و مسلم)

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں اور جواب میں بکثرت یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں، بس اتنا فرق ہے کہ کسی میں آل کا لفظ ہے، کسی میں ازواج کا اور کسی میں ذریت کا، مفہوم وہی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔ یہ درود قریب قریب تیس چالیس احادیث میں آتا ہے، اور متعدد طریقوں سے مروی ہے، صاحب مشکوٰۃ نے صرف دو روایات نقل کی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے پورا پیمانہ بھر کر ملے، وہ ہم اہلِ بیت پر درود بھیجے، اور یوں کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ (ابوداؤد)

ایک درود وہ ہے جو ہم نمازوں میں پڑھتے ہیں، وہ بہت زیادہ سندوں اور قوی سندوں سے ہم تک پہنچا ہے، مگر اس کے علاوہ بھی مختلف سندوں سے کئی درود مروی ہیں، جو حضور ﷺ نے مختلف وقتوں میں تعلیم فرمائے۔

درود نہ بھیجنے والا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو کہ اس پر

رمضان آ کر گزر گیا اور اس کی بخشش نہ ہوئی اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو کہ اس کے والدین اس کی موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچے اور انھوں نے اس کو جنت میں نہ پہنچایا۔

ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر سلام اور درود بھیجنا کتنا ضروری ہے اور اس کے کتنے فوائد ہیں۔ اس طرح رمضان کے مہینے میں اپنے گناہ کتنی آسانی سے بخشوائے جا سکتے ہیں۔ نیز بوڑھے والدین کی خدمت سے انسان جنت کا حق دار ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی، احمد)

یعنی ذرا سی زبان ہلانے کا سوال تھا اس کے لیے بھی تیار نہیں۔ یہ کوئی محنت کا کام نہ تھا، بات صرف اتنی ہے کہ حضور ﷺ سے قلبی تعلق نہیں، وگرنہ یہ تعلق ہو تو ضبط کرنا مشکل ہو جائے اور آپ ﷺ کا نام آتے ہی بے اختیار درود کے الفاظ زبان پر جاری ہو جائیں۔

درود کے بغیر دُعا

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعُدُ مِنْہُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دُعا اس وقت تک آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ تو درود نہ بھیجے اپنے نبی ﷺ پر۔ (ترمذی)

یہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے حضور ﷺ سے منسوب نہیں، لیکن جیسا کہ بتایا گیا امور غیب کے متعلق صحابہ براہ راست نہیں جانتے۔ حضور ﷺ ہی کے ذریعے سے جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بات آپ ﷺ سے سنی ہو گی، لیکن اصل الفاظ یاد نہ ہوں گے اس لیے حضور ﷺ کا نام نہیں لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دُعا کے بھی آداب ہیں۔ پہلے خدا کی حمد کرے۔ حضور ﷺ پر درود بھیجے پھر اپنا مدعا بیان کرے۔ اگر کوئی شخص براہ راست دُعا مانگتا ہے تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک بدتمیز آدمی کسی سے ملنے آئے اور آتے ہی اپنی بات شروع کر دے، خیر خیریت تک نہ پوچھے۔ اس قول میں جو صرف درود کا ذکر کیا گیا ہے۔ حمد کا ذکر نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف درود بھیجنا کافی ہے۔ عام مسلمان یہ تو جانتے تھے کہ اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔ سورۂ فاتحہ میں یہ سکھا دیا گیا ہے اس لیے یہ جز بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

لزوم شفاعت

وَعَنْ رُوَيْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت رویفع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص محمد ﷺ پر درود بھیجے اور پھر کہے: اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کہ اے اللہ! انھیں اپنے قریب ترین مقام پر قیامت کے دن فائز فرما تو اس کے لیے شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔ (احمد)

یعنی درود کے ساتھ ساتھ اگر وہ یہ دُعا بھی کرتا ہے تو میری شفاعت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے کیونکہ جب میں قریب ترین مقام پر فائز ہوں گا، تبھی تو شفاعت کر سکوں گا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اللہ یہ شفاعت ضرور قبول بھی کرے۔ یہ اس کی اپنی مرضی ہے، اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

تیرھویں فصل

نماز کے بعد کے اذکار اور دُعائیں

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۔

ایسے لوگ صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز وادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔ (النور ۲۴:۳۷)

نماز کے بعد کے اذکار اور دُعائیں

درود کے بعد کی دُعا

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا فِی الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَآئِلٌ مَّا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دُعا مانگتے اور کہتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ یعنی ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں' عذاب قبر سے اور مسیح دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے' یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ سے''۔ اور قرض سے' ایک شخص نے عرض کیا: آپ قرض داری سے بہت اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی قرض دار ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے اور درود پڑھنے کے بعد دُعا کی جاتی ہے۔ اس میں ہم آزاد ہیں کہ جو دُعا چاہیں مانگیں' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا دُعا مانگتے تھے'' ''باب الدعا فی التشہد'' میں اس کا ذکر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بس یہی دُعائیں مانگنا ضروری ہیں' لیکن ظاہر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا' ہماری دُعا سے یقیناً بہتر ہے۔

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ چاہی ہے' اسے نگاہ میں رکھیے کہ زمانے کے اعتبار سے قبر کا مسئلہ بعد کا ہے' لیکن مسلمان کے نزدیک اصل اہمیت اسی کی ہے۔ اس کی نظر میں یہ زندگی اہمیت نہیں رکھتی۔ قبر کے لفظ سے اصل مراد عالمِ برزخ ہے' جہاں روح ہوتی ہے جسم نہیں ہوتا۔ یہ عالمِ آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی مجرم کی حیثیت سے گیا ہو تو اسے مرتے ہی پتا چل جاتا ہے کہ میں مجرم ہوں' حوالاتی ہوں' مہمان عزیز نہیں۔ اگر اس مرحلے میں پناہ مل جائے تو بس آگے پناہ ہی پناہ ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے مسیح دجال سے پناہ چاہی ہے' دجال کے لیے مسیح کا لفظ متعدد روایات میں استعمال ہوا ہے۔ حضور ﷺ سے دریافت نہیں کیا گیا کہ آپ ﷺ نے اسے مسیح کیوں فرمایا' اس لیے محدّثین کے درمیان اس لفظ کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف ہے' بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''مسح'' سے بنا ہے' چونکہ دجال ساری زمین پر پھر جائے گا' چھا جائے گا اس لیے اسے مسیح فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے ممسوح الیمن کیونکہ اس کی ایک آنکھ غائب ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے دعوائے مسیحیت مراد ہو کہ ہوگا تو دجال مگر مسیح ہونے کا دعوے دار ہوگا۔ بہرحال مسیح دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہے کہ بڑے سے بڑا فتنہ بھی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ روایات میں یہاں تک بتایا گیا ہے کہ یہ فتنہ چالیس دن رہے گا' مگر اہلِ ایمان پر چالیس سال گزر جائیں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کی دُعا میں عام فتنوں کا ذکر ہے' زندگی اور موت کے فتنے' ہر نافرمانی کا موقع فتنہ ہے' اگر مصیبت آئے تو خدا جانے (انسان) کب بے صبر ہو کر کسی اور آستانے پر جھک جائے۔ اسی طرح موت کا وقت بھی سخت نازک ہے' (ایک بندہ) نیک زندگی بسر کرتا رہا' لیکن وصیت ایسی کر جاتا ہے جو شریعت کے خلاف ہے' حقوق غصب کرنے کا کام کر گیا حرام چیز کی طرف مائل ہو گیا' یا مشرکانہ حرکت کر بیٹھا تو سارے کیے' کرائے پر پانی پھیر گیا۔

سب سے آخر میں آپ ﷺ نے گناہ کے کاموں سے اللہ کی پناہ طلب کی' یوں ''مغرم'' کے معنی دوسروں کے حقوق تلف کرنے کے ہیں' لیکن عرب میں عام طور پر یہ قرض داری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا: آپ قرض سے بطور خاص کیوں پناہ چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک فعل کئی گناہوں کی جڑ ہے۔ یہ خطرہ الگ کہ اسی حالت میں مر گیا تو لوگوں کے حقوق کا بوجھ میرے کندھوں پر ہوگا اور دنیا میں طرح طرح کے بہانے جھوٹ اور وعدہ خلافیاں اس کے سبب سے الگ سرزد ہوں گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آخری رکعت میں تشہد سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں کی پناہ طلب کرے' عذاب جہنم سے' عذاب قبر سے' حیات و موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے شر سے۔ (مسلم)

اس روایت میں بھی وہی چیزیں بیان ہوئی ہیں' جو اس سے پہلے کی احادیث میں گزر چکی ہیں۔ وہاں آپ کے عمل کا ذکر تھا کہ آپ یوں کیا کرتے تھے' یہاں آپ کی ہدایت نقل کی گئی کہ یوں کرنا چاہیے۔ ایسی روایات کئی ہیں جن میں حضور ﷺ نے متعدد چیزوں سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ یہاں صرف چار چیزوں کا ذکر ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صرف چار چیزوں کا ذکر کیا' یا سننے والوں نے اتنا ہی یاد رکھا' وگرنہ تعداد میں یہ چیزیں بہت ہیں۔

اختتام نماز کی تکمیل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَآءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا نماز ختم کرنا آپ ﷺ کی تکبیر سے پہچان لیتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے زمانے میں بارہ تیرہ برس کے لڑکے تھے اور یہ آدابِ صلوٰۃ میں سے تھا کہ سن رسیدہ لوگ پہلی صف میں کھڑے ہوں اور بچے پیچھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے کی وجہ سے مجھے نماز کے ختم ہونے کی اطلاع تکبیر سے ہوتی' یعنی حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی تکبیر پڑھتے تھے۔ جس کی آواز پچھلی صفوں تک پہنچتی اور انھیں معلوم ہو جاتا کہ نماز ہو چکی۔

نماز کے بعد کی دُعائیں

وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ لَمْ یَقْعُدْ اِلَّا مِقْدَارَ مَا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو اس کے بعد اتنی دیر بیٹھتے' جتنی دیر میں یہ دُعا پڑھی جا سکے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی تو سراسر سلامتی ہے (تیری ذات ہر عیب اور حادثے سے پاک ہے' کسی قسم کی تکلیف اور برائی تیری ذات کو نہیں پہنچتی) اور جس کو سلامتی نصیب ہوتی ہے' وہ تیرے عطا کرنے سے ہوتی ہے' تو برکت والا ہے' اے عظمت والے اور عزت والے (جلال' اُردو میں غصے کے

معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور عربی میں عظمت کے معنوں میں)۔(مسلم)

احادیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ نماز کے بعد آپ ﷺ ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے ہوں' یا پوری جماعت ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتی ہو۔ اگر ایسا کیا جائے تو یہ گناہ بھی نہیں' ممنوع بھی نہیں' لیکن اسے مسنون سمجھنا بھی غلط ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اسے فرض واجب سمجھتا ہو تو اس کے لیے یہ بدعت ہو جائے گی' لیکن اگر اس تصور سے خالی الذہن ہو کر دُعا مانگی جا رہی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں' یہ اچھی بات ہے' میں نے دیکھا ہے کہ اس سلسلے میں بعض لوگ بے حد مبالغہ کرتے ہیں۔ سندھ میں نماز کے بعد تین تین مرتبہ دُعا مانگی جاتی ہے' اس کی کوئی حاجت نہیں۔ امام دُعا مانگے تو کوئی حرج نہیں لیکن اسے لازم نہیں سمجھنا چاہیے' کبھی کبھی اسے چھوڑ بھی دینا چاہیے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہِ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامَ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز سے پلٹتے تھے (یعنی سلام کہنے کے بعد رُخ پھیرتے تھے تو) تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اور یہ دُعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ'' (مسلم)

اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اتنی بات زائد ہے کہ آپ ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ'' والی دُعا سے پہلے تین مرتبہ استغفار کرتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے گھر کی نماز کا ذکر کیا ہو' کیونکہ وہ گھر کی نماز سے بخوبی واقف تھیں اور حضرت شعبان رضی اللہ عنہ نے جماعت کی نماز کا ذکر کیا ہو' کیونکہ وہ آپ ﷺ کی جماعت کی نماز سے بخوبی واقف تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھر میں آپ استغفار آہستہ پڑھتے ہوں' اس لیے اس کا ذکر نہ ہو اور جماعت میں آپ بلند آواز سے استغفار کرتے ہوں تا کہ لوگوں کو تعلیم ہو' بہر حال یہ دونوں روایات باہم دگر متضاد نہیں' یہ دونوں مل کر ایک مضمون بنتی ہیں۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد کہا کرتے تھے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اس دُعا کا ترجمہ ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تنہا وہی معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' خدایا! جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور اسے کوئی دلوا نہیں سکتا جسے تو روک دے اور کسی مالدار کی مالداری تیرے مقابلے میں کام نہیں آ سکتی۔'' (بخاری و مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کر کے سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے یہ کہتے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اس کی ہے' تعریف اسی کو زیبا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' کوئی زور اور طاقت نہیں مگر اللہ کے دینے سے اور ہم اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتے' نعمت اسی کی دی ہوئی ہے اور فضل اسی کی عطا ہے' اسی کے لیے بہترین تعریف ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اپنی بندگی کو اسی کے لیے خالص کرتے ہیں خواہ یہ کافروں کو ناگوار گزرے۔ (مسلم)

وَعَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمٰتِ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کلمات سکھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد اکثر یہ کلمات پڑھتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابَ الْقَبْرِ۔

(مسلم)

یعنی خدایا میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں ارذل عمر سے (یعنی رذیل ترین عمر جس میں آدمی کوئی کام کرنے کے قابل نہ ہو انتہائی بڑھاپے کا عالم) اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور عذاب قبر سے۔

نماز کے بعد کے اذکار

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَھَبَ اَھْلَ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجٰتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ مَاذَاکَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَ یَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَ تَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلُ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَ تُکَبِّرُوْنَ وَ تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَیْسَ قَوْلُ اَبِیْ صَالِحٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا وَ تَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّ تُکَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدْلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مہاجرین میں سے غریب افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مال دار تو سب کچھ لوٹ لے گئے' دائمی نعمت اور بلند درجات' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا' نماز ہم بھی پڑھتے ہیں وہ بھی' روزہ ہم بھی رکھتے ہیں وہ بھی مگر وہ صدقہ کرتے ہیں' ہم نہیں کر سکتے' وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں جس سے تم ان لوگوں کو پا

لو اور پیچھے رہ جانے والوں سے آگے نکل جاؤ' اور تم سے کوئی افضل نہ ہو' سوائے اس شخص کے' جو وہی کام کرے جو تم کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ضرور فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ **سبحان اللہ' اللہ اکبر** اور **الحمد للہ** کہو۔''

بیچ میں ایک راوی ابوصالح ہیں جنھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ

''اس واقعے کے بعد فقرا و مہاجرین پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کو سن لیا' تو انھوں نے بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ (میں کسی سے کیسے چھینوں)''

ابوصالح کا قول مسلم کے علاوہ آخر تک کہیں اور نہیں ہے۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ''**سبحان اللہ' الحمد للہ** اور **اللہ اکبر** ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ کہو۔'' (بخاری و مسلم)

جہاں تک میری نگاہ سے احادیث گزری ہیں' ان میں کہیں سو سے زیادہ کوئی ذکر نہیں اور مجھے ہزار دانہ اذکار کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ لمبے اذکار کم تعداد میں ہیں۔ مختصر اذکار زیادہ تعداد میں ہیں اور بہت طویل ذکر عام طور پر ایک مرتبہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَآئِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چند کلمات ہیں جنھیں نماز کے بعد بار بار کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ تسبیح (یعنی سبحان اللہ) ۳۳ مرتبہ' تکبیر (یعنی اللہ اکبر) ۳۳ مرتبہ اور تحمید (یعنی الحمد اللہ) ۳۴ مرتبہ (اس طرح پورے سو کی تعداد ہو جاتی ہے۔) (مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ ذکر کثرت سے بتایا ہے اور مختلف لوگوں کو مختلف اوقات میں بتایا گیا ہے' مگر یہ ملحوظ رہے کہ تکرار تعداد کے لیے نہیں' ذہن نشین کرانے کے لیے ہے۔ آدمی اسے بار بار پڑھے گا تو ممکن ہے اگر دسویں مرتبہ اس کا ذہن حاضر نہ تھا تو گیارھویں دفعہ سبحان اللہ کہنے سے اسے

حضور قلب نصیب ہو جائے اور معنی اس کے ذہن نشین ہو جائیں۔ آپ ان اذکار کے مطلب پر غور کریں۔ سبحان اللہ کے معنی کیا ہیں۔ ہمارا مالک وہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں، نقص نہیں، جس کا کوئی شریک نہیں۔ جب یہ مفہوم ذہن نشین ہو جائے تو آدمی کبھی شرک نہیں کر سکتا۔ آدمی شرک کرتا ہی اس لیے ہے کہ وہ اپنے معبود کو امداد کا حاجت مند سمجھتا ہے، کمزور سمجھتا ہے، اس کے نزدیک شریعت کے احکام میں عیب بھی پایا جا سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے: یہ سود کو کیوں حرام کر دیا گیا ہے۔ اس سے تو ہمارے کاروبار میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ یہ پردے کا حکم کیسا ہے؟ ایسی باتیں وہی لوگ سوچتے ہیں جن کے دل میں سبحان اللہ کا مفہوم راسخ نہیں۔ خطا انسانوں کے فلسفوں اور نظاموں اور قوانین میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ کے قوانین میں خطا کا کیا سوال؟ تو گویا سبحان اللہ کے الفاظ زبان سے کہہ دینا ہی مقصود نہیں، اس کا مفہوم ذہن نشین کرنا مقصود ہے۔

یہی صورت الحمد للہ اور اللہ اکبر کی ہے، جو آدمی سارا کمال اللہ کا سمجھتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ خیال کیسے آ سکتا ہے کہ کسی میں ذاتی کمال بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کا عطا کردہ نہ ہو اور جب وہ اللہ کی بڑائی کا مفہوم سمجھ لیتا ہے تو اس کے بعد اس کا سر خدا کے سوا کسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثاً وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے، یعنی کل ننانوے مرتبہ اور سو کی تعداد پوری کرنے کے لیے یہ کلمہ: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' پڑھے تو اس کی خطائیں بخشی جائیں گی، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

خطاؤں کو سمندر کے جھاگ سے اس لیے تشبیہ دی کیونکہ یہ کوئی ٹھوس اور مستقل چیز نہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح جھاگ اڑ جاتا ہے اسی طرح اس آدمی کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں، جو ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتا ہے۔

بعض لوگوں کو اس طرح کی روایات سن کر طرح طرح کے شکوک لاحق ہونے لگتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ زبان میں چند مرتبہ حرکت ہو' اس سے فضا میں لہریں پیدا ہو جائیں' تو اس کا یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے؟ اصل میں یہ نتیجہ محض زبان سے چند الفاظ نکال دینے سے ظاہر نہیں ہوتا' دل سے تسبیح و تحمید و تکبیر کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو آدمی ان کلمات کا مفہوم دماغ میں بٹھا لے' ذہن میں پیوست کر لے' اس سے خطائیں ہی کہاں سرزد ہوں گی؟ ہوں گی تو اس کا امکان نہیں کہ وہ خطا پر مصر ہو اور اللہ کے ہاں آدمی وہی پکڑا جاتا ہے جو اپنی غلطی پر اصرار کرے' لیکن اگر خطا کے بعد نادم ہو تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔ جو آدمی دل سے یہ کلمات کہتا ہے وہ ہیکڑی نہیں دکھا سکتا' کبھی نہ کبھی ضرور اسے توبہ کی توفیق ہو گی' اور توبہ سے ہر خطا معاف ہو جاتی ہے' حتیٰ کہ شرک بھی جو سب سے بڑا جرم ہے۔

نمازِ فجر و مغرب کے بعد دُعا اور درجات

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ اَنْ یَّنْصَرِفَ وَیَثْنِیْ رِجْلَیْهِ مِنْ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّ مُحِیَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَّحِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَلَمْ یَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ یُّدْرِكَهٗ اِلَّا الشِّرْكُ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا یَفْضُلُهٗ یَقُوْلُ اَفْضَلَ مِمَّا قَالَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عبدالرحمٰن ابن عنم رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب اور فجر کی نماز کے بعد قبل اس کے کہ پلٹے (یعنی سلام پھیر کر کہیں جانے سے پہلے) دس مرتبہ یہ کلمات کہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ''یعنی کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اس کی ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے' ساری بھلائی اسی کے اختیار میں ہے' وہی زندگی عطا فرماتا ہے' وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تو ہر مرتبہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی دس برائیاں ساقط کر دی جاتی ہیں اور دس درجے اس کے بڑھا دیے جاتے ہیں۔ یہ کلمہ بچانے والا ہے' اسے ہر بری چیز سے اور شیطان سے'

اور کوئی گناہ اسے ہلاک کرنے والا نہ ہوگا' مگر شرک اور وہ لوگوں سے افضل ہوگا سوائے اس کے جو اس سے زیادہ اس پر عامل ہو۔

اب اس حدیث کے بعد کے الفاظ پر غور کریں۔ ایک مرتبہ کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی' مطلب یہ ہے کہ دس مرتبہ کہے گا تو سو نیکیاں ملیں گی۔ قرآن میں یہ اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ ایک نیکی پر دس گُنا اجر دیا جائے گا' دس برائیاں ساقط اور دس درجے بلند ہوں گے۔ گویا دس مرتبہ کہنے سے سو قصور معاف ہوں گے اور دس درجے بلند ہوں گے' کسی کا درجہ پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا ہوگیا' یہ کوئی شخص نہیں جانتا' اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ہلاک کرنے والا گناہ' ہلاکت سے مراد آخرت کی ہلاکت ہے' جیسے آپ اردو میں کہتے ہیں: ''لے بیٹھنا'' یہ لے بیٹھنے والا گناہ شرک ہے۔

اس سے کوئی افضل نہ ہوگا' نہ کوئی شخص ایسی بات کہہ سکے گا' کسی کو اس پر فضیلت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے اس سے افضل کلمات کیا ہوں گے' اگر انھیں یقین و ایمان کے ساتھ پڑھا جائے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَآئِمَ کَثِیْرَۃً وَّ اَسْرَعُوا الرَّجْعَۃَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَّا لَمْ یَخْرُجْ مَا رَأَیْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَۃً وَّلَا اَفْضَلَ غَنِیْمَۃً مِّنْ ھٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِیْمَۃً وَّاَفْضَلَ رَجْعَۃً قَوْمًا شَھِدُوْا صَلٰوۃَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاُولٰئِکَ اَسْرَعُ رَجْعَۃً وَّاَفْضَلُ غَنِیْمَۃً (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مہم کے سلسلے میں ایک فوجی دستہ بھیجا۔ یہ دستہ مالِ غنیمت لے کر بہت جلد پلٹا۔ ہم میں سے ایک شخص نے جو اس دستے کے ساتھ نہیں گیا تھا' کہا کہ ہم نے ایسا کوئی فوجی دستہ نہیں دیکھا' جس کی غنیمت اور رجعت اتنی افضل ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نہ بتاؤں کہ افضل غنیمت و رجعت والے کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ جو صبح کی نماز میں حاضر ہوئے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر خدا کا ذکر کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو رجعت اور غنیمت میں افضل ہیں۔ (ترمذی)

یعنی سریہ کو تو پھر بھی چند دن لگ جائیں گے' اور یہ لوگ گھنٹے پون گھنٹے میں پلٹ آئیں گے۔ دوسرے

لفظوں میں متنبہ کیا کہ اصل قدر و قیمت مال کی نہیں، تعلق باللہ کی ہے۔ اسلام کی ویلیویشین یہ ہے کہ یہاں قدر و قیمت کا اندازہ خدا کے قرب سے لگایا جاتا ہے، مال و دولت سے نہیں ..... یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اوّل الذکر گروہ تو جہاد کرنے گیا تھا۔ پھر ذکر کو جہاد پر فضیلت کیسے دے دی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد میں بھی اصل روح تعلق باللہ کی ہے۔ اگر یہ روح نہیں ہے۔ تو پھر کسی نے کتنے ہی کافر مارے، کتنی ہیں زبردست حکومت قائم کر دی، سب عبث ہے، اگر ربط ہے، خوف ہے تو تبھی اس کی قدر و قیمت ہے، یہی صورت نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ہے کہ ان کی اصل قدر اللہ کی یاد سے متعین ہوتی ہے۔ جہاد میں جان و مال لانا سب تعلق باللہ کی بدولت قیمتی ہوں گے، اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنا بڑا مال لانا ہے۔

یہاں تک نماز کے آغاز سے لے کر ذکر بعد الصلوٰۃ تک کی سبھی روایتیں ہمارے سامنے آ چکیں۔ حضور ﷺ نماز کیسے شروع کرتے، کیا پڑھتے آپ کا رکوع و سجود کیسا ہوتا تھا، آپ قیام میں کیا پڑھتے تھے؟ ان روایات سے یہ سب تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ افغانستان سے لے کر اسپین تک ہزار ہا کی تعداد میں جو تابعین پھیلے ہوئے تھے، جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا تھا۔ محدّثین نے ان سب کے پاس جا جا کر حضور ﷺ کے طریقۂ نماز کے متعلق مواد جمع کرنے میں کتنی محنت کی۔ مشکوٰۃ میں سند پر بحث نہیں، اس لیے آپ کو خبر نہیں ہو سکتی کہ شہد کی مکھیوں نے کہاں کہاں سے یہ شہد حاصل کیا، یہ تو آپ کے سامنے اس بوتل میں بند ہو کر آ گیا، وگرنہ اس میں مصر، بربر، بخارا ہر جگہ کا شہد موجود ہے۔

پھر اسے بھی نگاہ میں رکھیے کہ ان حدیثوں کو پڑھ پڑھ کر لوگوں نے نماز کا طریقہ نہیں سیکھا۔ لوگوں نے نماز حضور ﷺ سے سیکھی اور اس وقت سے لوگ نسلاً بعد نسل اسے برابر پڑھتے چلے آ رہے ہیں، اس طرح ایک طرف ہمارے پاس اُمت کا عمل ہے، دوسری طرف شہادتیں ہیں۔ اگر آج نماز میں کوئی بدعت نکال لی جائے تو ہمیں اس کا فوراً پتا چل سکتا ہے۔ اگر یہ تاریخی شہادت موجود نہ ہوتی اور نماز میں کوئی بدعت نکال لی جاتی جس پر عمل کرتے، لوگوں کو سو سال گزر جاتے تو ہمیں خبر نہ ہو سکتی کہ یہ سنّت جاریہ ہے یا بدعت؟ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں آج بھی بکثرت بدعات پھیلی ہوئی ہیں۔ یہی بدعتیں پانچ چھے سو سال پہلے اندلس کی تاریخ میں بھی موجود تھیں، اگر ایک آدمی ان کے رائج ہو جانے سے استدلال کرتا تو آپ محدّثین کے فراہم کردہ اس ذخیرے کے بغیر یہ کیسے معلوم کر سکتے کہ یہ طریقے حضور ﷺ کے زمانے سے چلے آ رہے ہیں؟ یا نہیں؟ محدّثینِ کرام نے اسی لیے یہ محنت برداشت کی تا کہ ایک طرف اُمت کا عمل ہو اور دوسری طرف یہ تاریخی ریکارڈ۔

اختتام دُعا پر ''آمین'' کہنا

حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا ایک شخص پر گزر ہوا جو بڑے الحاح سے دُعا مانگ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دُعا واجب ہوگئی۔ اگر اس نے اسے ٹھیک ختم کیا' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی دُعا کو کس چیز پر ختم کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: آمین کے ساتھ۔ (ابوداؤد)

یہ تعلیم دینے کا حکیمانہ طریقہ ہے۔ ایک شخص الحاح سے دُعا مانگ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہ کیا کہ اس کے الحاح میں خلل ڈال کر اس سے کہیں کہ آمین کہو۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمائی اور اس طرح اس کے کان میں بھی یہ بات ڈال دی کہ تجھے آمین کہنا چاہیے۔

چودھویں فصل

نماز میں جائز اور ناجائز امور

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ

اے نبی ﷺ! میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔ (ابراہیم ۱۴:۳۱)

نماز میں جائز اور ناجائز امور

مقام سجدہ کی صفائی

وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو سجدے میں جاتے وقت مٹی صاف کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو صرف ایک دفعہ کر لیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

اگرچہ روایت میں یہ بات درج نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا لیکن روایت کا انداز بتاتا ہے کہ آپ سے سجدے کی جگہ کو صاف کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تھا جس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ یہ وضاحت اس سے پہلے بھی کئی دفعہ کی جا چکی ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرش نہ تھا' چٹائیاں بھی موجود نہ تھیں' بس ریت اور کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ آدمی بعض اوقات سجدے میں جا کر دیکھتا ہے کہ کنکریاں اسے تکلیف دے رہی ہیں' یا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت آدمی اس امر کا خیال نہیں کرتا کہ سجدہ گاہ کیسی ہے جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو اسے کوئی ایسی چیز نظر آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اوّل تو اس کی پروانہ کرو' لیکن اگر ہٹانا ہی ہے تو پھر اسے ایک مرتبہ ہاتھ سے ہٹا لو ایسا نہ ہو کہ اطمینان سے بیٹھ کر پہلے اسے دور کرو اور پھر سجدے میں جاؤ یا ہر مرتبہ سجدے میں جاتے وقت یہ عمل دہراؤ۔ اگر ایسا ہو تو یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ اس آدمی کو خدا کے سامنے جھکتے ہوئے بھی اپنی پیشانی اور ناک کا خیال رہتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو ہاتھ سے ریت کی کنکریاں نہ ہٹائے' اس لیے کہ اس وقت رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ مسجد نبوی میں کوئی چٹائی نہ تھی۔ ریت کی کنکریاں بچھی رہتی تھیں۔

آپ ﷺ نے اس سے منع کیا کہ نماز پڑھتے ہوئے نمازی اپنے ہاتھوں سے کنکریاں' یا ریت ہٹائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت آدمی کی طرف متوجہ ہوتی ہے' اسے کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ فکر نہیں کرنی چاہیے کہ کہاں مٹی ہے اور کہاں کنکری!

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا یُقَالُ لَهٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ یَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے افلح نامی ہمارے ایک غلام کو دیکھا۔ جب وہ سجدہ کرتا پھونک مارتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے افلح اپنے منہ کو خاک میں ملنے دے (یعنی اس کی پروانہ کر کہ مٹی لگ رہی ہے۔) (ترمذی)

نماز اور چھوٹے بچے

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِی الْعَاصِ عَلٰی عَاتِقِهٖ فَاِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ اَعَادَهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ابوالعاص کی بیٹی اُمامہ آپ کے کندھے پر تھی۔ جب آپ رکوع فرماتے تو وہ امامہ کو اُتار دیتے اور جب سجدے سے فارغ ہوتے تو پھر اس کو مونڈھوں پر بٹھا لیتے۔ (بخاری و مسلم)

امامہ حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور حضور ﷺ کی نواسی تھیں۔ حضور ﷺ کو اُن سے بڑی محبت تھی' شفقت کا عالم یہ تھا کہ نماز پڑھاتے وقت بھی اسے کندھے پر اُٹھا لیتے۔ عام طور پر ایک گروہ نے ایسا پراپیگنڈا کیا ہے کہ حضور ﷺ کی دوسری اولاد کو بیک گراؤنڈ میں پھینک دیا گیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی دوسری اولاد پر بھی کمال شفقت فرماتے تھے۔

اس روایت میں بالخصوص ماؤں کے لیے ایک سہولت کا سامان ہے۔ عام طور پر خواتین اس مسئلے سے پریشان ہوتی ہیں کہ بچے کو کیسے ہٹائیں' نہیں ہٹتا تو نماز کیسے پڑھیں۔ حضور ﷺ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر چھوٹا بچہ بہت مانوس ہے' اسے زبردستی الگ کیا جائے تو وہ روئے گا' مچلے گا تو اس حالت میں اسے اُٹھا کر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے' فقہا نے لکھا ہے کہ اس حد تک تو ماں کر سکتی ہے' البتہ دودھ نہیں پلا سکتی' کیونکہ اس مقصد کے لیے اسے چھاتی کھولنی پڑے گی۔ اگر حضور ﷺ یہ عمل کر کے نہ بتا دیتے تو یہ بات با آسانی حلق سے

اترنے والی نہ تھی کہ بچے کو گود میں لیے لیے بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ ایک طرف بچوں پر حضور ﷺ کی شفقت ہے اور دوسری طرف ماؤں پر رحمت۔

نماز میں بولنا

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثْكَلَ اُمِّيَاهُ مَا شَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِم عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَءَ يْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّقَدْ جَآءَ نَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَاْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَّافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاویہ ابن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ''یرحمک اللہ'' (اس نے الحمدللہ نہیں کہا' میں نے اس خیال سے کہ اس نے کہا ہوگا' یرحمک اللہ کہہ دیا) یہ سن کر لوگوں نے میری طرف کڑی نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا: میرا استیاناس' کیا بات ہے' تم میری طرف اس طرح دیکھ رہے ہو۔ اس پر لوگوں نے اپنی رانوں پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھ کو خاموش کرانے کی کوشش کر رہے ہیں تو میرا دل تو جلا' مگر میں چپکا ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ سے بعد ایسا اچھا تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا' نہ برا بھلا کہا بس اتنا کہا۔ یہ نماز ہے اس میں انسانی کلام درست نہیں۔ نماز تو نام ہے تسبیح' ذکر اور قرأت قرآن کا یا اس کے مانند کچھ فرمایا (مدعا یہ کہ مجھے ٹھیک ٹھیک یاد نہیں کہ الفاظ کیا تھے مگر مطلب یہی تھا)۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نیا نیا جاہلیت سے نکل کر اسلام

میں آیا ہوں' ہمارے قبیلے میں کچھ لوگ ہیں جو کاہنوں (سیانوں) کے پاس آتے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس مت جایا کرو۔ میں نے عرض کیا اور ہم میں سے بعض لوگ شگون لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چیز ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں' یہ انھیں (اپنے کاموں سے) نہ روکے۔ پھر میں نے عرض کیا' ہم میں سے بعض لوگ رمال ہیں (خط کھینچتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک نبی تھے جو خط کھینچتے تھے پس جس شخص کا خط اس پیغمبر کے خط کے مطابق ہو تو اس کے لیے یہ کام روا ہے۔ (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز میں بولنا ممنوع ہے۔ یہ بات سب فقہا کے نزدیک مسلم ہے۔ ایک امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ایک حدیث کی وجہ سے نماز ہی کی ضروریات کے تحت تھوڑا کلام کر لینا جائز سمجھتے ہیں' باقی سب جان بوجھ کر کلام کرنے سے منع کرتے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو نماز میں بلا ارادہ بولنے سے بھی نماز نہیں ہوتی۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہو جاتی ہے (اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث وارد نہیں' یہ ائمہ کا اپنا اجتہاد ہے)۔

ضمناً اس روایت سے شگون اور رمل کی شرعی حیثیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ برے شگون سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے' مگر فرمایا کہ اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے' جو کرنا ہے کر گزرنا چاہیے۔ گاندھی جی کی طرح ایسا نہ ہو کہ وائسرائے سے ملنے جا رہے تھے' رستے میں بلی پر نظر پڑی واپس آ گئے۔

رمل کے متعلق فرمایا کہ ایک نبی بھی خط کھینچ کھینچ کر تقدیر معلوم کیا کرتے تھے' جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو جائے' وہ یہ کام کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ان نبی کو تو اللہ نے یہ علم عطا فرمایا تھا' ان کے علم کی موافقت کون کر سکتا ہے اور جب کوئی نہیں کر سکتا تو اس لیے یہ کام ہی نہ کیا جائے' کیونکہ وہ معجزہ تھا اور یہ ایک الل ٹپ اندازہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے میں سلام کرتے تھے اور آپ ﷺ ہمارے سلام کا جواب دے دیتے تھے۔ پھر جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس آئے اور ہم نے آپ ﷺ پر سلام کیا (نماز کی حالت میں) تو آپ نے جواب نہ دیا۔ ہم نے

عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرتے اور آپ ہم کو جواب دے دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا نماز میں ایک شغل ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ہجرت کر کے حبش گئے تھے۔ دوسرے مہاجرین جنگِ خیبر کے موقع پر واپس آئے' مگر ابن مسعود اور دوسرے چوبیس صحابی جنگِ بدر کے قریب لوٹے' وہ کہتے ہیں جس وقت تک ہم حبش نہ گئے تھے' اس وقت تک نماز کی حالت میں ہم سلام و جواب کر لیتے' مگر جب لوٹ کے آئے تو اس کی ممانعت ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں ایک شغل ہے یعنی آدمی کو نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے دوسری احادیث نقل نہیں کیں ورنہ اس میں صاف حکم ہے کہ ''لاتکلموا فی الصلوہ'' نماز میں کلام مت کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّاْتِيَ اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَّا تَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ وَ قَالَ اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَآئَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَاِذَا كُنْتُ فِيْهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَانَكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت حبش سے پہلے حالت نماز میں السّلام وعلیکم کہا کرتے تھے۔ جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو آپ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا مگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو حکم چاہتا ہے صادر فرماتا ہے اور اب اس نے یہ حکم دیا ہے کہ نماز میں بات نہ کرو' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ نماز قرأت قرآن اور اللہ کے ذکر کے لیے ہے' پس جب تم نماز میں ہو تو اسی میں مشغول رہو۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعود مہاجرین کی اس پارٹی کے ساتھ تھے جو جنگ بدر سے پہلے مدینہ میں لوٹ آئی تھی اور حضرت ابن مسعود غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے ہم نماز کی حالت میں سلام کر لیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب بھی دے دیتے تھے مگر جب ہم واپس آئے تو اس کی ممانعت کی جا چکی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے احکام میں تدریجی ارتقا ہوا ہے۔ آج ہم جس شکل میں نماز پڑھتے ہیں' آغاز اسلام کی نماز اسی طرح جوں کی توں نہ تھی۔ آہستہ آہستہ قیود بڑھائی گئیں' یہاں تک کہ نماز اپنی پوری شکل میں سکھادی گئی۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ مُبَارَکًا عَلَیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنَ الْمُتَکَلِّمُ فِی الصَّلٰوۃِ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِیَةَ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ رِفَاعَةُ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ مَلَکًا اَیُّهُمْ یَصْعَدُبِهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت رفاعہ ابن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے' چھینک آ گئی تو میں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ مُبَارَکًا عَلَیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی "یعنی تعریف ہے اللہ کی نہایت کثرت سے پاکیزہ جس میں برکت ہو اور جس پر برکت ہو جس طرح ہمارا ربّ پسند کرتا ہے اور جس سے ہمارا ربّ راضی ہے۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا: یہ کلمہ کس نے کہا؟ ہم خاموش رہے' تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کلمہ میں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تیس سے زائد فرشتے اس معاملے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون اس کو پہلے لے جائے۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

معلوم ہوا کہ نماز میں یہ فعل جائز ہے' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ بات اتنی اچھی اور پاکیزہ تھی کہ ہر فرشتہ اسے خدا کے حضور لے جانے کے لیے کوشاں تھا۔

اس حدیث کے ساتھ حضرت معاویہ ابن حکم والی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح شروع میں نماز کے دوران سلام کا جواب دیا جاتا تھا اور بعد میں منع کر دیا گیا' اس طرح چھینک پر الحمد للہ کہنا اور اس کا جواب دینا بھی معمول نہ رہا' بلکہ حکم دے دیا گیا کہ نماز میں تسبیح و تکبیر اور قرآن پڑھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا کے نزدیک حالتِ نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور جواب دینا جائز

نہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّابَهٗ شَيْءٌ فِي صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آ جائے تو وہ تسبیح کرے (یعنی سبحان اللہ کہے) ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لیے ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کے لیے تسبیح ہے اور عورتوں کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ (بخاری و مسلم)

فرض کیجیے امام بھول رہا ہے' مقتدی اسے خبر دینا چاہتا ہے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے یا کوئی آدمی دروازہ بند کر کے کمرے میں نماز پڑھ رہا ہے' اسے باہر سے کوئی پکارتا ہے تو اسے سبحان اللہ کہہ کر مطلع کر دینا چاہیے کہ میں نماز میں ہوں مرد سبحان اللہ کہے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے۔

حالت نماز میں مرکز نگاہ

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ! اپنی نگاہیں سجدہ گاہ کی طرف رکھو۔ (بیہقی)

یعنی جس مقام پر پیشانی ٹکنے والی ہے وہاں تک نگاہ محدود رہنی چاہیے۔ البتہ کوئی خاص ضرورت پڑ جائے' یا اچانک بلا ارادہ نگاہ اُٹھ جائے تو الگ بات ہے۔ جان بوجھ کر ادھر ادھر دیکھنا صحیح نہیں' آدمی کی نظر نیچی ہونی چاہیے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے! خبردار نماز میں ادھر ادھر مت دیکھنا' کیونکہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت ہے' ہاں اگر دیکھنا ناگزیر ہو تو نفل میں دیکھ سکتے ہو فرض میں نہیں۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکپن میں نماز پڑھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا ہوگا' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں متنبہ کیا اور فرمایا کہ اگر ادھر ادھر دیکھنا کسی خاص سبب کے تحت ضروری بھی ہو تو نفل میں دیکھ سکتے ہو' فرض میں نہیں۔

ایسی روایات بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل میں قیود اتنی نہیں جتنی فرض میں ہیں۔ اگر آدمی ادھر ادھر دیکھنے سے نہ رُک سکے تو نفل میں اتنی سختی نہیں' لیکن فرائض میں سختی سے پابندی کرنی چاہیے۔ اگر نفل ضائع ہو جائے تو دوبارہ نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے' لیکن فرض خراب ہو تو اس کی تلافی ممکن نہیں۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْحَظُ فِی الصَّلٰوۃِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا وَّلَایَلْوِیْ عُنُقَہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے' مگر گردن موڑ کر پیچھے نہیں۔ (ترمذی' نسائی)

ظاہر ہے کہ یہ نفل کی صورت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عہدِ رسالت میں لڑکے تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وہ جماعت میں شریک بھی ہوتے تھے تو پچھلی صف میں' انھیں یہ نظر نہیں آ سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہیں۔

مگر نفل کے بارے میں بھی یہ سمجھ لیجیے کہ اس میں ادھر ادھر دیکھنا کسی ضرورت کے پیشِ نظر ہونا چاہیے' خواہ مخواہ نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ عَلَیْھِمْ حِیْنَ کَانُوْا یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْہِ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ کَانَ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں سلام کا جواب کیسے دیتے تھے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے۔ (ترمذی' نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نوجوان تھے اور نماز کے ابتدائی احکام کے وقت ان کی عمر چھوٹی تھی۔ اس لیے انھوں نے یہ سوال حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کیا جو ابتدا میں ایمان لانے والے صحابہ میں شامل ہیں' یہ صحابی کی روایت صحابی سے ہے۔ ایسی روایات بھی ہیں کہ ایک کم عمر صحابی نے کسی سن رسیدہ صحابی سے کوئی سوال دریافت کر لیا' یا کوئی واقعہ کسی کے سامنے نہیں ہوا اور اس نے دوسرے کے سامنے کے واقعے کا ذکر کر دیا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کا جھپٹا ہے۔ شیطان بندے کی نماز میں اسے اُچک لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا تھا' یعنی نمازی سینہ نہیں پھیرتا' منہ نہیں پھیرتا' بس نگاہیں ادھر ادھر گھماتا پھراتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا جھپٹا ہے۔ مراد یہ تھی کہ اس سے نماز ٹوٹتی تو نہیں' مگر دائیں بائیں دیکھنا شیطان کے اچکے پن کا نتیجہ ہے' وہ نماز توڑ نہیں سکتا تو سمجھتا ہے چلو اس میں سے کچھ نہ کچھ اچک ہی لے جاؤں۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِی صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ برابر اپنے نمازی بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے' جب تک وہ اور طرف نہ دیکھے' جب وہ اور طرف دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس سے پھر جاتی ہے۔ (احمد' ابوداؤ' نسائی' دارمی)

اس سے پہلے اس مضمون کی احادیث گزر چکی ہیں کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے۔ اگر وہ نماز میں ادھر ادھر دیکھتا ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ اللہ کی طرف متوجہ نہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لے گا۔ اللہ کی توجہ بے شعوری میں محض نماز کی حرکات ادا کر دینے سے نہیں ہوتی۔ اس وقت ہوتی ہے جب شعور کے ساتھ اس کی بندگی کی جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَّفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَآءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَى السَّمَآءِ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ نماز میں دُعا کے وقت آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھانے سے باز رہیں' نہیں تو ان کی بینائی جاتی رہے گی۔ (مسلم)

غالبًا لوگ نماز میں دُعا مانگتے وقت نظریں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوں گے' حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا' ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ایسا کرتے ہوئے ان کی بینائی بھی جاتی رہے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور بینائی جاتی رہے گی' مطلب یہ ہے کہ وہ اتنا برا کام ہے کہ ایسا کرتے وقت اگر نظر بھی جاتی رہے تو کم ہے۔

حالتِ نماز میں جمائی لینا' اونگھنا

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَثَآءَ بَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِذَا تَثَآءَ بَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا یَقُلْ ھَا فَاِنَّمَا ذٰلِکُمْ مِنَ الشَّیْطٰنِ یَضْحَکُ مِنْہُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کے اندر جمائی آئے تو اسے مقدور بھر ضبط کرنا چاہیے' کیونکہ اس طرح شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم) بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

جب کسی کو جمائی آئے تو اسے مقدور بھر ضبط کرنا چاہیے ''ہا'' نہیں کہنا چاہیے اس لیے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے' وہ اس سے ہنستا ہے۔ (بخاری)

یہ مطلب نہیں کہ اگر نمازی منہ پھاڑے گا تو شیطان اس کے اندر گھس جائے گا' اشارہ اس طرف ہے کہ یہ بور ہونے کی علامت ہے۔ آدمی کسی کام میں دل چسپی لے رہا ہو اور گہرے انہماک میں ہو' تو اسے اس صورت میں جمائی نہیں آتی' جمائی آنے لگے تو اسے محسوس کرنا چاہیے کہ نماز میں میرا دل نہیں لگ رہا۔ اسے جمائی کو ضبط کرنا چاہیے کیونکہ یہ انسان کے لیے نماز سے بور ہونے کا رستہ کھولتی ہے۔

بخاری کی حدیث میں مزید یہ ہے کہ حالت نماز میں جمائی لیتے وقت ''ہا'' نہیں کہنا چاہیے۔ (آگے روایت آ رہی ہے کہ اس صورت میں منہ پر ہاتھ رکھ لو) کیونکہ شیطان اس پر ہنستا ہے' دوسرے لفظوں میں اگر نماز میں کوئی مسلمان ادھر سے ''ہا'' کہہ رہا ہو' کوئی ادھر سے جمائی لے رہا ہو تو یہ ایک مضحکہ خیز منظر ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے' اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّثَاؤُبُ فِی الصَّلٰوۃِ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا تَثَآءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ وَلِابْنِ مَاجَۃَ) فَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی فِیْہِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمائی شیطان کی طرف سے ہے

جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں جمائی آئے تو جتنا ہو سکے اسے روکے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا' ترمذی کی ایک اور روایت اور ابن ماجہ میں ایک اور روایت میں (اتنا اضافہ اور) ہے کہ ''منہ پر ہاتھ رکھ لے'' (ترمذی' ابن ماجہ)

یعنی بے اختیار آواز یا ''ہا'' نہ نکالے۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ممکن ہے کہ مکھی منہ میں گھس جائے' آدمی زبردستی جھٹکے کے ساتھ منہ بند کرے تو جبڑا اکھل جانے کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَفَعَهٗ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَآءُبُ فِی الصَّلٰوةِ وَالْحَیْضُ وَالْقَیْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عدی ابن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں چھینکنا' اونگھنا' جمائی لینا' حیض' قے اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترمذی)

شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح نماز پڑھنے والے کی نماز کو خراب کیا جائے' اس لیے وہ ایسے حوادث لانے کی کوشش کرتا ہے کہ نمازی کی نکسیر پھوٹ جائے' قے آجائے' یا عورت کو عین حالتِ نماز میں حیض آجائے' یا وہ اونگھے' چھینکے' جمائی لے' جس سے اس کی نماز میں خلل واقع ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

نماز میں ''جن'' کی خلل اندازی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِیَقْطَعَ عَلَیَّ صَلٰوتِیْ فَاَمْكَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاَخَذْتُهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ عَلٰی سَارِیَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ فَرَدَدْتُّهٗ خَاسِئًا۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سرکش جن چھوٹ پڑا تھا تاکہ میری نماز کو منقطع کرے' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت عطا فرمائی اور میں نے اسے پکڑ کر چاہا کہ مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب اس کو دیکھ لو' مگر مجھے اپنے بھائی حضرت

سلیمان علیہ السّلام کی یہ دُعا یاد آ گئی۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِی (اے خدا مجھے وہ بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ ملے) تو میں نے اسے دھتکار کر چھوڑ دیا۔

(بخاری و مسلم)

جو لوگ وجود جن کے قائل نہیں، ان کے لیے یہ عجیب بات ہوگی، مگر اسلام جن کے وجود کی خبر دیتا ہے، جن انسانی شکل میں بھی آ سکتے ہیں، انسانوں کو ستا بھی سکتے ہیں۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان انھیں پکڑ بھی سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جن انبیا سے بھی شرارت کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں پر قدرت دی گئی تھی۔ وہ ان کے ماتحت کام کرتے تھے اور انھوں نے دُعا مانگی تھی کہ ایسی حکومت میرے بعد کسی کو عطا نہ ہو۔ اس لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جن کو گرفتار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

متفرقات

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْئَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَاِنَّهٗ فِی الصَّلٰوةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے، پھر ارادہ کر کے مسجد کا رُخ کرے اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر نہ کھیلے، کیونکہ وہ نماز میں ہے۔ (احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ پہلی یہ کہ جب آدمی وضو کر کے نماز کے لیے مسجد کا رُخ کرتا ہے۔ اسے اسی وقت سے یہ سمجھنا چاہیے کہ میں نماز میں ہوں۔ اسے اپنے اوپر نماز کی کیفیت طاری کرنی چاہیے اور دنیا کی طرف متوجہ نہیں رہنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ نماز کی حالت میں انگلیوں میں انگلیاں نہیں ڈالی جا سکتیں۔

وَعَنْ مُّطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّیْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِیْ يَبْكِیْ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ وَفِیْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَآءِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَآئِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے

سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ہنڈیا میں اُبالا آتا ہے۔ (اور ایک روایت میں میں نے دیکھا کہ) حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے سینے سے ایسی آواز اُٹھ رہی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے۔ (احمد، نسائی، ابوداؤد)

ظاہر ہے کہ یہ بھی نفل نماز کی بات ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کی خشیت اور آخرت کے تصور سے اس طرح رو رہے تھے جیسے کوئی، اپنے آپ کو گھونٹ کر ضبط کر رہا ہو، مگر رونے کی آواز پھر بھی نکل ہی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں جیسے چکی چل رہی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں قرآن کا کوئی ایسا حصہ آ جائے جہاں آدمی رو پڑے تو یہ نماز کو باطل نہیں کرتا، خواہ رونے کی آواز بھی نکل جائے۔

پندرھویں فصل

نماز میں سہو

شریعت میں دورانِ نماز بھول جانا گناہ نہیں ہے' یہ چیز ''نماز سے غفلت'' سے بالکل مختلف ہے۔ بھول' سرے سے کوئی عیب یا قابلِ گرفت بات نہیں ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو بھی بعض اوقات بھول لاحق ہوئی ہے اور حضور ﷺ نے اس کی تلافی کے لیے سجدۂ سہو کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ نماز میں دوسرے خیالات کا آ جانا اور چیز ہے اور نماز کی طرف متوجہ نہ ہونا' غفلت برتنا اور ہمیشہ دوسری باتیں ہی سوچتے رہنا بالکل دوسری چیز۔ پہلی حالت تو بشریّت کا تقاضا ہے' بلا ارادہ دوسرے خیالات آ ہی جاتے ہیں اور مومن کو جب بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ نماز سے اس کی توجہ ہٹ گئی ہے تو وہ پھر کوشش کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ دوسری حالت' نماز سے غفلت برتنے کی تعریف میں آتی ہے کیونکہ اس میں آدمی صرف نماز کی ورزش کرتا ہے۔ خدا کی یاد کا کوئی ارادہ اس کے دل میں نہیں ہوتا۔ نماز شروع کرنے سے سلام پھیرنے تک ایک لمحے کے لیے بھی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جن خیالات کو لیے ہوئے وہ نماز میں داخل ہوتا ہے انھی میں مستغرق رہتا ہے۔

نماز میں سہو

نماز میں اشتباہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَآءَ هُ الشَّیْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْهِ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ كَمْ صَلّٰی فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ نماز کو مشتبہ کر دے' یہاں تک کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ جب تم میں سے کوئی اس صورتِ حال کو محسوس کرے تو بیٹھ کر دو سجدے کرے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی نماز میں شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ بندہ نماز نہ پڑھنے پائے۔ دوسری چیزیں تو وہ پھر بھی کسی طرح برداشت کر لیتا ہے' لیکن اس کے لیے نماز سے بڑھ کر ناگوار کوئی چیز نہیں۔ پہلے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی نہ پڑھے' لیکن اگر وہ باز نہ آئے تو پھر نماز میں خلل ڈالتا ہے۔ مختلف شبہات پیدا کرتا ہے تاکہ بددل ہو جائے' اسے یہ یاد ہی نہ رہے کہ میں اب تک کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اگر تمھیں بھول لاحق ہو جائے تو نماز سے بددل ہونے کی بجائے دو سجدے کر لو۔ یہ اس کے لیے کافی ہے کہ شیطان جو تم پر غالب آ گیا تھا' اس کا اثر ختم ہو جائے۔ یہ سجدے ان وسوسوں کا علاج ہیں جو تمھارے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ یہ سجدے ایک طرف اللہ کے حضور معافی چاہتا ہے' دوسری طرف شیطان کو یہ بتانا ہے کہ تو نے سارا زور لگا دیا' مگر کچھ نہیں کر سکا۔ یہ دو سجدے اور کر رہا ہوں۔ یہ دو سجدے گویا ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شیطان کے چہرے پر دو دھپ یا دو چانٹے ہیں۔

سجدۂ سہو

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ یَدْرِ كَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا وَّ اَرْبَعًا فَلْیَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ فَاِنْ كَانَ صَلّٰی خَمْسًا شَفَعْنَ لَهٗ صَلٰوتَهٗ وَاِنْ كَانَ صَلّٰی تَمَامًا لِاَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِیْمًا

لِلشَّيْطَانِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عطا بن یسیار رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے نماز کے اندر کسی کو شک ہو جائے کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں' یا چار تو اسے چاہیے کہ شک کو دور کرے اور اپنے یقین کے مطابق رکعتوں کا تعین کرے' (یعنی نماز کے دوران غور کرے کہ تین پڑھی ہیں' یا چار پھر جدھر دل ٹھک جائے اسے صحیح سمجھے) پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ دو سجدے ان کو جفت بنا دیں گے اور اگر چار پڑھی ہوں گی تو یہ سجدے شیطان کے منہ پر دو چانٹے ہیں۔ (مسلم)

یعنی اگر اس نے حساب لگانے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں' درآنحالیکہ اس نے چار پڑھی تھیں۔ پھر اس نے ایک رکعت اور پڑھ لی اور یہ کل پانچ رکعتیں ہو گئیں تو یہ دو سجدے ان پانچ رکعتوں کے ساتھ مل جائیں گے اور نماز جو اس سے پہلے وتر ہو رہی تھی' وہ پوری ہو جائے گی اور اگر اس نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ دو سجدے شیطان کے منہ پر دو چانٹے ہیں' حدیث میں ''ترغیما'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ''علی الرغم'' کا مطلب ہے کسی دوسرے آدمی کی ضد پر۔

اس حدیث میں سجدۂ سہو کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لو۔ مختلف حدیثوں میں سجدۂ سہو کی مختلف شکلیں بیان ہوئی ہیں' اسی لیے فقہا کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ اَ زِيْدَ فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَ مَاذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِىْ وَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔

ایک روایت میں (یہ اضافہ) ہے کہ میں تم ہی جیسا انسان ہوں' اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' تو جب میں بھول جایا کروں مجھے یاد دہانی کرا دیا کرو۔ اور اگر تم میں سے کسی کو شک

ہو جائے تو غور کر کے فیصلہ کر لے کہ ٹھیک کیا ہے' پھر اس رائے کے مطابق اپنی نماز کو پورا کرے' پھر سلام پھیرے اور دو سجدے کر لے۔'' (بخاری و مسلم)

یہ روایت بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بھولے سے پانچ رکعتیں پڑھ لیں' مگر چونکہ آپ ﷺ نبی تھے' اس لیے لوگوں نے سمجھا کہ شاید رکعتوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ان کے پوچھنے پر جب حقیقت حال سامنے آئی تو آپ ﷺ نے نماز دہرائی نہیں۔ لوگوں کے بتانے کے بعد سجدۂ سہو کر لیا۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ بھی تصریح کی کہ یہ بات آدمی کے نبی ہونے کے خلاف نہیں کہ اس کو بھول لاحق ہو جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے تک یہ قاعدہ مقرر نہ ہوا تھا کہ امام بھول جائے تو مقتدی کیا کرے۔ یہ قاعدہ بعد میں مقرر فرمایا کہ امام کے بھولنے پر مقتدی سبحان اللہ کہے۔

پہلی حدیث میں سجدۂ سہو کا یہ طریقہ سکھایا گیا ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لو یہاں یہ طریقہ بتایا گیا کہ سلام پھیر کر سجدے کر لو۔ اگر حضور ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہوں تو یہ بحث ہی پیدا نہیں ہوتی کہ ان میں سے کون سا طریقہ صحیح ہے اور کون سا غلط' فقہا نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے کون سا طریقہ زیادہ رائج تھا۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ سجدے خواہ سلام پھیرنے سے پہلے کر لیے جائیں' خواہ بعد میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں نہ اس سے نماز خراب ہوتی ہے۔ اسی طرح آمین بالجہر' رفع یدین اور اس طرح کے دوسرے مسائل کے بارے میں یہ گفتگو تو کی جا سکتی ہے کہ ان میں سے حضور ﷺ کا عام طریقہ کون سا تھا' لیکن خبردار! کوئی آدمی یہ نہ کہنے پائے کہ یہ چیزیں غلط ہیں' ایسا کہنا حضور ﷺ کے مقابلے میں ایک بات کرنا ہے۔ حدیث سے جن چیزوں کا ثبوت ملتا ہے' وہ سب صحیح ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِي الْقَوْمِ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَاتَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ

وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ وَکَبَّرَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَرُبَّمَا سَاَلُوْہُ ثُمَّ سَلَّمَ فَیَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَفْظُہٗ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ اُخْرٰی لَھُمَا) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدْلَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ فَقَالَ قَدْ کَانَ بَعْضُ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ نے تیسرے پہر کی ایک نماز پڑھائی' ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بتایا تھا' مگر میں بھول گیا۔ (انھوں نے روایت میں عشی کا لفظ استعمال کیا ہے' جس کا اطلاق دن کے پچھلے پہر پر آتا ہے اور اس میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں آ جاتی ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا اور اُٹھ کر لکڑی کے لٹھ سے لگ کر کھڑے ہو گئے جیسے کہ آپ ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال لیں اور بائیں ہاتھ کی پشت پر اپنا داہنا رخسار رکھ لیا' جن لوگوں کو جلدی تھی وہ دروازوں میں سے نکلنے لگے اور کہتے گئے کہ کیا نماز مختصر کر دی گئی ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتے ڈرتے۔ ایک شخص تھا جس کے ہاتھ لمبے تھے اور اسے ذوالیدین (ہاتھوں والا) کہا جاتا تھا' اس نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے یا نماز مختصر ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ میں بھولا' نہ نماز چھوٹی ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھے اور جو رکعتیں چھوٹ گئی تھیں' وہ پڑھائیں اور ''سلام پھیرا'' پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں گئے' پھر آپ نے سر اُٹھایا اور تکبیر کہی اور پھر سجدے میں گئے جیسا سجدہ آپ کیا کرتے تھے' پھر آپ نے سر اُٹھایا اللہ اکبر کہا۔ (بخاری و مسلم)

روایت کے آغاز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لکڑی کے لٹھ کے ساتھ لگ کر کھڑے ہونے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد آپ کی طبیعت میں انقباض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تو معلوم تھا کہ کیا ہو گیا ہے' مگر آپ کسی الجھن میں مبتلا تھے' جب آپ کو صورتِ حال معلوم ہوئی تو آپ نے چھوٹی ہوئی دو رکعتیں پڑھانے کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کیے۔

اب یہاں ایک اور بحث فقہا میں پیدا ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بات چیت کرنے کے بعد دو رکعتیں

پڑھائیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نماز میں کلام بھی کیا جاسکتا ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسلک اختیار کیا کہ نماز کے دوران نماز یا نمازی کی مصلحت سے بات کرلی جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ باقی آئمہ کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ فقہا نے اس واقعے کی تاویل یوں کی ہے کہ یہ واقعہ نماز میں کلام کرنے کی ممانعت سے پہلے کا ہے، مگر یہ تاویل صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے وقت نماز میں بولنے کی ممانعت کے احکام دیے جاچکے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایمان ہی ۷ھ میں لائے ہیں، البتہ اس واقعے کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ چونکہ ابھی امام کے بھولنے کے سلسلے میں کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا گیا تھا اور لوگ نہیں جانتے تھے کہ ہم اس سلسلے میں کیا کریں۔ اس لیے اس وقت یہ صورت اختیار کی گئی بعد میں جب یہ قاعدہ مقرر ہوگیا تو یہ صورت بھی باقی نہ رہی۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهٰى فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کچھ بھول گئے۔ پھر دو سجدے کیے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن عزیز ہے)۔ (ابوداؤد)

یہ دو سجدے آخری تشہد کے بعد یعنی محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر کیے جاتے ہیں جنھیں سجدۂ سہو کہا جاتا ہے۔ پھر پورا التحیات وغیرہ پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرا جاتا ہے۔

سولھویں فصل

نماز میں سجدۂ تلاوت

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کے غضب کا خوف' دونوں قلب کے افعال ہیں اس قلبی کیفیت کو اپنے ظہور اور اپنے استحکام کے لیے لازماً کسی ایسے جسمانی فعل کی ضرورت ہے جس سے خارج میں بھی ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص واقعی اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کی طرف پلٹ آیا ہے اور آدمی کے اپنے نفس میں بھی اس رجوع وتقویٰ کی کیفیت کو ایک عملی ممارست کے ذریعے سے پے در پے نشو ونما نصیب ہوتا چلا جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ذہنی تبدیلی کے حکم کے بعد فوراً ہی اس جسمانی عمل یعنی
اقامت صلوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔ آدمی کے ذہن میں جب تک کوئی خیال محض خیال کی حد تک رہتا ہے اس میں استحکام اور پائیداری نہیں ہوتی۔ اس خیال کے ماند پڑ جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے اور بدل جانے کا بھی امکان ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اس کے مطابق کام کرنے لگتا ہے تو وہ خیال اس کے اندر جڑ پکڑ لیتا ہے اور جوں جوں وہ اس پر عمل کرتا ہے اس کا استحکام بڑھتا چلا جاتا ہے' یہاں تک کہ اس عقیدہ وفکر کا ماند پڑ جانا مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو رجوع الی اللہ اور خشیت اللہ کو مستحکم کرنے کے لیے ہر روز پانچ وقت پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل کارگر نہیں ہے۔ کیونکہ نماز ایک ایسا عمل ہے جو ہر چند گھنٹوں کے بعد ایک ہی متعین صورت میں آدمی کو دائماً کرنا ہوتا ہے اور اس میں ایمان واسلام کا وہ پورا سبق' جو قرآن اسے پڑھاتا ہے آدمی کو بار بار دہرانا ہوتا ہے تاکہ وہ اسے بھولنے نہ پائے۔

نماز میں سجدۂ تلاوت

تعدادِ سجودِ تلاوت

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَۃَ سَجْدَۃً فِی الْقُرْاٰنِ مِنْھَا ثَلٰثٌ فِی الْمُفَصَّلِ وَفِیْ سُوْرَۃِ الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ۔ (اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَہ)

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ مقامات پر سجدے پڑھائے۔ ان میں سے تین مفصل میں (یعنی آخری چھوٹی سورتوں میں) ہیں دو سورۂ حج میں''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں، یا ایک، دو سجدوں کے روایات کچھ زیادہ قوی نہیں ہیں، نیز دوسرے سجدے کے موقع پر جو مضمون ہے وہ بھی وضاحت نہیں کرتا کہ یہاں سجدہ مطلوب ہے۔ اس لیے حنفی دوسرے سجدے کے قائل نہیں۔ البتہ شوافع دوسرے سجدے کے قائل ہیں۔ یہ اختلاف اس لیے واقع ہے کہ یہ روایات بعض کے نزدیک ضعیف ہیں اور بعض کے نزدیک قوی جن کے نزدیک قوی تھیں، انھوں نے اس کے حکم کو تسلیم کر لیا، مگر جن کو اطمینان نہیں ہوا اور انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ آیت کا مضمون اس کی وضاحت نہیں کرتا۔ انھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔

سجدۂ تلاوت لازم ہے

وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فُضِّلَتْ سُوْرَۃُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِیْھَا سَجْدَتَیْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْھُمَا فَلَا یَقْرَأْھُمَا (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کیا سورہ حج کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں جو شخص سجدہ نہ کرے وہ انھیں نہ پڑھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اسے ایسی حالت میں پڑھو جب سجدہ کر سکو، یا اس وقت موقع نہ ملے تو بعد میں ادا کر لو، لیکن اگر سجدہ نہ کرنا چاہو تو نہ پڑھو۔ اس سے یہ اصول نکلا کہ سجدے کی آیات پڑھی جائیں تو اس وقت کوئی خاص بات ہو تو یاد رکھے اور بعد میں کر لے لیکن اگر سجدہ کرنا پیشِ نظر نہ ہو تو ان آیات کی تلاوت نہ کرے۔

سجدہ میں تعجیل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِی صَلٰوۃِ الظُّھْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَکَعَ فَرَأَوْا اَنَّہٗ قَرَأَ تَنْزِیْلَ السَّجْدَۃِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور رکوع کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس وقت آپ نے الم تنزیل السجدہ پڑھی ہے۔ (ابوداؤد)

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ نماز میں آیتِ سجدہ آئے تو پڑھتے ہی سجدے میں چلے جانا چاہیے۔ بعد میں نماز پوری کرے۔ جس طرح جہری رکعتوں میں سجدے کی آیت پڑھی جاتی ہے' اسی طرح سری رکعتوں میں بھی امام سجدے کی آیات پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ بڑی جماعت ہو تو احتیاط کرنی چاہیے' کیونکہ اس سے لوگوں کو دقت ہوگی۔ دور تک پھیلے ہوئے نمازی' اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ تکبیر سجدے کے لیے ہے یا رکوع کے لیے' البتہ چھوٹی جماعت میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

سوار کا سواری پر سجدۂ تلاوت

وَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَۃً فَسَجَدَ النَّاسُ کُلُّھُمْ مِنْھُمُ الرَّاکِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَی الْاَرْضِ حَتّٰی اَنَّ الرَّاکِبَ لَیَسْجُدُ عَلٰی یَدِہٖ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سجدہ کی ایک آیت پڑھی اسے جن لوگوں نے بھی سنا انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا' ان میں سوار بھی تھے اور زمین پر سجدہ کرنے والے بھی' حتیٰ کہ سوار سواری کے اوپر لگام تھامے ہوئے سجدہ کناں تھے۔ (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جس وقت آیت سجدہ آئے' اسی وقت سجدہ کیا جائے' البتہ جہاں جگہ نہ ہو یا کوئی خاص زحمت ہو مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کی دُعا

وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّیْلِ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تلاوت قرآن کے موقع پر جو سجدہ کیا کرتے تھے' اس میں یہ الفاظ کہتے تھے: سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ

بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ ۔ ''میرے منہ نے سجدہ کیا' اس کے لیے جس نے اسے پیدا کیا' جس نے بینائی اور سماعت کی طاقتیں عطا فرمائیں''۔ (ابوداؤدی' ترمذی' نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ چاہیں تو سجدۂ تلاوت میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہیں' یا سجدہ کی دُعاؤں میں سے کوئی اور دُعا پڑھ لیں' اس کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں۔

سجدے میں ایک ہی دُعا لازم نہیں

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُنِیْ اللَّيْلَةَ وَاَنَا نَآئِمٌ كَاَنِّیْ اُصَلِّیْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُّ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِیْ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ ' قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَرَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتا ہوں' میں نے سجدہ کیا تو درخت نے بھی سجدہ کیا۔ پھر میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْتَهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ یعنی اے ربّ میرے! اس سجدے کے بدلے میرے حق میں ایک اجر لکھ دے اور اس کے بدلے میرا ایک گناہ معاف فرما۔ میری طرف سے اس سجدے کو میرے حساب میں ذخیرہ کر دے اور اسے قبول فرما' جس طرح تو نے اپنے بندے داوٗد کے سجدے کو قبول فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں (کچھ مدت کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی ایک آیت پڑھی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی درخت والی دُعا پڑھ رہے تھے جس کی اطلاع اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ سجدے میں ایک ہی دُعا مانگنا لازمی نہیں۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زعم میں مبتلا نہیں تھے کہ مجھے کسی دوسرے ذریعے سے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ نبی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بھلی بات کو قبول فرماتے تھے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خواب سنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سوچا کہ یہ شیطان کا سکھایا ہوا نہیں ہوسکتا' کیونکہ یا تو خواب مہمل ہوتے ہیں' یا وہ جن میں گمراہی کی کوئی بات سکھائی جائے' یا وہ جن میں نیکی کی کسی بات کی تلقین ہو' اس میں سے مہمل' بالکل بے معنی خواب ہوتے ہیں۔ گمراہ کرنے والے شیطان کی طرف سے اور نیکی والے خدا کی طرف سے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس خواب میں ایک عمدہ بات کی تلقین کی گئی ہے' دراصل اس شخص کو اس خواب کے ذریعے اشارہ کیا گیا ہے' چنانچہ آپ ﷺ نے اس دُعا کو اختیار فرمالیا۔

سورۂ ''ص'' میں سجدے کے بارے میں اختلاف

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِی صٓ وَقَالَ سَجَدَھَا دَاوٗدُ تَوْبَۃً وَّنَسْجُدُھَا شُکْرًا۔(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ''ص'' میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم بطور شکر کرتے ہیں۔ (نسائی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ رسول اللہ ﷺ نے شکر کے طور پر کیا تھا۔ اس لیے واجب نہیں' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے واجب سمجھتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت نہ کرنے والے کا انجام

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِیْھَا وَسَجَدَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ غَیْرَ اَنَّ شَیْخًا مِّنْ قُرَیْشٍ اَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَہٗ اِلٰی جَبْھَتِہٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ ھٰذَا قَالَ عَبْدُاللّٰہِ فَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ والنجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا' تو جو لوگ آپ ﷺ کے پاس موجود تھے انھوں نے بھی سجدہ کیا' مگر قریش کے ایک شیخ (بڑے بوڑھے) نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور اسے پیشانی سے لگا لیا اور کہا کہ میرے لیے کافی ہے۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص کافر مارا گیا۔

(بخاری و مسلم)

جب سورہ ''والنجم'' آپ پر نازل ہوئی تو آپ نے حرم میں کعبے کے قریب کھڑے ہوکر اسے پڑھا۔ قریش کا مجمع تھا جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو کلام کی تاثیر کے تحت سب سجدے میں چلے گئے' بعد میں جب قریش نے محسوس کیا کہ یہ کیا ہوا تو انھوں نے یہ بات گھڑی کہ ہم نے آپ کو اپنے بتوں کی تعریف کرتے

سنا تھا' اس لیے ہم بھی آپ کے ساتھ سجدے میں چلے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے وہ کہتے ہیں: قریش کے ایک شیخ صاحب ایسے بھی تھے جنھوں نے سجدے میں جانے کی بجائے کنکریاں اُٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالیں' بعد میں یہی شخص کفر کی حالت میں قتل ہوا۔ ابن مسعود کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ استکبار کیا' اللہ نے اسے ایمان کی توفیق نہ دی' وہ مرتے دم تک کافر رہا اور کافر ہی مارا گیا۔

ضعیف حدیث بسلسلہ سجدۂ ہائے تلاوت

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْجُدْ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مدینہ میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل سورتوں میں سے کسی سورت میں سجدہ نہیں کیا۔ (ابوداؤد)

یہ روایت دوسری تمام روایات سے ٹکراتی ہے' دوسری بکثرت میسر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل سورتوں میں سجدہ کیا اور مدینے پہنچنے کے بعد کیا اس لیے اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

سترھویں فصل

نماز کے لیے اوقات ممنوعہ

نماز تمام ادیان میں فرض کی گئی جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○

اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی' اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔ (الانبیاء ۲۱:۷۳)

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○

(اے موسیٰ) میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر (طٰہٰ ۲۰:۱۴)

نماز کے لیے اوقاتِ ممنوعہ

فجر کے فرائض کے بعد نماز جائز نہیں

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں' یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں' یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے۔ (بخاری' مسلم)

ان اوقات میں صرف نماز نہیں' بلکہ سجدۂ تلاوت تک مناسب نہیں' یعنی نماز فجر کے فرضوں کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور عصر کے فرضوں کے بعد سے غروبِ آفتاب تک ان اوقات میں نہ تو کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ ہی کوئی سجدہ کیا جائے۔ البتہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے کہ اس میں کوئی سجدہ یا رکوع نہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ قَیْس بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ صَلَّیْتُ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ قَبْلَھُمَا فَصَلَّیْتُھُمَا اَلْاٰنَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَی التِّرْمِذِیُّ)

حضرت محمد ابن ابراہیم قیس رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس سے فرمایا صبح کی تو دو ہی رکعتیں ہیں (یہ اضافہ کیسے؟) اس شخص نے عرض کیا: صبح کی فرض نماز کی دو رکعتیں میں نے نہیں پڑھی تھیں' انھی کو میں نے اس وقت پڑھا ہے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ویسے تو نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں لیکن اگر فرض سے پہلے کی دو رکعتیں (سنتیں) وقت پر نہ پڑھی جاچکی ہوں تو انھیں فرض کے بعد پڑھا جاسکتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ہیں' وہ کہتے ہیں کہ نہیں' یہ رکعتیں سورج نکلنے کے بعد پڑھنی چاہییں۔

ان کا استدلال بھی احادیث سے ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو حدیثیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی کی صبح کی رکعتیں چھوٹ جائیں' وہ انھیں سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ ان رکعتوں کی قضا لازم نہیں ہے۔

نماز عصر کے فرائض کے بعد نماز جائز نہیں

وَعَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَّالْمِسْوَرَابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَزْهَرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَاْ عَلَيْهَا السَّلَامَ وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِىْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَرَدُّوْنِىْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ دَخَلَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْلِىْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِىْ اُمَيَّةَ سَئَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِىْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِىْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت یکے رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عباس' مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن ازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ انھیں سلام عرض کرو اور عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق ان سے پوچھو چنانچہ میں آپ کی خدمت میں گیا اور میں نے یہ پیغام انھیں پہنچایا۔ انھوں نے کہا کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ میں نے واپس جا کر یہی کہہ دیا تو انھوں نے مجھے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس نے حضور کو دو رکعتوں سے منع کرتے سنا تھا پھر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لونڈی بھیجی اور کہلایا کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' میں نے آپ کو ان رکعتوں سے منع فرماتے سنا ہے اور اب میں نے دیکھا کہ آپ ان کو پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد میرے پاس آیا ان سے باتوں میں میری ظہر کے بعد کی رکعتیں رہ گئیں' انھی کو میں نے عصر کے بعد پڑھا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عصر کے بعد کی دو رکعتیں پڑھنے میں اختلاف ہو گیا تھا' بعض جائز سمجھتے تھے' بعض ناجائز یہاں تک کہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری معمول کیا تھا اور چونکہ ازواجِ مطہرات ہی گھر کی زندگی سے واقف ہو سکتی تھیں' اس لیے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں ایک رکاوٹ پیش آ جانے کی وجہ سے عصر کے بعد ادا فرمائیں' کیونکہ آپ کا قاعدہ یہ تھا کہ جو عبادت ایک مرتبہ کر لی' اسے عمر بھر نباہتے' کوئی نفل اگر پڑھا ہے تو پھر اسے ہمیشہ پڑھتے۔ ہمارے لیے یہ لازم نہیں کہ اگر کسی اہم فوری ضرورت کی وجہ سے ہماری ظہر کی دو سنتیں رہ گئی ہوں تو ہم بعد میں ان کی قضا ادا کریں۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ رہ جاتیں تو آپ بعد میں پڑھ لیتے۔

حضرت عائشہ ہی کی روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز پڑھ لیتے تو پھر ہمیشہ اس کی پابندی کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ اس سے آفتاب پرستوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی تھی' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہونے کا امکان ہی نہ تھا' اس لیے آپ نے ظہر کے بعد کی یہ دو رکعتیں عصر کے بعد ادا فرمائیں۔

دوپہر کے وقت نماز پڑھنا منع ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ. (رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے' سوائے جمعہ کے (یعنی جمعہ کے روز پڑھی جا سکتی ہے)

وَعَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الصَّلٰوةَ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ اِنَّ جَهَنَّمَ تُسَجَّرُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوالخلیل ابوقتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ خیال فرماتے تھے' جب تک کہ سورج پر زوال نہ آ جائے۔ سوائے جمعہ کے اور فرمایا کہ جہنم دھکائی جاتی ہے' مگر جمعہ کے روز نہیں۔ (ابوداؤد)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حدیثوں کو قوی سمجھتے ہیں اور وہ ان سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت نماز ہو سکتی ہے' مگر حنفیہ ان روایات کو ضعیف سمجھتے ہیں اور وہ ان پر عمل نہیں کرتے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ۔(رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع ہوتا ہے' پھر جب وہ بلند ہو جاتا ہے تو اس سے سینگ ہٹ جاتا ہے۔ پھر جب نصف النہار پر پہنچ جاتا ہے تو وہ آفتاب کے پاس آ جاتا ہے اور جب غروب ہونے کو ہوتا ہے تو پھر قریب آ جاتا ہے اور غروب ہو جانے پر علیحدہ ہو جاتا ہے اور ان اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مالک' احمد نسائی)

سورج کا شیطان کے سینگوں کے ساتھ طلوع ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ سچ مچ شیطان کے سینگ ہیں' بلکہ یہ ایک استعارہ ہے۔ اصل میں یہ وہ اوقات تھے جن میں سورج کی پرستش کی جاتی تھی' آج بھی پارسی انھی اوقات میں سورج کو پوجتے ہیں۔ میں نے خود ان کے پریسٹ دیکھے ہیں جو ان اوقات میں سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین اوقات کے بارے میں یہ وضاحت فرما دی ہے کہ ان میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے تا کہ سورج پرستوں سے مشابہت نہ ہو۔

بیت اللہ میں نماز کے ممنوعہ اوقات

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ لَّا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَآءَ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ نَهَارٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد مناف کے لوگو! لوگوں کو رات اور دن جس وقت وہ چاہیں نماز پڑھنے دو اور انھیں طواف بیت اللہ سے منع کرو۔

(ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ حرم مکہ میں کوئی وقت ہی نہیں' یہاں سورج نکلتے وقت یا زوال اور غروب کے وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رات اور دن جس وقت کوئی چاہے۔ یہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ممنوع اوقات جس طرح ساری دنیا کے لیے ہیں' اسی طرح یہاں بھی ہیں۔ وہ اس حدیث کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس میں قریش کو حکم دیا گیا ہے کہ

وہ حرم کے دروازے کسی وقت بھی لوگوں پر بند نہ کریں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں حرم کے دروازے مختلف قبیلوں اور خاندانوں کے نام پر تھے اور جب کسی خاندان کے لوگ حرم سے نکلنے لگتے تھے تو اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیتے تھے' اسی طرح جب آخری قبیلہ بھی نکل آتا تو حرم کے سارے دروازے بند ہو جاتے۔ حضور ﷺ نے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ تم حرم کو بند نہیں کر سکتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ممانعت دراصل یہ ہے' نماز کے اوقات کی نہی ختم کرنا مقصود نہیں۔

حدیث کے الفاظ میں ان دونوں مفہوموں کی گنجائش ہے' اگر کوئی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مفہوم پر مطمئن ہو کر ان اوقات میں حرم کے اندر نماز ادا کرتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں' اور اگر کوئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا قائل ہے اور اوقات نہی میں نماز نہیں پڑھتا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ اگر ایک شخص نصوص سے نتائج اخذ کر کے عمل کر رہا ہے تو آپ کسی مسلک کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ زیادہ سے زیادہ مرجح اور مرجوع کہہ سکتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ میں کسی مسلک کے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور وہ اپنے مسلک پر مطمئن ہے تو میری نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی۔ جب اس کے لیے وہ مسلک صحیح ہے تو ہمارے لیے بھی صحیح ہے' البتہ ہم خود اس پر عمل نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک مرجح نہیں' اہلِ سنّت کے جتنے مذہب ہیں سب حق پر ہیں۔

اٹھارھویں فصل

نماز باجماعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

جب (منافق) نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو گسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ (النساء۴:۱۴۲)

نماز باجماعت

فرض جماعت کے دوران دوسری نماز جائز نہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔'' (مسلم)

حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر تم مسجد میں موجود ہو' نماز باجماعت شروع ہو گئی تو تمھیں اس صورت میں کوئی دوسری نماز نہیں پڑھنی چاہیے' مگر یہاں سوال خاص طور پر فجر کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں کا ہے۔ سنتیں آپ نے پڑھی نہیں کہ جماعت شروع ہو گئی' اب کیا کرنا چاہیے۔ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل یہ تھا کہ اگر انھیں ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے بعد بھی پہلی رکعت میں جانے کی اُمید ہوتی تو وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ رکعتیں ادا کر لیتے' لیکن یہ طریقہ ان کے ہاں رائج نہ تھا کہ سامنے جماعت ہو رہی ہے اور آپ کھڑے ہوئے اطمینان سے سنتیں ادا فرما رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے' اگر مسجد کے دروازے کے متصل کوئی علیحدہ جگہ موجود ہے اور آپ کو پہلی رکعت کے مل جانے کی اُمید بھی ہے تو سنتیں پڑھ لیجیے وگرنہ جماعت شروع ہونے کے بعد نفل یا سنّت پڑھنے لگ جانا نماز باجماعت کی توہین ہے۔

نماز باجماعت کی فضیلت

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوٰتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْهِمَا لَاَتَیْتُمُوْهَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِیْلَتُهٗ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْكٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز

پڑھی۔ آپ سلام پھیر چکے تو آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص ہے۔ حاضرین نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص ہے حاضرین نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں نمازیں (یعنی عشا' فجر) منافقین پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر تم لوگوں کو ان دونوں نمازوں کی اہمیت معلوم ہو تو تم دوڑ کر اور گھٹنوں کے بل پر چل کر آتے اور نماز کی پہلی صف ملائکہ کی پہلی صف کی مانند ہے۔ اگر تمھیں پہلی صف کی فضیلت معلوم ہو جائے تو تم بہت جلد پہنچنے کی کوشش کرتے اور ایک آدمی کی نماز دوسرے کے ساتھ اس کی تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کئی آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور آدمی جتنے زیادہ ہوں اللہ کو پسند ہیں۔ (ابوداؤد' نسائی)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ قاعدہ نہ تھا کہ کسی کا نام لے کر اسے رسوا کریں۔ کسی کو ٹوکنا ہوتا تو یہ نہ کہتے' اے فلاں! اے فلاں! تو نے یہ کیا کیا' فرماتے ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کرتے ہیں'' مگر ہم اس روایت میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد نام لے کر دو آدمیوں کے متعلق سوال کیا اور پھر ان کے نفاق کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلسل فجر اور عشا کی نمازوں میں نہیں آتے تھے۔ آپ مختلف طریقوں سے انھیں متنبہ کرتے رہے ہوں گے جب دوسرے تمام طریقہ ہائے اصلاح ختم ہو چکے تو آپ ﷺ نے بدرجہ آخر یہ طریقہ اختیار کیا۔ آپ نے فرمایا: ان دو کا ان نمازوں میں موجود نہ ہونا نفاق کی علامت ہے' یہ دو نمازوں کے لیے نہ آنے کے متعلق حکم ہے۔ اندازہ کیجیے کہ جو لوگ سرے سے تارکِ صلوٰۃ ہیں' ان کے متعلق کیا حکم ہوگا۔

پھر آپ ﷺ نے نماز باجماعت کی فضیلت بیان کی کہ اگر تمھیں اس کی فضیلت معلوم ہو' اس پر جو ثواب ملتا ہے اس سے آگاہی ہو۔ دنیا و آخرت میں اس کے جو فائدے ہیں تم ان سے باخبر ہو تو تم اس میں شامل ہونے کے لیے اگر سیدھے چل کر نہیں آ سکو گے تو گھٹنوں پر چل کے آؤ گے۔ گویا دوسرے لفظوں میں متنبہ فرمایا کہ جو آدمی نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتا وہ جہالت میں مبتلا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تمھیں یہ معلوم ہو کہ یہاں آنے پر گودے سے بھری ہوئی ایک ہڈی ملے گی تو تم آ جاؤ لیکن چونکہ تمھیں معلوم نہیں کہ نماز باجماعت کی فضیلت کیا ہے' تم اسلام کی قدروں سے بے خبر ہو' اس لیے تم نہیں آتے۔ اگر تمھیں معلوم ہوتا تو تم عذر کے باوجود گھٹنوں کے بل پر چل کے آتے' پھر آپ ﷺ نے صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کی فضیلت بیان کی۔ ظاہر ہے کہ صف اوّل اسی کو مل سکتی ہے جو اذان سنتے ہی مسجد میں جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اگر اذان کے بعد حساب لگایا جائے کہ ابھی تو پندرہ منٹ باقی ہیں اور پیشاب' استنجا و وضو فرما کر

مسجد میں اطمینان سے تشریف لے جایا جائے تو بسا اوقات کوئی نہ کوئی رکعت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کے تنہا نماز پڑھنے سے اس کا کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اسی طرح جماعت جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی فضیلت کی حامل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز بندے کا خدا سے ذاتی تعلق ہی نہیں' یہ بندوں کو آپس میں جوڑ کر ایک صالح جماعت بھی منظّم کرتی ہے۔ جتنی بڑی جماعت ہوگی اتنے ہی لوگ آپس میں جڑیں گے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں دین محض خدا اور بندے کا تعلق ہے' وہ اسلام کی بجائے کسی غیر مذہب کو مانتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے کہ اسلام خدا اور بندے کے تعلق کے علاوہ بندے اور بندے کا تعلق بھی ہے اور یہ تعلق صرف خدا پرستی کی بنیاد پر استوار ہو سکتا ہے جس کی اساس نماز ہے۔ یہ مت سمجھیے کہ کبھی کبھی غیر مسلموں میں جو اعلیٰ اخلاق نظر آ جاتا ہے' وہ کوئی پائیدار چیز ہے۔ ان لوگوں سے انفرادی معاملات میں کچھ اچھائیاں ظاہر ہو جاتی ہیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ قومی اور اجتماعی لحاظ سے دیکھا جائے' تو ان کے اخلاق کی پائیدار بنیاد نہیں' ان قوموں میں افراد آپ کو ایمان دار نظر آ جاتے ہیں۔ انگلستان میں یہ حالت ہے کہ اخبار رکھے ہیں' لوگ خود ان کی قیمت رکھ کر اخبار لے لیتے ہیں' مگر انھیں افراد کا مجموعہ قوم کی صورت میں غاصب بن جاتا ہے۔ نیکی کو یہ لوگ اس لیے قبول نہیں کرتے کہ یہ نیکی ہے اور خدا کے ہاں پسندیدہ ہے' اس لیے قبول کرتے ہیں کہ یہ مفید ہے۔ جس جگہ قوم کے لیے جھوٹ مفید ہوتا ہے' وہ اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر اس موقع پر کوئی سچ بول دے تو پوری قوم اس کی گردن مارنے کے لیے تیار ہو جائے۔ پس خدا کے واسطے کے بغیر بندے اور بندے کا تعلق دو چوروں کا تعلق ہے اور اسلام خدا کے واسطے سے بندے اور بندے کا تعلق قائم کرتا ہے۔ اسلام صالح افراد ہی نہیں' صالح جماعت بھی تیار کرتا ہے' کیونکہ اس کے بغیر اللہ کا کلمہ بلند نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد گیا تو اسے معلوم ہوا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے جماعت میں شامل ہونے والوں کا سا اجر دے گا اور ان کے اجر میں بھی کچھ کمی نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد' نسائی)

یہ حدیث ان لوگوں کے بارے میں نہیں جو نماز باجماعت میں شریک ہونے میں قصداً تساہل برتتے ہیں۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اپنے طور پر تو تیاری کر کے چلے تھے' مگر اتفاقاً جماعت سے رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ انھیں اس پر افسوس ہوگا' رنج ہوگا۔ حضور ﷺ نے ان کی تسلی کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔

منافق نماز سے بھاگتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ

اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِى الْمَسَاجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّلْقِى اللّٰهَ غَدًا مُّسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّ هُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَّلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے نماز (باجماعت) سے پیچھے نہیں رہتا مگر وہ منافق جس کا نفاق جان لیا گیا' یا مریض جو دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ''سنن ہدیٰ'' سکھائے اور ان میں سے ایک نماز ہے جو ایسی مسجد میں ادا ہو جہاں اذان دی جائے۔''

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے مسلمان کی صورت میں ملے تو اسے چاہیے کہ وہ پانچوں نمازوں کی محافظت کرے' جس وقت ان کے لیے اذان دی جائے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کے لیے ''سنن ہدیٰ'' مقرر کی ہیں اور یہ نمازیں انھی میں سے ہیں اور اگر تم اس طرح نماز پڑھو گے جس طرح پیچھے رہ جانے والا نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے رسول کا طریقہ چھوڑ دو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص تم میں سے اچھی طرح طہارت حاصل کر لے اور وہ ان مساجد میں سے کسی مسجد کا رُخ کرے تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اس کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا' اور اس کا ایک گناہ دور کیا جائے گا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ نماز با جماعت سے وہی شخص پیچھے رہتا ہے جو منافق ہو اور جس کا نفاق سب پر عیاں ہو اور اس زمانے میں ایسے افراد بھی تھے جنھیں دو آدمی سہارا دے کر مسجد میں لاتے تھے اور وہ صف میں کھڑے ہوتے تھے۔ (مسلم)

ایک زمانہ تھا کہ جس آدمی کے متعلق لوگ یہ دیکھتے کہ نماز باجماعت ہوتی ہے مگر وہ نہیں آتا' یا آتا ہے تو بہت دیر سے اور بادل نخواستہ تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ منافق ہے' لیکن اب حالت دوسری ہے نماز میں تاخیر سے آنے والا تو ایک طرف رہا بے نماز کو بھی مومنِ قانت سمجھا جاتا ہے اور وہ مومنین کا لیڈر تک بن سکتا ہے۔

حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ''سنن ہدیٰ'' سکھائی ہیں۔ سنن سنّت کی جمع ہے۔ سنّت کے معنی ہیں: طریقہ۔ ہدیٰ کہتے ہیں۔ راہ راست کو' مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے ہمارے درمیان راہِ راست کے طریقے جاری کیے تھے۔ انھی طریقوں میں سے ایک طریقہ نماز ہے۔ حضور ﷺ کا حکم یہ ہے کہ نماز ایسی مسجد میں ادا کرنی چاہیے' جس میں باقاعدہ اذان دی جاتی ہو۔ جہاں کبھی کبھار نماز ہوتی ہو وہاں نہیں' بلکہ جو جگہ اس مقصد خاص کے لیے وقف کر دی گئی ہو' وہاں جا کر نماز ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو آدمی کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی صورت میں ملنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ جس وقت نمازوں کے لیے پکارا جائے اور جہاں پکارا جائے اس کے لحاظ سے وہ نماز کی محافظت کرے۔ یہ نہیں کہا کہ جو آدمی محسن اور متقی بن کر اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہو' الفاظ یہ ہیں کہ جو آدمی مسلمان بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا چاہتا ہو گویا دوسرے لفظوں میں جو آدمی نماز کی محافظت نہیں کرتا' اس کے متعلق یہی توقع نہیں کہ وہ قیامت کے دن مسلمان کی صورت میں اُٹھے' کجا کہ وہ محسن اور متقی ہو۔

> حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص (مسجد میں) آیا۔ رسول اللہ ﷺ جماعت سے نماز پڑھ چکے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص ہے جو صدقہ کرے (یعنی) اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ ایک شخص اُٹھا اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ترمذی' ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص دیر سے آیا جماعت ہو چکی تھی۔ کوئی ایسا آدمی بھی موجود نہیں' جسے ابھی نماز ادا کرنی ہو تو بجائے اس کے کہ وہ اکیلا نماز پڑھے بہتر یہ ہے کہ جو لوگ نماز پڑھ چکے ہیں' ان میں سے کوئی اُٹھے اور اس کا ساتھ دے تا کہ وہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کو صدقہ قرار دیا ہے' جس سے ہمیں صدقے کا وسیع مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ دوسروں کے لیے کوئی قربانی یا ایثار کرنا بھی صدقہ ہے اور احادیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ تیرا اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے اور اس میں ایسے دو آدمی بھی

شریک ہوسکتے ہیں جن میں سے ایک کوفریضہ ادا کرنا ہواور ایک کونفل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فریضہ ادا کرنے والا امام ہواور نفل والا مقتدی اور یہ بھی جائز ہے کہ نفل ادا کرنے والا امامت کرائے اور فریضہ ادا کرنے والا اقتدا کرے۔ یہ دونوں صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں ایسا ہوتا رہا ہے' البتہ یہ یاد رہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد یہ صدقہ نہیں ہوسکتا۔ ظہر' مغرب اور عشا میں ایسا ہوسکتا ہے۔ بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا صدقہ کیا ہے۔

روایت کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی کچھ لوگ گھروں میں نماز پڑھنے لگے تھے' آپ نے اس پر انھیں متنبہ فرمایا کہ یہ تمھارے نبی کے طریقے کے خلاف ہے اور اگر تم نے اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ نماز باجماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص جسم اور لباس کو پاک کرکے اور اچھی طرح باوضو ہوکر مسجد کا رُخ کرے تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی' اور ہر قدم پر اس کا ایک گناہ معاف کیا جائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قتل جیسے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قدم کے درجے کا کوئی ایک گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ عہدِ رسالت میں صرف منافق ہی نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے' اگر وہ بیمار بھی ہوتے تھے' تب بھی وہ یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ نماز باجماعت سے محروم رہیں' لوگ انھیں سہارا دے کر مسجد میں لاتے تھے اور وہ جماعت میں شریک ہوتے تھے۔

اذان کے بعد' نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا

وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِى الْمَسْجِدِ فَنُوْدِىَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّىَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو تم میں سے کسی شخص کو مسجد سے نہیں نکلنا چاہیے' جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔ (احمد)

غیر معمولی صورت پیش جائے تو جا بھی سکتا ہے۔ اس وقت اسے اس ارادے سے جانا چاہیے کہ وہ واپس آ کر نماز پڑھے گا' مگر عام حالت میں نہیں جانا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِى الشَّعْثَآءِ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَمَا اُذِّنَ فِيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوالشعثاء کہتے ہیں کہ اذان ہوگئی تھی اور ایک شخص مسجد سے باہر نکلا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

یہ پہلی حدیث ہی کی تشریح ہے۔ اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اوپر والی حدیث بیان کی ہوگی۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَہُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ یَخْرُجْ لِحَاجَۃٍ وَّھُوَ لَا یُرِیْدُ الرَّجْعَۃَ فَھُوَ مُنَافِقٌ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں اذان سنی اور کسی حاجت کے بغیر وہ مسجد سے نکلا اور وہ واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا' وہ منافق ہے۔ (ابن ماجہ)

کھانے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ لِطَعَامٍ وَّلَا لِغَیْرِہٖ (رَوَاہُ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے یا کسی اور کام کے لیے نماز مؤخر نہ کرو۔ (شرح السنہ)

مؤخر کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ ادھر سے اذان ہوگئی تب بھی پہلے نماز ادا کرو' مطلب یہ ہے کہ اگر توقع کر رہے ہیں کہ کھانا آنے والا ہے اور ادھر سے نماز کا وقت ہوگیا تو اس صورت میں نماز کو مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ دسترخوان بچھ چکا' ایسی صورت میں پہلے کھانا کھانا چاہیے۔ پھر نماز پڑھنی چاہیے' لیکن اگر اس کے ماسوا کوئی صورت ہو تو اس کے لیے نماز میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

نمازِ عشا کی جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں کے گھر جلانے کا خیال

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا مَا فِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالذُّرِّیَّۃِ اَقَمْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ مَا فِی الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز کا حکم دے کر خادموں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں کو جلا دیں جو نماز عشا کی

جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔(احمد)

عشا کی نماز اس زمانے میں بھی لوگوں پر سخت تھی۔اس کا سبب یہ بھی تھا کہ مدینہ میں سڑکوں پر روشنی نہ تھی' راستے ناہموار تھے اور کتے وغیرہ پھرتے رہتے تھے۔بعد میں تو آپ نے کتوں کو مروادیا' لیکن اس وقت تک یہ صورت نہ تھی اور جانور پھرتے رہتے تھے' پھر اس زمانے میں ہماری طرح ایسا نہ تھا کہ باقی ساری نمازیں دیر سے پڑھی جائیں اور عشا اوّل وقت میں' عشا کی نماز دیر سے پڑھی جاتی تھی۔ان اسباب کی بنا پر لوگ عشا کی نماز میں کم شریک ہوتے' اس پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو جو لوگ نماز عشا میں شریک نہیں ہوتے میں حکم دیتا کہ ان کے گھروں کو آگ لگادی جائے۔مراد یہ نہیں کہ سچ مچ آپ کا یہ ارادہ تھا' اصل میں آپ احساس دلانا چاہتے تھے کہ اسلامی معاشرے میں نماز باجماعت سے غفلت کتنا بڑا جرم ہے۔

نماز باجماعت میں صفوں کا سیدھا کرنا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو برابر (سیدھا) کرو' تحقیق صفوں کو برابر کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔(بخاری ومسلم)

اس حدیث میں صفوں کی درستی کی تاکید ہے۔اس کا بہترین طریقہ ہے کہ پاؤں کو برابر برابر رکھا جائے۔ صفیں سیدھی بنتی چلی جائیں گی۔حضور ﷺ صرف نماز ہی نہیں' بلکہ جنگوں میں بھی صف بندی کو بنفس نفیس ملاحظہ فرماتے تھے تاکہ کجی نہ رہ جائے۔سیدھی صفیں گویا نماز کا حق ادا کرتی ہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا إِذَا قُمْنَا إِلَى الصَّلٰوةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ خود ہماری صفوں کو برابر سیدھا کرتے' اور جب ہم صفیں سیدھی کر لیتے' پھر آپ تکبیر تحریمہ کہتے۔(ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ باجماعت نماز میں صفوں کا سیدھا کرنا لازم ہے۔حضور ﷺ صفوں کو سیدھا کرانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے اور نماز پڑھاتے ہمارے ائمہ مساجد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ دیکھیں' یہ بہت ضروری ہے۔حضور ﷺ کا طرزِ عمل اس بات پر شاہد ہے کہ امام اپنے مقتدیوں کی صفوں کی درستی کا ذمہ دار ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَمَا کَانَ مِنْ نَّقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا کرو پہلی صف کو' اس کے بعد اس کے بعد والی کو' اور جو باقی بچیں وہ آخری صف میں کھڑے ہوں۔ (ابوداؤد)

دو نمازیوں کی جماعت

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّیَ فَجِئْتُ حَتّٰی قُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَدَارَنِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ یَّسَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِیَدَیْنَا جَمِیْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰی اَقَامَنَا خَلْفَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے' میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو پھرا کر اپنی دائیں طرف کر دیا۔ پھر جبار بن صخر آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ اکٹھے پکڑے اور ہم کو ہٹایا' یہاں تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ جب نمازی دو ہوں تو امام بائیں طرف اور مقتدی امام کے دائیں طرف کھڑا ہو' اور جب نمازی آ کر شامل ہو جائے تو دونوں مقتدی (خود) پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ (اس کے لیے ایک قدم پیچھے ہٹا جاتا ہے اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو یا مقتدی ایسا کرنے سے لاعلم ہوں تو امام ایک قدم آگے بڑھے اور اگر امام کے آگے بڑھنے کی بھی جگہ نہ ہو تو پھر بدستور حسبِ قیام امام تھوڑا سا آگے ہو کر نماز ادا کریں۔ یہ اس امر پر بھی دال ہے کہ جب تین آدمی ہو تو نماز باجماعت پڑھیں۔

وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنَّا ثَلٰثَۃً اَنْ یَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ جب ہم تین آدمی ہوں تو ہم میں سے ایک آگے بڑھے (یعنی امامت کرائے)۔ (ترمذی)

امام کس کو بنایا جائے؟

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ

الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَآةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَّلَا يَؤُمَّنَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِى سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدْ فِىْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّهُ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ الرَّجُلُ فِىْ اَهْلِهٖ.

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کی کتاب کو زیادہ پڑھتا ہو وہ امامت کرائے اور اگر پڑھنے میں برابر ہو تو سنّت کو زیادہ جاننے والا امامت کرے اور اگر سنّت کے جاننے میں برابر ہوں تو جو ہجرت میں پہلا ہو وہ امامت کرے اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔ نیز کسی کی عمل داری میں دوسرا امامت نہ کرے اور اس کے گھر اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ کسی کے گھر میں دوسرا امامت نہ کرے۔ (مسلم)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ السَّقِيْمَ وَالضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دوسروں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی کرے ان میں بیمار بھی ہیں بوڑھے بھی اور کمزور بھی اور جب کوئی صرف اپنے لیے نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ جس قدر چاہے اسے لمبی کرے۔ (بخاری و مسلم)

نماز باجماعت میں امام پر سبقت کرنا

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَ اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام پر پہل نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ جب وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو۔ جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ (مسلم)

(یہ حدیث متفق علیہ ہے مگر امام بخاری نے ولا الضالین کے بعد آمین کے الفاظ کا ذکر نہیں کیا)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے سر اُٹھاتا ہے کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کا سر گدھے کا سا بنا دے۔ (بخاری و مسلم)

مقتدی کو نماز میں امام سے سبقت کرنے پر کس قدر وعید ہے۔ اللہ بچائے۔

وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ الَّذِیْ یَرْفَعُ رَأْسَهُ وَیَخْفِضُهُ قَبْلَ الْاِمَامِ فَاِنَّمَا نَاصِیَتُهُ بِیَدِ الشَّیْطٰنِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ جو اپنے سر کو امام سے پہلے اُٹھائے' یا جھکائے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (مالک)

نماز باجماعت اور خواتین

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو۔ (بخاری و مسلم)

یہاں یہ اندازِ بیان نہیں ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانا چاہیے۔ فرمایا یہ گیا ہے کہ اگر عورت خود اجازت چاہے تو اسے نہ روکو' گویا عورت کے لیے مسجد جانا کوئی مستحب و مستحسن چیز تو نہیں مگر روکو بھی نہیں' کیونکہ یہ کوئی گناہ کا کام بھی نہیں اگرچہ اچھا یہی ہے کہ وہ نہ جائیں۔

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف فجر اور عشا کی نماز میں جایا کرتی تھیں' کیونکہ اس زمانے میں بجلی وغیرہ کی روشنی نہیں تھی۔ سامنے جماعت شروع ہو جانے کے بعد پچھلی صفوں پر اندھیرا چھا جاتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ طریقہ بھی رائج تھا کہ مردوں کے اُٹھنے سے پہلے پہلے عورتیں مسجد سے چلی جاتی تھیں۔ ان پر یہ پابندی عائد کی گئی تھی کہ وہ نہ تو خوشبو لگائیں' نہ ہی بجتے ہوئے زیور پہنیں' بن ٹھن کر نہ آئیں۔ اگر امام غلطی کرے تو آواز نہ نکالیں' بس ہاتھ پر ہاتھ مار دیں۔ عورتوں کو ان شرائط کے ساتھ مسجد آنے کی اجازت دی گئی ہے' ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔

غور فرمائیے! یہ مسجد اور نماز کا ذکر ہے۔ اب اس کے بعد خود فیصلہ کر لیجیے کہ کالج میں مخلوط تعلیم رائج کرنے' سینما میں جانے' ایئر ہوسٹس بننے اور بازاروں میں شاپنگ کرنے کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہوگا اور جو لوگ یہ سارے کام کر رہے ہیں اور پھر یہ یقین بھی دلاتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسلام کے مطابق ہے وہ بھی سوچ لیں کہ

کل قیامت کے دن ان کا جواب کیا ہوگا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صف مردوں کی پہلی صف ہے اور بدترین آخری صف اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی۔ (مسلم)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورتیں اگر مردوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھیں تو مرد پہلی صفوں میں اور عورتیں پچھلی والی صفوں میں کھڑی ہوں۔ اس طرح سے کہ مردوں کی تمام صفوں سے عورتوں کی صفیں عقب میں رہیں۔

خواتین کا خوشبو لگا کر مسجد میں آنا

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَهِدَتْ اِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں جائے وہ خوشبو کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ (مسلم)

یعنی اگر عورت مسجد میں بھی جائے تو اس طرح جائے کہ لوگوں کو اس کی موجودگی کا پتا نہ چلے۔ اگر اس کی موجودگی کا پتا چلے گا تو شیطان اپنا کام ضرور کرے گا۔ موجودگی کی بھی دو شکلیں ہیں: ایک خوشبو دوسرے آواز' خوشبو بھی گویا سفیر ہے جو عورت کا پیغام مرد تک پہنچاتی ہے۔

اندازہ فرمائیے یہ مسجد میں آنے کے احکام ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری عورتیں بازار میں جاتی ہیں تو خوب بن ٹھن کر اور بیس قدم پر خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بخورا کی خوشبو لگائے' وہ عشا کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہو۔ (مسلم)

نجد میں کسی کے ہاں بھی چلے جائیں وہ رخصت کے وقت ملازم کو کہے گا خوشبو لاؤ۔ وہ انگیٹھی لائے گا جس پر عود پڑی ہوگی۔ ایک ایک شخص اسے لے کر اپنے کپڑوں میں بسائے گا۔ اس روایت میں عورت کو اس خوشبو میں کپڑے بسا کر مسجد میں آنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ عشا کی نماز سے اس طرف اشارہ ہے کہ عورت کے لیے دوسرے اوقات میں تو مسجد آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ احادیث میں صرف فجر اور عشا کے اوقات کی تصریح ملتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ حِبِّیْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ امْرَاَةٍ تَطَیَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتّٰی تَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَی اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ انھوں نے فرمایا: اس عورت کی نماز قبول نہیں جس نے مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگائی' یہاں تک کہ وہ خوشبو لگانے کے بعد اس طرح غسل نہ کرے جس طرح غسلِ جنابت کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد' احمد نسائی)

یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خاص انداز بیان ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفورِ محبت کی وجہ سے آپ کے نام کی بجائے آپ کی کنیت سے یاد کرتے ہیں' اس روایت میں بھی انھوں نے آپ کو ابوالقاسم کہہ کر پکارا ہے۔

روایت میں مسجد جانے کے ارادے سے خوشبو لگانے کے بعد عورت کو غسل کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اور غسل کو بھی غسلِ جنابت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ عورت کا اس خیال سے خوشبو لگانا تاکہ دوسرے اس کی طرف متوجہ ہوں' یہ ایک ذہنی اور اندرونی بدکاری ہے اور اس سے جذبۂ آوارگی کا پتا چلتا ہے۔

خواتین کا عام حالات میں خوشبو لگانا

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَیْنٍ زَانِیَةٌ وَّاِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِیَ کَذَا وَکَذَا یَعْنِیْ زَانِیَةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَلِاَبِیْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نگاہ زانیہ ہو سکتی ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گزرے' وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

ماں بہن بیٹی وغیرہ کو چھوڑ کر جن کے لیے ابدی حرمت کا حکم ہے مرد کی نگاہ جب بھی کسی عورت پر پڑے گی اس میں شہوت ہوگی۔ اللہ نے مرد کے لیے عورت میں فطری طور پر کشش رکھی ہے۔ وہ لوگ جھوٹ بکتے ہیں جو کہتے ہیں ہم تو عورت کو معصومانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس طرح شہوت کی یہ حس ختم ہو جاتی ہے' کیونکہ مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنا ایک روزمرہ کا کام بن جاتا ہے' لیکن ان کی یہ منطق واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ مغربی

ممالک کو دیکھ لیجیے وہاں جس بڑے پیمانے پر بدکاری کا بازار گرم ہے اور اب جس طرح آگے بڑھ کر وہاں عورتوں سے قضائے شہوت کے غیر فطری طریقے اختیار کیے جارہے ہیں' ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کا آزادانہ میل جول کیا نتائج دکھاتا ہے۔ یہ نتائج ثابت کررہے ہیں کہ غیر عورت پر مرد کی نگاہ کبھی معصومانہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرتی ہے' وہ ایسی اور ایسی ہے..... ایسی اور ایسی ہے'' مطلب یہ ہے کہ وہ بدکار عورت ہے۔ اس کا باہر نکلنے کے لیے خوشبو لگا کر تیار ہونا' اس امر کی علامت ہے کہ اس کے اندر بدکاری کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ یہ جو وہ دلھن بن کر باہر جارہی ہے' اس کی نیت نیک نہیں' جو آدمی مرد اور عورت کی نفسیات کو سمجھتا ہے اور منافق و مکار نہیں' وہ اس کی تصدیق کرے گا کہ یہ بالکل حق ہے۔

اپنے گھر میں عورت کی نماز افضل ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا نِسَآءَکُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو' اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔ (ابوداؤد)

اوپر ایک حدیث میں صرف اتنا مذکور تھا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو' اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ انھیں مسجد جانے سے نہ روکو' اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک راوی کو ایک حصہ یاد رہا' اس نے وہی بیان کیا' دوسرے نے اسے مکمل یاد رکھا اور مکمل صورت میں پیش کیا۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کے نزدیک مرد کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائے اور گھٹیا صورت یہ ہے کہ گھر میں نماز پڑھے' مگر عورت کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھے اور گھٹیا صورت یہ کہ مسجد میں جائے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مسجد نبوی میں اور پھر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی جو فضیلت ہے' اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں' مگر اس کے باوجود حضور ﷺ نے فرمایا تم مسجد میں آتو سکتی ہو مگر تمھارے لیے گھر بہتر ہیں۔

ان احادیث سے اسلام کے اصولِ اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے نزدیک زنا وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا' ان کی سمجھ میں یہ پابندیاں نہیں آتیں' بعینہٖ اس طرح جس طرح ان کی آزادیاں ہماری سمجھ

میں نہیں آتیں۔ چونکہ اسلام میں زنا بدترین جرم ہے' اس لیے اسلام وہ تمام دروازے بند کر دیتا ہے جو زنا کے رستے کھولتے ہیں۔ وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ عین آخری سرحد پر انسان کو روکے کیونکہ یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ آخری سرحد پر جا کر رک سکے۔ قرآن کہتا ہے ولاتقربوالزنا' زنا کے قریب نہ جاؤ۔ وہیں سے رک جاؤ جہاں سے تمھارے دل میں زنا کی اکساہٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْءَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِّنْ صَلٰوتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر افضل ہے' حجرے کی نماز سے اور اس کے خلوت کدہ کی نماز بہتر ہے' اس کے گھر کی نماز سے۔

(ابوداؤد)

''بیت'' سے مراد وہ کمرہ ہے جو اندر کی طرف ہوتا ہے اور ''حجرہ'' لان وغیرہ کو کہتے ہیں جو سامنے ہوتا ہے' اسی طرح مخدع اس پرائیویٹ کمرے کو کہتے ہیں جس میں آدمی تنہا رہتا ہے۔ فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر کے کسی کمرے میں نماز پڑھنا' دالان میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا پرائیویٹ کمرے میں نماز پڑھنا عام کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ مرد کے لیے تو نماز باجماعت اور وہ بھی سب سے بڑی مسجد میں افضل ہے مگر عورت جتنا زیادہ سے زیادہ چھپ چھپا کر نماز ادا کرے' اس کے لیے بہتر ہے۔ اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے' عورتوں کے لیے ایک خاص زمانہ' نماز پڑھنے کا ہوتا ہے۔ اگر عورت سب کے سامنے نماز پڑھے تو اس کا ان دنوں میں نماز نہ پڑھنا اور باقی دنوں میں نماز پڑھنا ایک ایک آدمی کو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی نفسیات پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے ہدایت دی کہ عورت چھپ کر نماز پڑھے تا کہ ایک طرف اس کی فطری حیا مجروح نہ ہو اور دوسری طرف گھر والوں کو معلوم ہی نہ ہو سکے کہ یہ زمانہ کب شروع ہوا اور کب ختم۔

سرورِ عالم کی آخری نمازیں

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ فَقَالَ

ضَعُوْا لِی مَآءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَآءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَآءً فِی الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ یَنْتَظِرُوْنَ لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ بِاَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّكَانَ رَجُلًا رَّقِیْقًا یَاعُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰی اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِهٖ خِفَّةً وَّخَرَجَ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَ اَبُوْبَكْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰی اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا یَتَاَخَّرْ فَقَالَ اَجْلِسَانِیْ اِلٰی جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰی جَنْبِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَّ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَیْكَ مَا حَدَّثَتْنِیْ عَآئِشَةُ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَدِیْثَهَا فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِیْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِیٌّ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ (حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے) کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے آخری مرض کے حالات مجھے نہ سنائیں گی؟ انھوں نے فرمایا: کیوں نہیں (اور پھر بیان کیا کہ) جب رسول اللہ ﷺ بھاری ہو گئے (بالکل پلنگ پر پڑ گئے) تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے۔ ہم نے عرض کیا نہیں:

یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو۔ (اس زمانے میں لوٹے نہ تھے' پیالوں میں پانی رکھ دیا جاتا تھا' لوگ پہلے ہاتھ دھو لیتے پھر

اس میں سے پانی لے لے کر وضو کرتے۔) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا (الفاظ فی غسل کے ہیں، جن سے غسل کا مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے، لیکن اس سے مراد وضو ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اُٹھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غشی سی آ گئی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے۔ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ پھر آپ نے چاہا کہ کھڑے ہوں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غشی سی آ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر وضو کیا اور چاہا کہ کھڑے ہوں مگر آپ پر غشی سی طاری ہوگئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! اور حالت یہ تھی کہ لوگ مسجد میں بیٹھے تھے اور عشا کی نماز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک رقیق القلب انسان تھے حالت یہ تھی کہ اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوتے تو رونا شروع کر دیتے، کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ ان ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں ہلکا پن پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے درمیان جن میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ ظہر کی نماز کے لیے نکلے اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو انھوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نہ ہٹو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو ساتھیوں کو حکم دیا کہ مجھے لے جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے یہ واقعہ سن کر میں اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے متعلق سنی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سناؤ، پس میں نے وہ حدیث بیان کی اور انھوں نے کسی چیز کا انکار نہیں کیا۔ بس اتنا کہا کہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کا کیا نام بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' میں نے کہا: انھوں نے نام نہیں بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ علی تھے۔ (بخاری و مسلم)

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب جمل و صفین کی جنگیں ہو چکی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت پا چکے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ان واقعات کی وجہ سے ندامت طاری تھی' اس لیے آپ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہوئے شرمندہ ہوتی تھیں' ویسے اگر کوئی ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھتا تو وہ ان کی تعریف کرتیں۔

انیسویں فصل

سنتِ مؤکدہ اور اس کے فضائل

نیکوکارلوگوں کی تین اہم صفات کا ذکر سورۂ لقمان کی چوتھی آیت میں خاص طور پر کر کے یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ باقی ساری نیکیوں کا دارومدار تین چیزوں پر ہے: وہ نماز قائم کرتے ہیں جس سے خدا پرستی وخداترسی ان کی مستقل عادت بن جاتی ہے۔ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں، جس سے ایثار وقربانی کا جذبہ ان کے اندر مستحکم ہوتا ہے۔ متاع دنیا کی محبت دبتی ہے اور رضائے الٰہی کی طلب اُبھرتی ہے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جس سے ان کے اندر ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ابھرتا ہے۔ جس کی بدولت وہ اس جانور کی طرح نہیں رہتے جو چراگاہ میں چھوٹا پھر رہا ہو، بلکہ اس انسان کی طرح ہوجاتے ہیں جسے یہ شعور حاصل ہو کہ میں خودمختار نہیں ہوں، کسی آقا کا بندہ ہوں اور اپنی ساری کارگزاریوں پر اپنے آقا کے سامنے مجھے جواب دہی کرنی ہے۔

ان تین خصوصیات کی وجہ سے یہ ''نیکوکار'' اس طرح کے نیکوکار نہیں رہتے جن سے اتفاقاً نیکی سرزد ہوجاتی ہے اور بدی بھی اسی شان سے سرزد ہوسکتی ہے جس شان سے نیکی سرزد ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ خصوصیات ان کے نفس میں ایک مستقل نظام فکر واخلاق پیدا کر دیتی ہیں جس کے باعث ان سے نیکی کا صدور باقاعدہ ایک ضابطے اور منصوبہ بندی کے مطابق ہوتا ہے اور بدی اگر سرزد ہوتی بھی ہے تو محض ایک حادثے کے طور پر۔ کوئی گہرے محرکات ایسے نہیں ہوتے جو ان کے نظام فکر واخلاق سے ابھرتے اور ان کو اپنے اقتضائے طبع سے بدی کی راہ پر لے جاتے ہوں۔

سنتِ مؤکدہ اور اس کے فضائل

جنت میں گھر کی بشارت

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یُّصَلِّیْ لِلّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ اَوْ اِلَّا بُنِیَ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات اور دن میں بارہ رکعتیں پڑھیں، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد اور دو نماز فجر سے پہلے۔ (ترمذی)

اور مسلم شریف میں حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی بندہ مسلم ایسا نہیں جو فریضہ کے بغیر بارہ رکعتیں نفل کے طور پر ادا کرے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر نہ بنائے، یا اس کے لیے جنت میں گھر نہ بنایا جائے۔

یہ وہ سنتیں ہیں جنھیں عام طور پر سنّت مؤکدہ کہتے ہیں۔ سنتوں کی ایک قسم وہ ہے جو مستحب ہے، مؤکدہ نہیں، یہ اگر پڑھی جائیں تو اچھا ہے، نہ پڑھی جائیں تو حرج نہیں۔ دوسری وہ ہیں جنھیں مؤکدہ کہتے ہیں، جن کی ادائیگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اور خود بھی ان پر ہمیشہ عمل فرمایا ہے۔ روایت کے دوسرے حصے میں بھی وہی تفصیل ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس روایت میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ سنتیں نفل ہیں، فریضہ نہیں۔ یہی سنّت کی اصل حیثیت ہے، مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرما دیں اور خود اس پر ہمیشہ عامل رہیں تو یہ سنّت مؤکدہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی عمل کریں، کبھی نہ کریں، محض فضیلت بیان فرمائیں تو یہ محض سنّت ہے۔

نماز فجر کی سنتیں

وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ

مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی کی پابندی اتنی سختی سے نہیں کرتے۔ جتنی فجر سے پہلے سنتوں کی۔ (بخاری و مسلم)

اس لیے ان کو سب سے زیادہ مؤکد سنتیں مانا جاتا ہے' ان کو کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر سے پہلے کی سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ان کی بہت بڑی فضیلت ہے' دنیا و مافیہا کی دولت ان کے سامنے ہیچ ہے۔

ظہر سے پہلے' بعد زوال کی سنتیں

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِى صَلٰوةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَىْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَءَ يَتَفَيَّؤُ ظِلَالُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعتیں ہیں جو تہجد کی مانند ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس وقت خدا کی پاکی بیان نہ کرتی ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''سایہ دائیں اور بائیں جھکتا ہے' اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہوئے اور تمام چیزیں اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ (ترمذی' بیہقی)

اس روایت میں زوال ہوتے ہی چار سنتیں ادا کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا ویسا ہی اجر ہے جیسے نماز تہجد کا' اور آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اس آیتِ کریمہ سے استدلال فرمایا کہ ''سایہ دائیں اور بائیں جھکتا ہے اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہوئے اور تمام چیزیں اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔''

آفتاب پرستوں کی عبادت کے تین اوقات ہیں۔ ایک سورج نکلتے وقت' دوسرے' جب وہ نصف النہار پر پہنچتا ہے اور تیسرے' جب وہ غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ ''حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو وقت آفتاب پرستوں کے ہاں سورج کی عبادت کا ہے' اس میں خود سورج اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اس وقت پوری دنیا اس امر

کا مشاہدہ کر رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج پر غالب ہے' اس نے جب چاہا سورج کو طلوع کیا' جب چاہا نصف النہار پر پہنچایا' جب چاہا اسے زوال کی طرف مائل کر دیا اور اب جب چاہے گا غروب کر دے گا۔ اس موقع پر گویا ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوتی ہے۔ اس موقع پر اگر کوئی شخص چار رکعتیں ادا کرتا ہے تو اس کی عبادت پوری کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے۔

نماز ظہر کی سنتیں

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ اَرْبَعٍ بَعْدَھَا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی محافظت کرے اور اس طرح ظہر کے بعد چار رکعتوں کی' تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

ظہر کے بعد دو رکعتیں مؤکد ہیں' مگر یہ روایت بتاتی ہے کہ اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تو زیادہ اچھا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ لَیْسَ فِیْھِنَّ تَسْلِیْمٌ تُفْتَحُ لَھُنَّ اَبْوَابُ السَّمَآءِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر سے پہلے چار رکعتیں ہیں جو سلام پھیر کر نہ پڑھی جائیں تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد' ابن ماجہ)

ایسا نہ ہو کہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر لیا اور پھر دو رکعتیں پڑھ لیں' بلکہ تشہد کے بعد اُٹھ کر تیسری رکعت شروع کر دی جائے اور چاروں رکعتیں مکمل کر لی جائیں۔ دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے دلوں میں شوق پیدا کرنے کے لیے مختلف طریقوں سے ان اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ ان چار رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں' یعنی ان کے بیچ میں کوئی چیز مانع نہیں' یہ براہ راست اللہ کے حضور پہنچتی ہیں۔

آسمان کے دروازے نصف النہار پر بند ہو جاتے ہیں اور سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں' یعنی جب آفتاب پرستوں کی پوجا کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ کے آگے کوئی عبادت پیش نہیں کی جا سکتی' لیکن جب

سورج زوال پذیر ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں' اس وقت اللہ کے حضور عبادت پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ رکعتیں سیدھی اللہ کے ہاں پہنچتی ہیں۔

وہ مشرکین جو سورج کے پرستار تھے' تین اوقات میں سورج کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ایک طلوعِ آفتاب کے وقت' دوسرے' اس وقت جب سورج نصف النہار پر پہنچ جائے' تیسرے جب وہ غروب ہو رہا ہو' گویا وہ چڑھتے سورج کے پجاری تھے۔ اسلام نے یہ تینوں اوقات' عبادت کے لیے ممنوع قرار دے دیے۔ اب یہاں حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر مشرکین سے مشابہت پیدا کرتے ہوئے تم اس وقت میں نماز بھی پڑھو تو اللہ کے حضور نہیں پہنچے گی' کیونکہ اس کی رحمت کے دروازے بند ہو چکے۔ البتہ جب سورج ڈھلنے لگے تو یہ عبادت کا وقت ہے' اس میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس وقت بندوں کی طرف سے عبادت کی صورت میں ان کے اعمال صالح آسمان میں داخل ہونے چاہییں۔

نماز عصر کی سنتیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

یہ سنتیں مؤکد نہیں حضور ﷺ کا اپنا عمل بھی ان پر نہ تھا' البتہ آپ ﷺ نے ان کو پسند ضرور فرمایا' جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

اصل میں سنتوں کے مؤکد اور غیر مؤکد ہونے کا انحصار حضور ﷺ کے ارشاد اور آپ کے عمل پر ہے' اسی سے یہ درجے معین کیے جاتے ہیں کہ کون سی سنّت مؤکد ہے اور کون سی غیر موکد۔ اس روایت کو دیکھ لیجیے' اس میں آپ ﷺ نے عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنے کی تاکید نہیں فرمائی' نہ اس سے آپ ﷺ کا اپنا عمل ثابت ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ مستحقِ رحمت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مستحب چیز ہے' اس پر عمل کیا جائے تو بہتر ہے' نہ کیا جائے تو حرج نہیں۔

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے

جن کے درمیان (تشہد میں) آپ ﷺ ملائکہ مقربین اور مومنین و مسلمین پر سلام بھیجتے تھے۔ (یعنی آپ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کے ساتھ ساتھ السلام علینا علی ملائکہ المقربین بھی کہتے تھے۔) (ترمذی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی حضور ﷺ نے ان سنتوں پر عمل فرمایا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضور ﷺ نے لوگوں کو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی، مگر آپ کا اپنا عمل عام طور پر عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا تھا کیونکہ آپ عصر کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھنے کا التزام کرتے تھے، مگر چونکہ عام مسلمان کے لیے عصر کے بعد مغرب تک کوئی نماز پڑھنا ممنوع ہے، اس لیے آپ نے انھیں یہ چار رکعتیں عصر سے پہلے ادا کرنے کی ترغیب دلائی، مگر عصر سے پہلے کی یہ چار رکعتیں مؤکدہ نہیں، پڑھی جائیں تو اچھا ہے، نہ پڑھی جائیں تو گناہ نہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد میرے گھر میں کبھی دو رکعتیں پڑھنا ترک نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم)

یہ حضور ﷺ کا قاعدہ تھا کہ اگر آپ کبھی کوئی نماز پڑھتے تو پھر ہمیشہ اس کی پابندی فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ سے ملنے کے لیے ایک وفد آیا۔ بات چیت میں اتنی دیر ہوئی کہ آپ ﷺ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں چھوٹ گئیں، جنھیں آپ ﷺ نے عصر کے بعد ادا کیا اور چونکہ ایک مرتبہ عصر کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعتیں ادا کیں، اس لیے پھر عمر بھر اس کی پابندی فرمائی۔

نمازِ عصر کے بعد، نمازِ مغرب سے پہلے

وَعَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْاَيْدِيَ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا قَالَ

كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مختار ابن فلفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عصر کے بعد نفل پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے (یعنی آپ اس کے ہاتھوں پر ہاتھ مار کر اس کے ہاتھ کھول دیتے) اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا: نہیں مگر وہ ہمیں ایسا کرتے دیکھتے تھے اور نہ منع فرماتے تھے اور نہ اس کا حکم دیتے تھے۔ (مسلم)

مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہ تو ممنوع ہے اور نہ ہی اس کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی صراحت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ بعض لوگ اس کو بالکل سنّت سمجھتے ہیں' اور ان کا خیال ہے کہ اس مردہ سنّت کا احیا کیا جائے۔ اس لیے وہ بالالتزام یہ رکعتیں ادا کرتے ہیں' ایک صاحب کو میں نے دیکھا کہ انھوں نے عین امام کے مصلے پر کھڑے ہو کر یہ نماز ادا کی تا کہ جماعت کھڑی ہی نہ ہو سکے۔ نجد میں بھی لوگ مغرب کے بعد دس بارہ منٹ تک ٹھہرے رہتے ہیں اور الگ الگ دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ یوں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں' اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا مگر اس کا التزام بھی نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُ و السَّوَارِیَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' جب مؤذن نماز مغرب کے لیے اذان دیتا تو لوگ مسجد کی طرف دوڑتے اور دو رکعتیں ادا کرتے اور بسا اوقات باہر سے آنے والا یہ سمجھتا کہ شاید نماز ختم ہو چکی ہے' کیونکہ یہ رکعتیں ادا کرنے والے کثرت سے ہوتے تھے۔ (مسلم)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہوتا تھا روایت میں صرف اتنا ہے کہ مدینہ میں ایسا ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت سے قریب کے زمانے میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا رواج عام ہو چکا تھا' یہاں تک کہ باہر سے آنے والا جب بہت سے لوگوں کو سنتیں پڑھتے دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے اور لوگ فرضوں کے بعد سنتیں ادا کر رہے ہیں۔

وَعَنْ مَّرْثَدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجَهَنِيَّ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُکَ مِنْ اَبِیْ تَمِیْمٍ یَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَۃُ اِنَّا کُنَّا نَفْعَلُہٗ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا یَمْنَعُکَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت مرثد ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں عقبہ جہنی کے پاس گیا اور کہا کہ تم ابوتمیم کے اس فعل کو تعجب کی نظر سے نہیں دیکھتے کہ وہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ عقبہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: پھر اب آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا: مشغولیت کی وجہ سے۔ (بخاری)

یعنی ان کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی ایسا کیا گیا ہے۔ اس لیے اس پر ملامت نہیں کرنی چاہیے، لیکن ایسا کرنا ضروری بھی نہیں۔ مثلاً میں مشغولیت کی بنا پر نہیں پڑھتا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ کَرَاھِیَۃَ اَنْ یَّتَّخِذَھَا النَّاسُ سُنَّۃً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ ابن مغفل کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں نماز پڑھ لو۔ تیسری بار فرمایا کہ جو کوئی چاہے "کراہت کے ساتھ کہ کہیں لوگ اس کو سنّت مؤکدہ نہ بنالیں۔ (بخاری و مسلم)

مغرب کے فرضوں سے پہلے نماز پڑھنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ مغرب کی اذان کے فوراً بعد اور فرضوں سے پہلے پہلے دو رکعتیں پڑھ لینی چاہییں، بعض لوگ کہتے ہیں پڑھی جاسکتی ہیں، ایسا کرنا بہتر ہے۔

دوسرے کہتے ہیں حضور ﷺ نے اس پر کبھی عمل نہیں کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ رکعتیں پڑھیں۔ اس لیے ان کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔

نماز مغرب کی سنتیں

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ الرَّکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ الرَّکْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ سے مراد فجر سے

پہلے کی دو رکعتیں ہیں اور اِدْبَارَ السُّجُوْدِ سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں۔ (ترمذی)

قرآن میں فرمایا گیا ہے: ''جب تارے پلٹ رہے ہوں' عبادت کرو'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد فجر کی سنتیں ہیں۔ نماز تہجد میں جو روایات آتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ آخر وقت میں تہجد پڑھتے تھے اور اس کے بعد ہی پو پھٹ جاتی تھی' اس وقت آپ ﷺ دو رکعتیں ادا کرتے اور پھر لیٹ جاتے اور جب جماعت کا وقت ہوتا' آپ صبح کی نماز پڑھاتے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْلُ الْقِرَاءَةَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں دیر تک قرأت کرتے تھے' یہاں تک کہ لوگ مسجد سے چلے جاتے۔ (ابوداؤد)

روایت میں ''لمبی رکعتیں'' پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ زور زور سے پڑھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا مکان مسجد سے بالکل متصل واقع تھا' آپ کے گھر کا دروازہ مسجد کے ساتھ لگا ہوتا تھا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ نماز پڑھ کر گھر تشریف لے آتے اور دیر تک سنتیں پڑھتے رہتے' یہاں تک کہ لوگ گھروں کو چلے جاتے۔

وَعَنْ مَّكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ رُّفِعَتْ صَلٰوتُهٗ فِىْ عِلِّيِّيْنَ مُرْسَلًا.

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ اسی روایت کو حضور ﷺ تک پہنچاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز مغرب کے بعد کلام کیے بغیر دو رکعت پڑھے اور ایک روایت میں چار رکعت کے الفاظ ہیں' تو اس کی نماز مقام علیین میں پہنچائی جاتی ہے۔''

اگر کوئی تابعی کسی صحابی کو بیچ میں لائے بغیر کوئی روایت بیان کرے تو اسے مرسل روایت کہتے ہیں۔ مرسل کا حکم یہ ہے کہ اگر راوی قابلِ اعتماد ہو اور اس کے متعلق یقین ہو وہ جو کچھ کہتا ہے تو اس نے ضرور کسی صحابی سے سنا ہوگا تو اس کی روایت قبول کی جائے گی' ورنہ دوسری صورت میں اس طرح کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ جنھوں نے یہ روایت کی ہے بڑے مرتبے کے تابعی ہیں' اس لیے عام طور پر محدثین نے ان کی اس طرح کی روایتیں قبول کی ہیں۔ اگرچہ بعض محدثین اس سلسلے میں اختلاف رکھتے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ جب تک بیچ کی کڑیاں معلوم نہ ہوں روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز مغرب کے بعد بات کیے بغیر دو یا چار رکعتیں ادا کرے تو اس کی نماز بلند ترین مقام پر لے جائی جاتی ہے۔ بات نہ کرنے کی شرط اس لیے عائد کی گئی ہے' کیونکہ کلام کرنے سے توجہ دوسری طرف ہو جاتی ہے۔ یہ رکعتیں بیچ میں کلام کیے بغیر پڑھنی چاہییں کہ نمازی کا دل نماز ہی میں پڑا ہوا ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَكَانَ يَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوْبَةِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔ صرف یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' مغرب کے بعد کی دو رکعتیں جلد پڑھو یہ فرض کے ساتھ ہی لے لی جائیں گی۔

اگر ایک روایت ضعیف ہو اور دوسری قوی روایت اس کی تائید میں ہو تو وہ ضعیف روایت بھی قوی شمار ہوتی ہے' کیونکہ اب ایک دوسری سند سے بھی یہی معلوم ہو گیا کہ ایک صحابی نے یہ فرمایا ہے۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس میں اتنا زائد ہے کہ مغرب کے بعد کی رکعتیں فرض کے معاً بعد ادا کر لینی چاہییں تا کہ فرض اور سنتیں الگ الگ پیش ہونے کی بجائے ایک ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلٰوتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب لوگ نماز ادا کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ اس کے بعد نفل پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نماز تو گھر میں پڑھنی چاہیے۔ (ابوداؤد)

یہ مطلب نہیں کہ مسجدوں میں نفل پڑھنا ممنوع ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر گھر مسجد کے قریب ہو تو نوافل معمولاً گھروں میں پڑھنے چاہییں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب بچے بڑوں کو نماز پڑھتے دیکھیں گے تو ان میں بھی جذبہ پیدا ہوگا اور اس طرح گھروں میں نماز کا چرچا ہوگا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (ترمذی)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ بیس رکعت نفل پڑھتا رہے' کیونکہ التزام صرف ان نمازوں کا ہے جنھیں با آسانی ادا کیا جا سکتا۔ صرف یہ فرمایا کہ اگر کبھی کوئی شخص ایسا کرے تو اس کا بڑا اجر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ یَتَكَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کے بعد چھے رکعت نماز پڑھے اور ان کے بیچ میں کوئی بُری بات نہ کرے تو اس کو بارہ برس کی نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

یہ ایک ضعیف روایت ہے۔ اس کا بیچ کا راوی منکر روایتیں بیان کیا کرتا تھا' اس لیے یہ کچھ زیادہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مغرب کے بعد چھے رکعتیں ادا کرنا ثواب کا کام نہیں' مطلب یہ ہے کہ اوّل تو بارہ برس کی نماز کے برابر اجر ملنے میں مبالغہ شامل ہے۔ دوسرے روایت بھی ضعیف ہے اس لیے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

نماز عشا کی سنتیں

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَیَّ اِلَّا صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھ کر میرے گھر آئے ہوں اور آپ نے چار یا چھے رکعتیں نماز ادا نہ کی ہو۔ (ابوداؤد)

اس سے پہلے جو روایت گزری ہے اس سے معلوم ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت بھی فرمائی' گویا وہ تو سنّت مؤکدہ ہیں اور کبھی کبھی خود بھی آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد میرے گھر آ کر چار یا چھے رکعتیں ادا کرتے تھے۔ یہ چار رکعتیں وہ ہیں جنھیں آج لوگ دو سنتیں اور دو نفل کہتے ہیں۔

نماز جمعہ کی سنتیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص جمعہ کی نماز پڑھے اس کو چاہیے کہ وہ بعد میں چار رکعتیں پڑھ لے۔ (مسلم)

اس سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں جمعہ کے بعد دو رکعتوں کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس روایت میں چار رکعتوں کا ذکر ہے' اس بنا پر فقہا میں اختلاف واقع ہوا ہے بعض کہتے ہیں کہ دو ہی رکعتیں مؤکد ہیں' چار پڑھ لے تو اچھا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نہیں چار ہی مؤکد ہیں' بعض کہتے ہیں: دونوں کو جمع کر کے چھے رکعتیں پڑھ لینی چاہییں۔ ان میں سے جس مسلک پر عمل کیا جائے' صحیح ہوگا' کیونکہ سوال صرف مرجح اور غیر مرجح کا ہے' صحیح اور غلط کا نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد کوئی اور نماز نہ پڑھتے' جب تک واپس گھر نہ پہنچ جاتے' پھر گھر میں دو رکعتیں ادا کرتے۔ (متفق علیہ)

معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد مسجد میں سنتیں ادا کرنا آپ کا طریقہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچنے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

سنتِ مؤکدہ - سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد اور پھر مغرب اور عشا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دو دو رکعتیں پڑھیں اور مجھ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر سے پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

اس روایت میں تین چیزیں بیان ہوئی ہیں' ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں چار کی بجائے دو رکعتیں ادا کیں' اس بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے چار کی بجائے دو سنتیں مؤکدہ مانی ہیں' دوسرے فقہا بعض دوسری روایات کی

بنا پر چار سنتیں مؤکد مانتے ہیں' پڑھی دو بھی جا سکتی ہیں چار بھی' جو کچھ اختلاف ہے وہ مؤکد ہونے نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

دوسری چیز یہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ ﷺ مغرب اور عشا کے بعد کی سنتیں مسجد کی بجائے گھر میں پڑھتے تھے۔

تیسری یہ کہ آپ ﷺ طلوعِ فجر کے بعد کی دو رکعتیں ہلکی پڑھا کرتے تھے۔ یہاں فجر کا لفظ ''ڈان'' کے معنوں میں ہے یعنی جب پو پھٹتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَآئِمًا وَّ لَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا وَّ كَانَ اِذَا قَرَءَ وَهُوَ قَآئِمٌ رَّكَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ قَآئِمٌ وَّكَانَ اِذَا قَرَءَ قَاعِدًا رَّكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ ابن شفیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نفل کس طرح پڑھتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: حضور ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے' پھر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھ کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ عشا کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور میرے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے اور تہجد کی نماز نو رکعت پڑھتے' جن میں وتر بھی شامل ہوتے اور رات کو دیر تک کھڑے ہو کر اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع اور سجود اسی حالت میں کرتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے تو اسی حالت میں رکوع اور سجدہ کرتے اور جب فجر ہو جاتی تو دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

پہلی یہ کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں مسجد میں ادا نہیں کرتے تھے' گھر سے پڑھ کر جاتے تھے۔

دوسری یہ کہ اس روایت میں عصر کی سنتوں کا ذکر نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا آپ ﷺ کا معمول نہ تھا' گو آپ ﷺ نے ایسا کرنا پسند فرمایا ہے۔

تیسری یہ کہ عشا سے پہلے کی چار رکعتوں کا بھی ذکر نہیں' جس سے معلوم ہوا کہ یہ مستحب ہیں' مؤکدہ نہیں۔

چوتھی یہ کہ جب آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو اس طرح بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ یہ طریقہ نہ تھا کہ جب بیٹھے ہوں تو کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کریں۔

اتصال نماز درست نہیں

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّائِبِ يَسْئَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو ابن عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے نافع ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے سائب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے دریافت کرایا کہ انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق کیا دیکھا ہے۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ میں نے جمعہ کی نماز معاویہ کے ساتھ مقصورہ میں پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا' اور میں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد جب معاویہ مکان میں پہنچے تو انھوں نے مجھے بلوایا اور کہا کہ جو فعل تم نے کیا ہے آئندہ نہ کرنا۔ جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لیا کرو تو متصلاً کوئی اور نماز نہ پڑھو جب تک نکل نہ جاؤ' یا بات نہ کر لو' کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ایک کے بعد ہم دوسری نماز متصلاً نہ پڑھیں' جب تک درمیان میں بات چیت نہ کر لیں یا مسجد سے باہر نہ چلے جائیں۔ (مسلم)

مقصورہ وہ حجرہ تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد اموی دمشق میں مصلّے کے قریب بنا لیا تھا۔ انھیں اندیشہ تھا کہ دشمن بہت ہیں' ہو سکتا ہے کوئی حملہ کر دے' اس لیے وہ فرض کے بعد سنتیں وغیرہ اسی مقصورہ میں ادا کرتے تھے۔ یہاں جمعہ کی نماز کا ذکر ہے معلوم ہوتا ہے انھوں نے کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر دیا تھا اور خود مقصورہ میں نماز پڑھ رہے تھے' حالانکہ خلفائے راشدین کے زمانے میں امامت خود خلفا کیا کرتے تھے'

ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا نہیں کرتا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ نصیحت کی کہ فرض نماز کے بعد اگر سنتیں وغیرہ پڑھی جائیں تو پہلی جگہ سے ہٹ کر یا بات چیت کر کے پڑھنی چاہییں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے تاکہ فرض اور دوسری نماز میں سلام پھیرنے کے علاوہ بھی کسی چیز سے فصل واقع ہو جائے۔

اسلام میں اصول ہے کہ جس طرح فرض میں کمی بری ہے اسی طرح اضافہ بھی ناجائز ہے۔ روزہ دن بھر کا فرض ہے اسے فوراً افطار کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ پندرہ منٹ بعد افطار کیا جائے تو ثواب زیادہ ملے گا۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا جاتا کہ ثواب کے لیے فرض میں اضافہ ہو سکتا ہے تو لوگ رہبانیت کی طرف مائل ہو جاتے۔ جتنا فرض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عائد کیا ہے اتنا ہی ادا کیجیے۔ فرض نماز ختم کرتے ہی اگر سب لوگ وہیں دوسری نماز ادا کرنے لگیں تو دور سے آنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ جماعت ہو رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اتصال کو روکنا چاہتے تھے' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی۔

بیسویں فصل

وتر کی نماز اور قنوت کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے بدترین سردار وہ ہیں جو تمھارے لیے مبغوض ہوں اور تم ان کے لیے مبغوض ہو۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب یہ صورت ہو تو کیا ہم ان کے مقابلہ پر نہ اُٹھیں؟

فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

وتر کی نماز اور قنوت کا بیان

وتر حق ہے

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔)

حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے ہر مسلم کے اوپر جو پانچ پڑھنا چاہے پانچ پڑھ لے جو تین پڑھنا پسند کرے تین پڑھ لے اور جو ایک رکعت پڑھنا چاہے ایک ہی پڑھ لے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

اس ٹکڑے سے کہ ''وتر حق ہے'' بعض فقہا نے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ وتر سنّت مؤکدہ ہیں۔ چنانچہ امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔ دوسروں نے یہ نتیجہ نکالا کہ واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ یہی مسلک رکھتے ہیں۔

فرض وہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے واجب وہ جس کی تاکید آنحضور ﷺ نے فرمائی ہے۔ اس کا درجہ فرض سے کم اور نفل سے زیادہ ہے۔ جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے ان سے دونوں مطلب لیے جاسکتے ہیں اور ویسے بھی واجب اور سنّت مؤکدہ میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

وتر کی تعداد کیا ہے..... حدیث میں تین وتروں کا ذکر بھی ہے اور ایک کا بھی' اس لیے جو لوگ ایک وتر پڑھتے ہیں' ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ یہ مسئلہ اختلافی ضرور ہے۔ ایک گروہ ایک وتر پڑھتا ہے' اس کے پاس بھی سند ہے اور دوسرا اس کو صحیح نہیں سمجھتا' وہ بھی دلائل رکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں ایک مسلک پر دوسرے کو ترجیح دینے کا حق تو ضرور حاصل ہے لیکن جب تک ایک آدمی آنحضور ﷺ کی سند رکھتا ہے' اس پر اعتراض نہ کیجیے' ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ اعتراض حضور ﷺ پر ہو جائے۔

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے۔ جو وتر نہ پڑھے' وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے جو نہ پڑھے ہم میں سے نہیں۔ وتر حق

ہے جو نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْيُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسِلًا)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے وتر سے سو جائے وہ اس کو صبح پڑھ لے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْنَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهٗ اَوْ اِذَا اسْتَيْقَظَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وتر سے سو رہے یا بھول جائے اس کو پڑھ لے جس وقت یاد آئے یا جس وقت بیدار ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ان احادیث میں جہاں وتر کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے وہیں ان کی ادائیگی میں سہولت عطا فرمائی گئی ہے۔ ان کی ادائیگی ضروری ہے چاہے نماز عشا کے بعد چاہے نماز فجر سے پہلے۔

وتر کی نماز کا وقت

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَرَءَيْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ اَمْ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ كَانَ يُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّيْلِ اَمْ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَآءَةِ اَمْ يَخْفِتُ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ بِهٖ وَرُبَّمَا خَفَتَ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ فِي الْفَضْلِ الْاَخِيْرِ۔)

حضرت غضیف ابن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضور ﷺ اوّل شب ہی میں غسل جنابت فرمایا کرتے تھے، یا آخر شب میں۔ انھوں نے جواب دیا: کبھی اوّل شب میں غسل فرماتے کبھی آخر شب میں۔ میں نے کہا: اللہ اکبر، اللہ کا شکر ہے جس نے اس میں وسعت رکھی۔ پھر میں نے سوال کیا: حضور ﷺ وتر اوّل شب میں پڑھتے تھے۔ یا آخر شب میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کبھی رات کے شروع میں، کبھی آخر میں۔ میں نے کہا: اللہ اکبر، اللہ کا شکر ہے جس نے اس معاملے میں وسعت رکھی۔ میں نے پھر پوچھا کہ جب

آپ ﷺ گھر میں نفل ادا کرتے تو اس میں قرأت زور سے کرتے' یا آہستہ۔ انھوں نے جواب دیا: کبھی زور سے کبھی آہستہ۔ میں نے کہا: اللہ اکبر' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس معاملے میں وسعت رکھی۔ (ابوداؤد)

ایک نادان آدمی اس حدیث کے پہلے ٹکڑے کو پڑھ کر کہ ایک تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا ہے' بے تکلف یہ فیصلہ دے سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ غیر مرد آئیں اور آپ ﷺ کی اہلیہ سے آ کر پوچھیں۔ آپ ﷺ کس وقت غسلِ جنابت فرماتے تھے۔ یہ ایک سطحی انداز فکر ہے۔ انسان کو جس طرح برسرِ عام انجام دیے جانے والے امور میں رہنمائی کی ضرورت ہے' اسی طرح مخفی اور پرائیویٹ معاملات میں بھی اسے رہنمائی مطلوب ہے۔

عام معاملات میں تو پھر بھی کوئی نہ کوئی بات بتانے والا مل جاتا ہے لیکن ان پرائیویٹ امور میں عام طور پر لوگ اناڑی ہوتے ہیں اور دستگیری کے محتاج۔ آج بھی بڑی بڑی قومیں زندگی کے ان پہلوؤں میں تربیت وتہذیب سے عاری ہیں۔ اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے جہاں زندگی کے کھلے کھلے معاملات میں رہنمائی فرمائی ہے وہاں پرائیویٹ لائف میں بھی انسانوں کو غلط طریقوں سے بچایا ہے۔ آپ ﷺ نے یہاں تک سکھایا کہ جنابت کی صورت میں پاکیزگی حاصل کرنے اور عبادت کے قابل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ آپ ﷺ کی اُمت کو یہ طریقے سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اُمت کی مائیں ہیں۔ ان کے اور اُمت کے درمیان حرمت کی دیوار حائل ہے اگر افرادِ اُمت' اُمہات المومنین سے کوئی بات پوچھیں گے تو نہ ان کے دل میں گندگی پیدا ہوگی' نہ پوچھنے والوں کے دلوں میں۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جنھیں جاننے کا ذریعہ اس کے سوا اور کوئی موجود ہی نہ تھا کہ ان کے بارے میں امہات المومنین سے دریافت کیا جائے۔ اسی معاملے کو لے لیجیے۔ یہ تابعی پوچھتے ہیں کہ جنابت کی صورت میں اسی وقت نہانا ضروری ہے یا بعد میں بھی غسل کیا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سوال کا جواب امہات المومنین کے سوا اور کون دے سکتا تھا۔ اور اگر اس سوال کا جواب معلوم نہ ہوتا تو کچھ لوگ یہ سمجھتے رہتے کہ موسم کیسا بھی ہو اس وقت نہانا ضروری ہے نتیجہ یہ نکلتا کہ اس سے مسلمان تکلیف اور تنگی میں مبتلا ہو جاتے کچھ لوگ نہ نہاتے لیکن صبح ان کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا کہ شاید اس وقت نہانے سے وہ گناہ کر رہے ہیں۔ اطمینان کی صورت تبھی پیدا ہوسکتی تھی جب اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا عمل معلوم ہوتا۔ اس لیے پوچھنے والے نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا اور جب اسے معلوم ہوگیا کہ اس سلسلے میں کوئی قید نہیں' پہلے بھی نہایا جاسکتا ہے اور بعد میں بھی' تو وہ مطمئن ہوگئے اور لوگوں کے دلوں میں بھی کوئی خلجان باقی نہ رہا۔

اس روایت کا یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ ابن حارث اپنے ہر سوال کا جواب پانے کے بعد خدا کا شکر ادا کرتے رہے کہ اس نے اس معاملے میں وسعت رکھی ہے۔ اس سے دینی امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نقطۂ نظر معلوم ہوتا ہے، وہ سمجھتے تھے کہ جتنی بندشیں ہوں گی، اتنی ہی دقت ہوگی اور جس قدر تنگی اور پابندی کم ہوگی، اتنی ہی سہولت ہوگی۔ یہ تصور بعد کے زمانے کی پیداوار ہے کہ زیادہ پابندیوں اور بندشوں کو عین تقاضائے دین داری سمجھ لیا گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز وتر اوّل تا آخر شب پڑھی جاسکتی ہے نیز یہ کہ تنہا نماز پڑھتے ہوئے بلند آواز سے بھی قرأت کی جاسکتی ہے۔

وتر کی نماز کی رکعتیں

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ قَالَتْ کَانَ یُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلٰثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلٰثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلٰثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلٰثٍ وَّلَمْ یَکُنْ یُوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا بِاَکْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں سے وتر کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: چار اور تین رکعتوں سے۔ کبھی چھے رکعتیں اور تین وتر، کبھی آٹھ رکعتیں اور تین وتر اور کبھی دس رکعتیں اور تین وتر آپ نے کبھی سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ رکعتیں ادا نہیں کیں۔ (ابوداؤد)

وتر کا لفظ اس زمانے میں اس قدر مشترک تھا کہ یہ تہجد کی پوری نماز کے لیے بھی بے تکلف استعمال ہوتا تھا۔ اسی حدیث کو لے لیجیے۔ ان سے وتر کے بارے میں سوال کیا گیا اور وہ سمجھتی رہیں کہ تہجد کی پوری نماز کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے جواب دیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی چار، چھے، آٹھ یا دس رکعتوں کے ساتھ تین رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں کم سے کم سات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں ادا فرمائی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم تین رکعت وتر ادا کیے ہیں۔ لہٰذا تین ہی وتر ادا کرنے بہتر ہیں۔

قنوت کا بیان

قنوت کے بارے میں احادیث سے پہلے اس معاملے کو سمجھ لیجیے کہ قنوت دو طرح کی ہے اور دونوں کے بارے میں احکام مختلف ہیں۔ ایک وہ دُعائے قنوت ہے جو وتر نماز میں پڑھی جاتی ہے، اس بارے میں آئمہ

حضرات کا اتفاق ہے کہ یہ وتر میں پڑھی جاتی ہے البتہ کچھ اختلاف اس بارے میں ہوئے ہیں کہ آیا یہ ہمیشہ پڑھی جائے گی' یا محض رمضان المبارک میں پڑھی جائے گی۔ کثیر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ہمیشہ پڑھی جائے گی نیز یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ رات کے وقت وتر نماز میں یہ دُعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس بارے میں بھی اختلاف رہا ہے کہ قنوت صبح کے وقت پڑھی جائے' یا رات کے وقت۔

دوسری قنوتِ نازلہ کہلاتی ہے جو مسلمانوں پر مصیبت' آفت اور تنگی کے عالم میں اللہ سے مدد مانگنے کے لیے پڑھی جاتی ہے' یہ پانچوں نمازوں میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اس باب میں جو احادیث مذکور ہیں ان میں قنوتِ نازلہ کا تذکرہ ہے۔

قنوت کے ساتھ بددعا کا بیان

وَعَنْ عَاصِمِ نِ الْاَحْوَلِ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الصَّلٰوۃِ کَانَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْ بَعْدَہٗ قَالَ قَبْلَہٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَھْرًا اِنَّہٗ کَانَ بَعَثَ اُنَاسًا یُّقَالُ لَھُمُ الْقُرَّآءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِیْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَھْرًا یَدْعُوْا عَلَیْھِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

''عاصمُ الاحول روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے نماز میں قنوت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ رکوع سے پہلے پڑھتے تھے یا بعد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ لیکن ایک مہینے تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قاریوں کو بھیجا جنھیں شہید کر دیا گیا تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک بددعا کرتے ہوئے قنوت پڑھی۔ (متفق علیہ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَھْرًا مُتَتَابِعًا فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلٰوۃِ الصُّبْحِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ یَدْعُوْا عَلٰی اَحْیَآءٍ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَکْوَانَ وَّعُصَیَّۃَ وَیُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَہٗ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک مسلسل ظہر' عصر' مغرب' عشا اور فجر کی نمازوں میں قنوت پڑھی جب آخری رکعت میں رکوع سے اُٹھ کر **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتے تو بنو سلیم کے قبائل رعل' ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے اور مقتدی آمین کہتے۔

(ابوداؤد)

دونوں احادیث کا پس منظر یہ ہے کہ بنی سلیم کے لوگوں نے اپنے قبیلوں میں اسلام کی تعلیم کے لیے کچھ افراد مانگے۔ آنحضور ﷺ نے ستر افراد جو اصحابِ صفہ میں سے تھے ان کے ساتھ بھیج دیے۔ بنی سلیم کے لوگوں نے غداری کی اور مخالف قبیلوں کی مدد سے ان قراء کو قتل کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان قبیلوں کے نام گنوائے ہیں جن کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے ایک مہینے تک بددعا کی۔

ان احادیث سے پانچوں وقت کی نماز میں رکوع کے بعد با آواز بلند بددعا کرنے کا ذکر ہے اور مقتدی آمین کہتے رہے ہیں۔ پہلی حدیث میں اس ایک خاص واقعے کے حوالے سے ایک مہینے تک قنوت بعد رکوع کا ذکر ہے جبکہ قنوت قبل رکوع سے مراد وہ عام قنوت ہے جو رات کی نماز میں وتر میں عام طور پر پڑھی جاتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوْا عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوْا لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ ابْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هَشَّامٍ وَّعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ. یَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا لِّاَحْیَآءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَلْاٰیَةَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی یہ پاتے کہ کسی کے حق میں بددعا کریں، یا دُعا کریں تو قنوت کے ساتھ دُعا کرتے۔ رکوع کے بعد چنانچہ بسا اوقات آپ **سمع اللہ لمن حمدہ** کے بعد فرماتے: اے اللہ! تو ولید بن ولید، مسلمہ بن ہشام اور عباس بن ابی ربیعہ کو بچا لے اور اے اللہ! تو قبیلہ مضر کو مسل ڈال اور ان کے لیے ایسے ہی سخت قحط نازل فرما جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت تھا اور یہ الفاظ بلند آواز میں کہتے نیز اپنی بعض نمازوں میں فرماتے کہ اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت کر۔ اس سے بعض قبائل مراد لیتے تھے لیکن یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ یہ آیت نازل نہ ہوئی "**لیس لك من الامر شیء**"۔

(متفق علیہ)

یہ حدیث بھی اس عام دُعائے قنوت کے بارے میں نہیں جو ہم وتر میں ہمیشہ قبل رکوع پڑھتے ہیں اور جس کا ہمیشہ اور قبل رکوع پڑھنا معتبر روایات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے تعامل سے ثابت ہے۔ یہاں قنوتِ نازلہ کا ذکر ہے جو رکوع کے بعد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آنحضور ﷺ رکوع سے اُٹھتے **سمع اللہ لمن حمدہ** اور **ربنا لك الحمد** کہہ چکتے تو دُعا کرتے کہ اے اللہ! تو ولید بن ولید، مسلمہ بن ہاشم

اور عباس بن ربیعہ کو بچالے۔

یہ تینوں حضرات مسلمان تھے اور کافروں کے حصار میں تھے اور سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے نماز میں **سمع اللہ لمن حمدہ** اور **ربنا لك الحمد** کہنے کے بعد کافروں سے ان حضرات کی نجات کی دُعا فرمائی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے حضور ایسے مواقع پر اپنی نمازوں میں بعض دشمن قبائل پر لعنت فرماتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

قنوتِ نازلہ کا عمل مخصوص ہے

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَھْرًا ثُمَّ تَرَکَہٗ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مہینے تک قنوت پڑھی اور پھر اس کو چھوڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں بھی عام دُعائے قنوت کا ذکر نہیں کہ اسے چھوڑ دیا بلکہ دُعائے قنوتِ نازلہ کا بیان ہے جو ایک مہینے تک پڑھی گئی۔ اس سے پہلے بھی ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صراحت سے روایت کیا کہ ایک مہینے تک قنوتِ نازلہ ان قبائل کے لیے بددعا کے ساتھ پڑھی گئی جنھوں نے ستر قاری شہید کر دیے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ھٰھُنَا بِالْکُوْفَۃِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔)

''ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے' حضرت ابوبکر' عمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم کے پیچھے نماز پڑھی اور کوفہ میں حضرت علی کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے کیا وہ لوگ قنوت کیا کرتے تھے۔ میرے والد نے جواب دیا: بیٹا! یہ بدعت ہے۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

یہاں بھی مراد قنوتِ نازلہ سے ہے جس کا مسلسل پڑھنا بدعت کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں اختصار ہے۔ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعا دراصل یہ ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا اس طور بدعت ہے نماز وتر میں

جو قنوت پڑھی جاتی ہے، وہ عام قنوت ہے۔ اس کا ہمیشہ پڑھنا بدعت نہیں۔ یہ بات دیگر احادیث کی روشنی میں صاف ہو جاتی ہے۔

قنوت قبل رکوع

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابَ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّیْ لَهُمْ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَّلَا یَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ فَاِذَا کَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ یَتَخَلَّفُ فَصَلّٰی فِیْ بَیْتِهٖ فَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَیٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَبْلَ الرَّکُوْعِ وَبَعْدَهٗ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے، لوگوں کو ابی بن کعب پر جمع کر دیا۔ ابی بن کعب نے ان کو بیس راتیں نماز پڑھائی؟ اور قنوت نہ کرتے مگر رمضان کے آخری نصف میں۔ پھر جب آخری دس دن باقی رہ جاتے ابی بن کعب پیچھے رہ جاتے اور تراویح اپنے گھر پر پڑھتے۔ لوگ کہتے ابی بھاگ گئے۔ روایت کیا اس کو مالک نے اور انس بن مالک سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک اور روایت میں ہے کہ رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھی اور بعد میں بھی۔ (ابن ماجہ)

یہ روایت حسن بصری سے ہے اور دیگر متعدد روایات جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے معتبر صحابیوں سے مروی ہیں، وہ سب یہ بتاتی ہیں کہ دُعائے قنوت ہمیشہ نبی اکرم ﷺ نماز وتر میں پڑھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ قنوت لوگوں کو خود سکھائی اور متعدد صحابہ اور تابعی اس کے پابند تھے۔

مسلمہ، مصدقہ اور کثیر روایات اس روایت کے مقابلے میں موجود ہیں جن کے مقابل یہ روایت قوی نہیں کہلا سکتی۔ اس میں صرف رمضان اور وہ بھی نصف رمضان میں قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے۔

ایک دوسری روایت بھی ہے کہ جب انس بن مالک سے دُعائے قنوت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے رکوع سے پہلے بھی اور رکوع کے بعد بھی قنوت کی ہے۔ اس روایت کی نسبت وہ روایت جو انس بن مالک ہی کے حوالے سے ہے زیادہ قوی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک مہینا رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔

اس ساری گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ قنوتِ نازلہ جو مصائب میں پڑھی جاتی ہے اسے آنحضور ﷺ نے صرف ایک مہینا پڑھا اور دوسری عام قنوت آنحضرت ﷺ نے رکوع سے پہلے پڑھی ہے اور اس پر عمل بھی تھا۔

اکیسویں فصل

نمازِ تہجد

تہجد فرض نہیں، بلکہ نفل ہے یہ امر متفق علیہ ہے۔ نماز تہجد کے ابتدائی حکم میں صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو خطاب کیا گیا اور آپ ﷺ ہی کو قیامِ لیل کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن مسلمانوں میں اس وقت حضور ﷺ کی اتباع اور نیکیاں کمانے کا جو غیر معمولی جذبہ پایا جاتا تھا اس کی بنا پر اکثر صحابہ کرام بھی اس نماز کا اہتمام کرتے تھے۔

اس نماز میں رکعتوں کی تعداد آنحضور ﷺ کے معمول ہی سے معلوم ہوتی ہے البتہ قرآن مجید میں اس نماز کو آسان بنانے کے لیے قرآن کی قرأت کو سہولت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

حدیث میں بھی اس نماز کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ ایک شخص کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا: ''نہیں' الاّ یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو۔ (بخاری و مسلم)

نمازِ تہجد

نماز تہجد کی رکعتیں

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے' ان میں وتر بھی ہوتے اور فجر کی دو سنتیں بھی۔ (مسلم)

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

مسروق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا: کبھی سات' کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں فجر کی سنتوں کے علاوہ۔ (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تہجد میں آٹھ' چھے یا چار رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں البتہ چار رکعات سے کم نہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيْ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنی نماز کو دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ شروع کرتے۔ (مسلم)

یعنی تہجد کی نماز دو دو رکعت سے پڑھتے۔

تہجد میں بلند و پست قرأت

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَآءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَّيَخْفِضُ طَوْرًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کو کبھی بلند آواز میں قرأت کرتے اور

کبھی پست آواز سے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں دونوں طرح سے قرأت کی جانے کی سہولت کا ذکر ہے۔ بلند آواز میں قرأت کرتے ہوئے البتہ دوسرے نمازیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کی نماز میں خلل واقع نہ ہو یعنی تنہائی میں اس نماز کے دوران بآواز بلند قرأت کی جاسکتی ہے۔

تہجد اور قبولیتِ دُعا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ. مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ. مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا ربّ تبارک وتعالیٰ ہر رات دنیا کے آسمان کی طرف اترتا ہے جس وقت ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے۔ فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ کو پکارے اور میں اس کی دُعا قبول کروں، جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَةً لَّا یُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ یَّسْئَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَیْلَةٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رات میں ایک گھڑی ہے اس میں جب مسلمان اپنے ربّ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے اور ہر شب ایسا ہوتا ہے۔ (مسلم)

اللہ کو تنگی مطلوب نہیں

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَاتُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عملوں میں سے اس قدر اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تنگ نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم تنگ ہو۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ

اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز اپنی خوشی تک پڑھو اور جس وقت سست ہو جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔ (متفق علیہ)

ان احادیث سے واضح ہے کہ جہاں نماز تہجد اللہ کو پسند ہے اور تہجد گزار کی دُعا قبول کی جاتی ہے وہیں بندے کی تنگی اور تکلیف اللہ کو مطلوب نہیں' اللہ کو اپنے بندوں کی تکلیف گوارا نہیں ہے۔ ان احادیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کو اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے۔

کھڑے ہو کر نماز پڑھنا

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَآئِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَآئِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَآئِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے تو افضل ہے۔ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوگا اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ فرض نماز تو کسی بھی صورت میں چھوڑنا غلط ہے اور اگر بیماری اور کمزوری آڑے آئے تو بھی فرض نماز ادا کی جائے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل بیٹھ کر یا زیادہ کمزوری کی صورت میں لیٹ کر پڑھے جا سکتے ہیں اور مزید یہ کہ نماز کھڑے ہو کر باقاعدہ قیام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔

بائیسویں فصل

قیامِ رمضان-تراویح

نافرمانوں کے لیے نماز کی پابندی ایک ایسی مصیبت ہے جسے وہ کبھی گوارا کر ہی نہیں سکتا، مگر جو برضا ورغبت خدا کے آگے سر اطاعت خم کر چکا ہو اور جسے یہ خیال ہو کہ کبھی مر کر اپنے خدا کے سامنے جانا بھی ہے اس کے لیے نماز ادا کرنا نہیں، بلکہ نماز کا چھوڑنا مشکل ہے۔

قیامِ رمضان-تراویح

تراویح-آنحضور ﷺ کا عمل

عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَيْلَةً وَّظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَازَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں بوریے کا ایک حجرہ بنایا۔ کئی راتوں تک اس میں نماز پڑھی یہاں تک کہ بہت سے لوگ آپ کے پیچھے جمع ہو گئے پھر ایک رات لوگوں نے حضور ﷺ کی آواز نہ سنی۔ انھوں نے گمان کیا کہ حضور سو گئے ہیں۔ بعض نے کھنکارنا شروع کیا تا کہ آپ ﷺ حجرے سے نکل کر ان کی طرف تشریف لائیں۔ آنحضور ﷺ نے باہر آ کر فرمایا: مجھے تمھاری کیفیت معلوم ہے۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے اور اگر یہ چیز تم پر فرض ہو جاتی تو تم اس کو ادا نہ کر پاتے۔ اے لوگو! اس کو اپنے گھروں میں پڑھو آدمی کی بہترین نماز اس کے گھر کی ہے ماسوائے فرض نمازوں کے۔'' (متفق علیہ)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِّبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھے تو اپنی نماز میں سے کچھ حصہ گھر کے لیے بھی رکھ لے۔ اس نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس گھر میں بھلائی کر دے گا۔ (مسلم)

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ

السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَآءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے' آپ ﷺ نے تراویح میں ہمارے ساتھ قیام نہ کیا' یہاں تک کہ صرف سات دن رہ گئے۔ ۲۴ رمضان کی رات کو حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام کیا' یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھے راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے پھر ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب پانچ راتیں رہ گئیں تو حضور ﷺ نے پھر قیام فرمایا یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش آپ اس سے زیادہ قیام فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی جس وقت امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے لیے ساری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے پھر ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب تین راتیں باقی رہ گئیں آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور اپنی عورتوں کو اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر ہمیں فلاح کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہوا (یعنی سحری کھانے سے رہ جانے کا خوف ہوا) پھر بقیہ راتوں میں قیام نہیں کیا۔

(ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

اس سے پہلے ایک روایت زید بن ثابت کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے ابتدائی ایام میں حضور اکرم ﷺ نے تراویح پڑھی۔ اس طویل روایت میں حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمضان کے پہلے تیئس دن ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں دو مختلف رمضان کا ذکر کرتی ہیں۔ حضرت ابوذر جس رمضان کا ذکر کر رہے ہیں' وہ بعد کا واقعہ ہے۔ اس روایت میں حضرت ابوذر نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ کاش آپ زیادہ قیام فرماتے۔ جس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس وقت تک ساتھ رہتا ہے جب امام سلام پھیرے تو اس شخص کے لیے رات بھر کا قیام لکھا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت اپنے بندوں پر ایسی ہے کہ رات کی نماز

جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں یعنی فرض ادا کرتے ہیں تو اس کا اجر رات بھر کے قیام کے برابر لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اپنے کرم سے جتنا چاہے عطا فرما دے۔ اس کا اصول ہے کہ سزا دیتا ہے تو صرف جرم کے مطابق اور انعام دیتا ہے تو اپنی رحمت کے مطابق یعنی آدمی کی خدمت سے کئی گنا زیادہ' اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدھی رات تک ہم نے تمھیں نماز پڑھائی' یہی کافی ہے' اجر تو اللہ ساری رات کے قیام کا دے گا۔

پھر ابوذر غفاری یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آنحضور ﷺ نے اپنے گھر والوں' بیویوں' بچوں اور دوسرے لوگوں کو جمع کیا اور تراویح کی نماز پڑھائی یہاں تک کہ انھیں اندیشہ ہوا کہ ہم فلاح سے رہ جائیں گے۔ پوچھا گیا کہ فلاح کیا ہے تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس سے مراد سحری کا کھانا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ راوی جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ فلاح کیا ہے کوئی دوسرا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ قیام اتنا طویل ہوا کہ خدشہ ہو گیا کہ آج سحری کا کھانا مشکل ہی سے کھایا جائے گا۔

اس روایت سے یہ ثبوت بھی ملا کہ یہ پہلے رمضان کی طرح نہیں کہ جس میں آنحضور ﷺ نے تراویح کا انتظام کیا تھا تو لوگ آپ کی آواز سن کر جمع ہو گئے تھے اور اوائلِ رمضان میں تراویح پڑھی تھی بلکہ اس بعد کے رمضان میں آپ ﷺ نے اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور گھر کے بال بچوں کو بھی جمع کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے اس بات کا ثبوت بھی مل گیا کہ حضرت عمر نے تراویح کا جو انتظام کیا تھا' وہ خلاف سنّت نہ تھا۔ حضور اکرم نے نہ صرف خود نماز پڑھی بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ دیگر لوگوں کو جمع بھی کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے باقی دن جو تراویح نہیں پڑھائی تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تراویح فرض نہیں' بلکہ سنّت ہے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع بھی کیا ہے اور نہیں بھی کیا۔ لوگوں کو از خود جمع ہو جانے سے روکا بھی نہیں' تراویح پڑھائی بھی ہے' اور نہیں بھی۔ اس طرح آنحضور ﷺ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ فرض' واجب' سنّت اور نفل کیا ہیں۔ تراویح نفل ہے جس پر آنحضور ﷺ نے خود عمل کیا ہے' مگر اس کو لازم نہیں کیا۔

خلیفۂ اوّل کا عمل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِىْ خِلَافَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کے لیے رغبت دلاتے تھے لیکن تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص صحیح اعتقاد کے ساتھ ثواب کی خاطر قیام رمضان کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں بھی یہی معمول تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خلیفۂ دوم نے اپنے دوسرے نصف دورِ خلافت میں نماز تراویح کو مساجد میں جماعت ادائیگی کی شکل میں اختیار فرمایا۔ جو آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ لوگوں کے جمع ہونے کو ناپسند نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے موقع پر لوگوں کو قیام کے لیے جمع بھی کیا تو ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو انتظام قیامِ رمضان کے سلسلے میں کیا وہ خلاف سنّت نہیں ہے۔

خلیفۂ دوم کا عمل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّى الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّى الرَّجُلُ فَيُصَلِّىْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّىْ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَآءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَّكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِىْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِىْ تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ الْاٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری روایت کرتے ہیں کہ ایک شب حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ ایک امام کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس وقت حضرت عمر نے فرمایا: اگر میں انھیں ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر فیصلہ کر کے ابی بن کعب کو امام مقرر کر دیا۔ جب دوسری شب مسجد کی طرف آئے تو دیکھا اب لوگ ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر

حضرت عمر نے فرمایا: یہ کیا اچھی بدعت ہے۔ اور جس نماز سے تم غفلت برتتے تھے یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم قیام لیل کرو۔ خود حضرت عمر آخر شب کے قیام کو ترجیح دیتے تھے اور لوگ اوّل شب کو قیام کرتے تھے۔

تراویح کی تعداد

وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ اُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمًا نِ الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنِ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصَا مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ فَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت سائب بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت جماعت سے پڑھائیں اور امام ان سورتوں کی تلاوت کرتے تھے جن میں تقریباً سو آیات ہوتیں۔ طویل قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں کے سہارے کھڑے ہوتے تھے اور مسجد سے ہماری واپسی فجر کے قریب ہوتی۔ (مالک)

وَعَنِ الْاَعْرَجِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا اَدْرَكْنَا النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِيْ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خَفَّفَ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت اعرج روایت کرتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رمضان کے مہینے میں کفار پر لعنت کرتے تھے۔ اور امام سورۂ بقرہ آٹھ رکعت میں پڑھتے اور اگر وہ اس سورہ کو بارہ رکعت میں ختم کرتے تو ہم سمجھتے کہ انھوں نے نماز میں تخفیف کی ہے۔ (مالک)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اُبَيًّا يَقُوْلُ كُنَّا نَنْصَرِفُ فِيْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِيَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السَّحُوْرِ وَفِيْ اُخْرٰى مَخَافَةَ الْفَجْرِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے سنا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رمضان میں قیام لیل سے فارغ ہوتے تو خادموں سے کہتے کہ کھانا لانے میں جلدی کرو تاکہ سحری چھوٹ نہ جائے اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ فجر (صبح

صادق) طلوع نہ کر آئے۔(مالک)

نماز تراویح کے بارے میں اکثر احادیث میں قیام لیل کا استعمال ہوا ہے جو بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ قیام کرنے والا حسبِ توفیق قیام کرے۔ تعداد رکعات کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پھر مندرجہ بالا تینوں احادیث میں بھی مختلف تعداد کا بیان اس معاملے میں کسی پابندی کو ظاہر نہیں کرتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کی آسانی اور رمضان المبارک میں قرآن کا دورانِ نماز پڑھنا' اس بات کا متقاضی تھا کہ تعداد رکعات میں مناسب اضافہ کر لیا جائے تا کہ طویل قیام کے لیے لاٹھیوں کا سہارا نہ لینا پڑے۔

لہٰذا تراویح کے سلسلے میں جس قدر بھی اختلافی آرا سامنے آتی ہیں' ان کی بنیاد پر کسی نص یا حکمِ رسالت کی نفی نہیں ہوتی۔

تیئسویں فصل

نوافل کا بیان

اثر السجود سے مراد پیشانی کا وہ گٹہ نہیں ہے جو سجدے کرنے کی وجہ سے بعض نمازیوں کے چہرے پر پڑ جاتا ہے' بلکہ اس سے مراد خدا ترسی' کریم النفسی' شرافت اور حسنِ اخلاق کے وہ آثار ہیں جو خدا کے آگے جھکنے کی وجہ سے فطرتاً آدمی کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ انسان کا چہرہ ایک کھلی کتاب ہوتا ہے جس کے صفحات پر آدمی کے نفس کی کیفیات با آسانی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ایک متکبر انسان کا چہرہ ایک متواضع اور منکسر المزاج آدمی کے چہرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک بداخلاق آدمی کا چہرہ ایک نیک نفس اور خوش خلق آدمی کے چہرے سے الگ پہچانا جاتا ہے۔ ایک لفنگے اور بدکار آدمی کی صورت اور ایک شریف اور پاک باز آدمی کی صورت میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے یہ ساتھی تو ایسے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی آدمی بیک نظر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ خیر الخلائق ہیں کیونکہ خدا پرستی کا نور ان کے چہروں پر چمک رہا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق امام مالک بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی فوجیں شام کی سرزمین میں داخل ہوئیں تو شام کے عیسائی کہتے تھے کہ مسیح کے حواریوں کی جو شان ہم سنتے تھے یہ تو اسی شان کے لوگ دکھائی دیتے ہیں۔

نوافل کا بیان

نماز چاشت

وَعَنْ مُّعَاذَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ کَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی صَلٰوةَ الضُّحٰی قَالَتْ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ وَّیَزِیْدُ مَاشَآءَ اللّٰهُ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاذہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے تو انھوں نے بتایا: چار اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے۔(مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ وَّیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دن کے شروع ہوتے ہی تم میں سے ہر ایک کی ہڈیوں پر صدقہ لازم ہوتا ہے لہٰذا ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے۔ بھلائی کی ترغیب اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی برابری اور کفایت چاشت کی دو رکعتیں کر لیتی ہیں۔(مسلم)

نماز اوابین

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِیْ غَیْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ میں نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس وقت کے علاوہ بھی نماز کا پڑھنا افضل ہے تحقیق نبی کریم ﷺ نے فرمایا

نماز اوابین کا وقت وہ ہے جب اونٹنی کے بچے کے پاؤں گرم ہوں۔ (مسلم)

نماز اشراق

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ اَنَسٍ نِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَلَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِالْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن انس جُہنی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد جو شخص مصلّے پر بیٹھا رہے' اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر مصلّے سے اُٹھے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان سوائے اچھی باتوں کے اور کچھ نہ کہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں' اگرچہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس نماز سے مراد نماز اشراق ہے۔ (ابوداؤد)

تحیۃ الوضو

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَاعَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةٍ مِنَ لَّيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَاكُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے نماز کے وقت جناب بلال سے دریافت کیا: اے بلال! اسلام کے بعد مجھے اپنا وہ عمل بتاؤ جس کے بارے میں تم پر اُمید ہو کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ بلال نے کہا: بظاہر تو کوئی عمل ایسا نہیں جس کے بارے میں خاص اُمید رکھوں لیکن ایک بات ایسی ہے کہ میں شب و روز میں جب بھی وضو کرتا ہوں' اس کے بعد دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) حسبِ توفیق پڑھ لیتا ہوں۔

گناہ کے بعد مغفرت کے لیے

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ صَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَۃَ لَمْ یَذْکُرِ الْاٰیَۃَ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب صدیق نے اپنی صداقت کے ساتھ مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ نہیں ہے کوئی آدمی جو گناہ کرنے کے بعد وضو کر کے نماز پڑھے پھر اللہ سے' مغفرت کا طالب ہو تو اللہ اس کو بخش دیتا ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) اور وہ لوگ جو برائی اور نفوس پر ظلم کے بعد اللہ کا ذکر کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔ (ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا لیکن ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں کیا)

دشواری کے وقت

وَعَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ صَلّٰی۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشواری پیش آ جاتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد)

فرائض کی کمی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِہٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالَی انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ الزَّکٰوۃُ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰی حَسْبِ ذٰلِکَ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ رَّجُلٍ۔)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں نماز کا حساب سب سے پہلے لیا جائے گا۔ اگر نمازیں درست ہوئیں تو بندہ کامیاب ہو کر نجات حاصل کر لے گا اور اگر نمازیں درست نہ ہوئیں

تو ناکام اور نقصان میں رہے گا۔ اگر فرائض میں کمی ہوئی تو ربّ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس نوافل ہیں' ان سے فرض کا نقصان پورا کرو۔ اس طرح اس کے اعمال کا دوہرا حساب ہوگا۔ ایک اور روایت کے مطابق نماز کے بعد زکوٰۃ اور دوسرے اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔

(ابوداؤد نے اس کو روایت کیا اور امام احمد نے اس حدیث کو غیر معروف شخص سے روایت کیا ہے)

چوبیسویں فصل

دورانِ سفر نماز کے احکام

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیٔ وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔

دوران سفر نماز کے احکام

سفر میں دو رکعتیں مکمل نماز ہیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ وَّالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ۔(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعتیں لازم فرمائیں اور یہ دونوں مکمل نماز ہیں۔ ناقص نہیں اور وتر دوران سفر سنّت ہیں۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینے سے مکہ روانہ ہوئے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں دو دو رکعتیں پڑھاتے تھے یہاں تک کہ مدینہ واپس آئے۔ حضرت انس سے سوال کیا گیا کہ آپ مکہ میں کتنا ٹھہرے۔ انھوں نے جواب دیا: دس دن۔ (متفق علیہ)

اللہ کا احسان

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ۔ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب عمر سے دریافت کیا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تمھیں دشمنوں کا خوف ہو تو نماز قصر کرلو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اب تو امن کا دور ہے۔ اس پر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بات پر مجھے بھی اس طرح تعجب ہوا تھا جس طرح تم متعجب ہو لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ

احسان ہے جس کو اللہ نے تم پر فرمایا ہے لہٰذا اس احسان کو مانو۔ (مسلم)

شیخین کا عمل

وَعَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقِ مَکَّۃَ فَصَلّٰی لَنَا الظُّھْرَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَآءَ رَحْلَہٗ وَجَلَسَ فَرَاٰی نَاسًا قِیَامًا فَقَالَ مَا یَصْنَعُ ھٰؤُلَآءِ قُلْتُ یُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْکُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ صَلٰوتِیْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ لَا یَزِیْدُ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَ عُثْمَانَ کَذٰلِکَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مکے کے سفر میں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو راستے میں آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے خیمے میں آئے تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا کہ یہ لوگ اب کیا پڑھ رہے ہیں تو بتایا گیا نوافل ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر مجھے نفل پڑھنے ہوتے تو میں بھی نماز مکمل کر لیتا، لیکن مجھے سرکار دو عالم کی مصاحبت نصیب ہوئی ہے۔ سرکار سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان کا بھی یہی معمول رہا۔ (متفق علیہ)

نمازوں کا جمع کرنا

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا کَانَ عَلٰی ظَھْرِ سَیْرٍ وَّیَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو مجتمع فرماتے تھے۔ (بخاری)

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّھْرَ حَتّٰی یَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِی الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذٰلِکَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰی یَنْزِلَ لِلْعِشَآءِ ثُمَّ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ تبوک کے موقع پر معمول تھا کہ اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر وعصر کی نمازوں کو جمع فرما لیتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کو مؤخر کر لیتے یہاں تک کہ عصر کے لیے سفر کو روکتے۔ اسی طرح مغرب کے لیے کرتے۔ اگر سورج سفر سے پہلے غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشا کو جمع کر لیتے لیکن اگر غروب آفتاب سے پہلے سفر شروع کرتے تو مغرب کو مؤخر کرتے جب عشا کے لیے سفر منقطع کرتے تو مغرب اور عشا کو جمع کر لیتے تھے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

دورانِ سفر نمازوں کی رکعتیں

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَهٗ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَّالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَآءٌ ثَلٰثَ رَكْعَاتٍ وَّلَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ وَّهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی دو رکعتیں پڑھی ہیں اس کے بعد عصر کی بھی دو رکعتیں ایک اور روایت کے مطابق میں نے سفر و حضر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو سنتیں پڑھیں لیکن عصر کے دو فرضوں کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کے سفر و حضر میں تین ہی رکعتیں پڑھیں۔ فرض کے بعد دو سنتیں ادا کیں۔ مغرب کے فرضوں میں سفر و حضر میں کچھ کم نہیں کیا کیوں کہ وہ دن کے وتر ہیں۔ (ترمذی)

قصر کی نماز کے لیے مسافت

وَعَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلَغَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ فِيْ مِثْلِ مَا يَكُوْنُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّآئِفِ وَفِيْ مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِيْ مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَجُدَّةَ۔ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ (رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھیں یہ اطلاع ملی ہے کہ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما مکہ اور طائف مکہ وغسفان، مکہ وجدہ کی مسافتوں کے مانند مسافت میں قصر کرتے تھے اور یہ مسافت سولہ فرسخ کی مانند ہے۔

(ایک فرسخ تقریباً اڑھائی میل کے برابر ہوتا ہے)

پچیسویں فصل

نمازِ جمعہ

جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب اسے ''یوم عروبہ'' کہا کرتے تھے۔ اسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا۔ اگر چہ مؤرخین کہتے ہیں کہ کعب بن نوی' یا قصی بن کلاب نے بھی اس دن کے لیے یہ نام استعمال کیا تھا' کیونکہ اس روز وہ قریش کے لوگوں کا اجتماع کیا کرتا تھا۔ (فتح الباری) لیکن اس کے اس فعل سے قدیم نام تبدیل نہیں ہوا' بلکہ عام اہلِ عرب اسے عروبہ ہی کہتے تھے۔ نام کی حقیقی تبدیلی اس وقت ہوئی جب اسلام میں اس کا یہ نیا نام رکھا گیا۔

اسلام سے پہلے ہفتے کا ایک دن عبادت کے لیے مخصوص کرنے اور اس کو شعارِ ملت قرار دینے کا طریقہ اہلِ کتاب میں موجود تھا۔ یہودیوں کے ہاں اس غرض کے لیے سبت (ہفتہ) کا دن مقرر کیا گیا تھا کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے ممیّز کرنے کے لیے اپنا شعار ملت اتوار کا دن قرار دیا۔ اگر چہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ نے دیا تھا نہ انجیل میں کہیں اس کا ذکر آیا ہے۔ لیکن عیسائیوں کے ہاں یہ عقیدہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ اسی روز قبر سے نکل کر آسمان کی طرف گئے تھے۔ اسی بنا پر بعد کے عیسائیوں نے اسے اپنی عبادت کا دن قرار دے لیا۔ اور پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے ایک حکم کے ذریعے سے اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔ اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممیّز کرنے کے لیے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لیے اختیار کیا۔

سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۹ نمازِ جمعہ کی اہمیت اور اس کے وجوب کی شدّت بیان کرتی ہے اور اہلِ ایمان سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس نماز کے وقت تمام دنیوی مصروفیات کو ترک کر کے زیادہ اہتمام کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت کی جائے۔

نماز جمعہ

جمعہ: سیّدالایام

عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ فِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْهِ تَوَفَّی اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لَّا یَسْاَلُ الْعَبْدُ فِیْهَا شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَالَمْ یَسْئَلْ حَرَامًا وَّفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَّلَكٍ مُّقَرَّبٍ وَّلَا سَمَآءٍ وَلَا اَرْضٍ وَلَا رِیَاحٍ وَّلَا جِبَالٍ وَّلَا بَحْرٍ اِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جمعہ کا دن ''سیّدالایام'' ہے' اللہ کے نزدیک عظمت والا دن جو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے افضل ہے۔ اس میں پانچ خاصیتیں ہیں: اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ نے تخلیق کیا' اسی دن اللہ نے آدم کو زمین پر اُتارا' اسی دن اللہ نے آدم علیہ السلام کو وفات دی' اسی دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں جو کوئی اللہ سے سوال کرتا ہے اللہ اس کو عطا کرتا ہے جب تک کہ وہ حرام کی طلب نہ کرے۔ اسی دن قیامت ہوگی اور آسمان وزمین میں کوئی مقرب فرشتہ' بحر و بر اور ہوائیں ایسی نہیں کہ جو جمعہ کے دن سے ڈرتے نہ ہوں۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَیِّ شَیْءٍ سُمِّیَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِیْهَا طُبِعَتْ طِیْنَةُ اَبِیْكَ اٰدَمَ وَفِیْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِیْهَا الْبَطْشَةُ وَفِیْ اٰخِرِ ثَلٰثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَّنْ دَعَا اللّٰهَ فِیْهَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن تمھارے باپ حضرت آدم'' کی مٹی خمیر کی گئی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا' اسی دن دوبارہ اُٹھایا جائے گا' اسی دن سخت پکڑ ہوگی اور اس دن کی آخری تین ساعتوں میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں کوئی دُعا اللہ سے کی جائے تو وہ مستجاب ہوتی ہے۔ (احمد)

جمعہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَ اُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ وَالنَّاسُ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ نِ الْیَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم خلقت کے اعتبار سے دنیا میں بعد میں ہیں لیکن قیامت کے دن اُٹھنے والوں میں پہلے ہوں گے۔ سوائے اس کے کہ دوسروں کو کتاب پہلے دی گئی اور ہمیں کتاب (قرآن) بعد میں ملی۔ یہ دن جوان پر فرض کیا گیا (جمعہ) تو انھوں (کافروں) نے اس میں اختلاف کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور یہ لوگ ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل (سنیچر) کو اختیار کیا جبکہ نصاریٰ نے کل کے بعد کا دن (اتوار)'' (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ یَّشْهَدُهُ الْمَلَائِکَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو۔ کیوں کہ یہ دن ''مشہود'' ہے' اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر وہ مجھے پیش کیا جاتا ہے' یہاں تک وہ اس سے فارغ ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟ تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے زمین پر انبیا کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعْقَةُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بِلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

حضرت اوس بن اوس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے افضل ترین دنوں میں جمعہ کا دن ہے۔اس دن حضرت آدم پیدا کیے گئے۔اسی دن واصل بحق ہوئے۔اسی میں صور پھونکا جائے گا اور وہی ہلاکت کا دن ہوگا۔اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ تمھارا درود میرے پاس پیش کیا جاتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ ﷺ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کی ہڈیاں گل چکی ہوں گی؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے زمین پر انبیا کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔'' (ابوداؤد،ابن ماجہ،دارمی)

وجوبِ جمعہ

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مَسَافِرٌ اَو اِمْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن کی نماز فرض ہے ماسوائے مریض کے، مسافر، عورت، بچے اور غلام کے۔ جو شخص کھیل کود یا تجارت کی وجہ سے جمعہ سے بے پرواہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں ''بے نیاز'' تعریف کیا گیا۔ (دار قطنی)

وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز جمعہ، جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے سوائے چار افراد کے: غلام، عورت، بچے اور

مریض کے۔(ابوداؤد)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بغیر عذر کے جمعہ کو چھوڑ دیا' اس کو چاہیے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے اور اگر ممکن نہ ہو تو نصف دینار۔ (احمد۔ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

تارک نماز جمعہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ منبر کی سیڑھیوں پر فرما رہے تھے: یا تو قومیں جمعہ کے ترک سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (مسلم)

عَنْ اَبِی الْجَعْدِ الضُّمَيْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ وَّ اَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ۔

حضرت ابو جعد الضمیری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تین جمعہ سستی کے ساتھ ترک کر دیے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (ابوداؤد۔ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحْرِقَ عَلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو جمعہ کے لیے حاضر نہیں ہوتے: میں خیال کرتا ہوں کہ کسی شخص کو جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ (مسلم)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِی كِتَابٍ لَّا يُمْحٰی وَلَا يُبَدَّلُ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلٰثًا (رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بلا وجہ ایک بھی جمعہ چھوڑا اس کا نام منافقین کی ایسی فہرست میں لکھا جاتا ہے جو نہ تلف کی جاتی ہے اور نہ تبدیل۔ بعض روایات میں تعداد جمعہ ایک کی بجائے تین ہے۔ (شافعی)

جمعہ کی تیاری اور آداب

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَصَلّٰی مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰی يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّیْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَفَضْلُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو غسل کر کے نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور جتنی نماز (سنت اور نوافل) اس کے لیے مقدر ہوئی ادا کی پھر دوران خطبہ خاموش رہا۔ امام کے ساتھ نماز ادا کی تو اُس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیانی عرصے کے علاوہ تین مزید دنوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِیْ يُهْدِیْ بُدْنَةً ثُمَّ كَالَّذِیْ يُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ مسجد میں پہلے آنے والوں کی فہرست مرتّب کرتے ہیں اور مسجد میں اوّل آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی قربانی کے لیے اونٹ روانہ کرتا ہے۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال گائے کو قربانی کے لیے بھیجتا ہے اور جو اس کے بعد آتا ہے اس کی مثال دنبہ کی قربانی کرنے والے اور اس کے بعد آنے والے کی مثال مرغی اور پھر انڈا صدقہ کرنے والے کی ہے اور جب امام خطبہ کے لیے آتا ہے تو یہ فرشتے اپنا دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ پڑھنے کے دوران اگر تم نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے یہ بھی کہا کہ خاموش رہو تو تم نے لغو کام کیا۔ (متفق علیہ)

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ كَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِیْ قَبْلَهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا' اچھے کپڑے پہنے' خوشبو میسر ہوئی تو خود کو معطر کیا' جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں آیا۔ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے بغیر سنّت اور نوافل حسب توفیق ادا کیے' پھر امام کے آنے تک خاموش رہا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوا' یہ عمل پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

نماز جمعہ کا وقت

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّی الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد نماز جمعہ ادا فرماتے تھے۔ (بخاری)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم جمعہ سے پہلے نہ تو قیلولہ کرتے تھے اور نہ کھانا کھاتے تھے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِی الْجُمُعَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدّت کی سردی میں جمعہ کی نماز میں عجلت فرماتے اور شدید گرمی میں نماز جمعہ کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔ (بخاری)

اذان

وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النِّدَآءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلَهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَآءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَآءِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کی اذان اس وقت کہی جاتی جب امام خطبے کے لیے منبر پر بیٹھتا اور یہ سلسلہ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیقی اور فاروقی دور تک جاری رہا لیکن دورِ عثمان میں جب نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان مقام زوراء پر کہلوانی شروع کردی۔ (بخاری)

خطبہ جمعہ

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنِ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبے پڑھتے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے اور یہ خطبے وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوتے تھے' اسی طرح خطبہ و نماز متوسط ہوتے تھے۔ (مسلم)

وَعَنْ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقَصْرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کا لمبی نماز پڑھنا اور خطبہ مختصر کرنا اس کی فقاہت کی علامت ہے۔ لہٰذا نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر۔ بے شک تقریر میں سحر ہوتا ہے۔ (مسلم)

وَعَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانَ قَالَتْ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا عَنْ لِّسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا

خَطَبَ النَّاسَ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

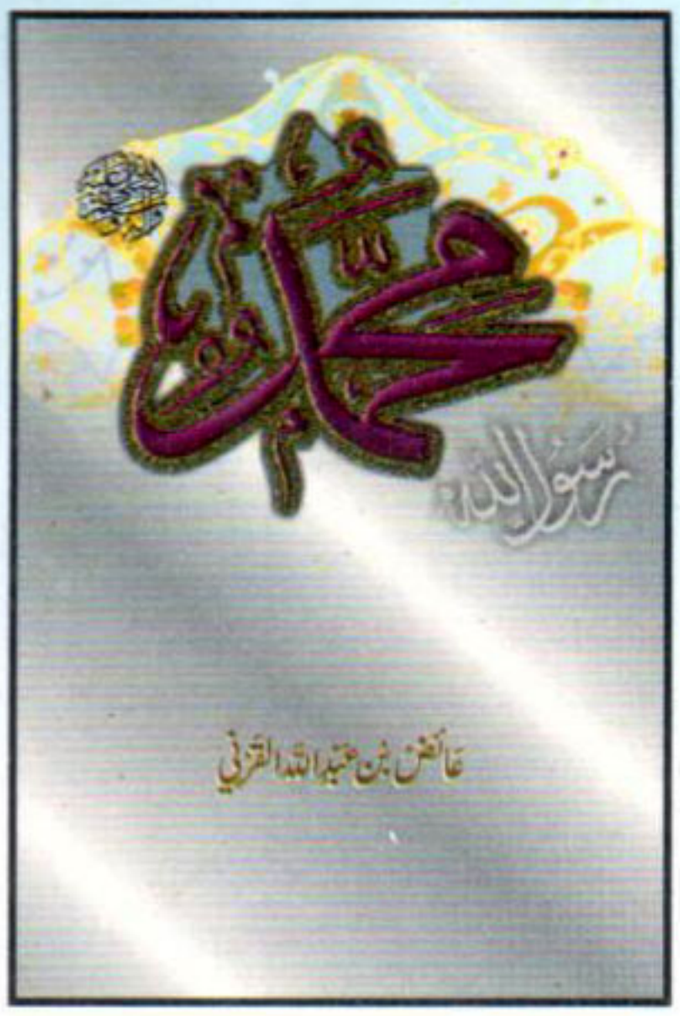
حضرت اُمّ ہشام بنت حارثہ روایت کرتی ہیں کہ نہیں یاد کی میں نے سورۂ ''قٓ'' مگر رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن کر۔جس کو آپ ﷺ ہر جمعہ کے خطبے میں منبر پر پڑھتے تھے۔(مسلم)

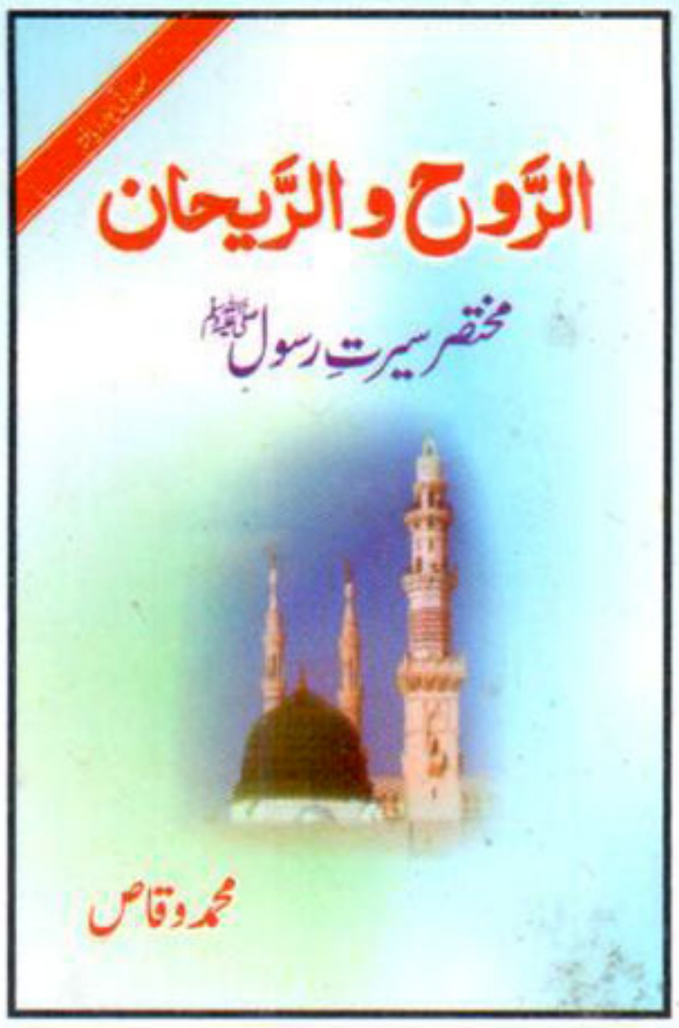
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ اَرَاهُ الْمُؤَذِّنَ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

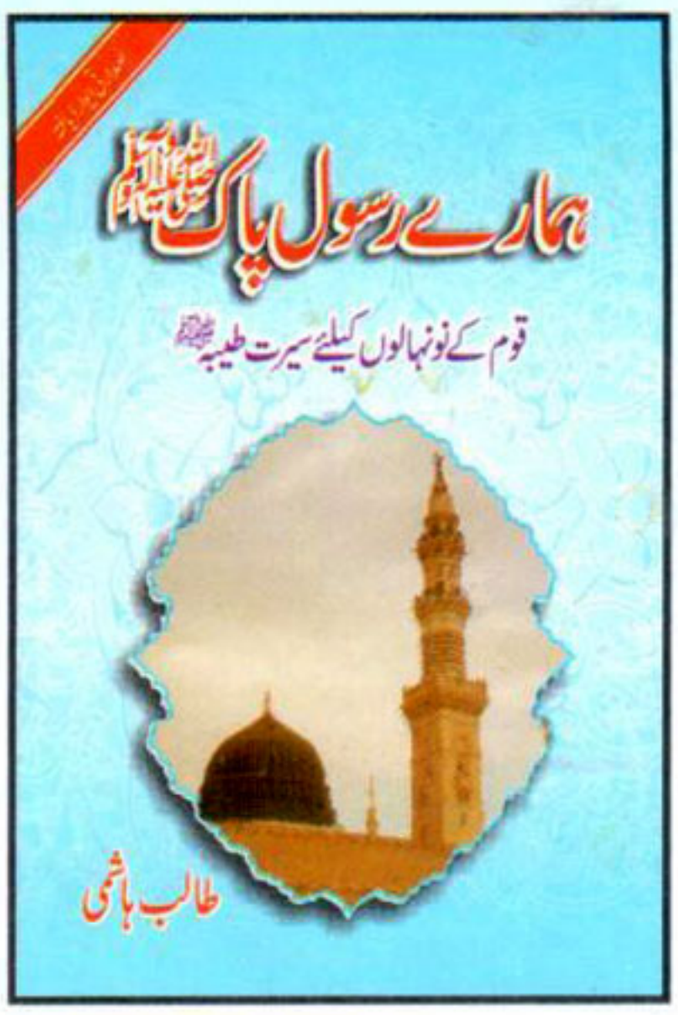
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جمعہ کے) دو خطبے پڑھتے تھے اور منبر پر آ کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ فارغ ہو جاتا مؤذن (راوی یہاں شک کا اظہار کرتے ہیں) پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے۔اس دوران کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔(ابوداؤد)

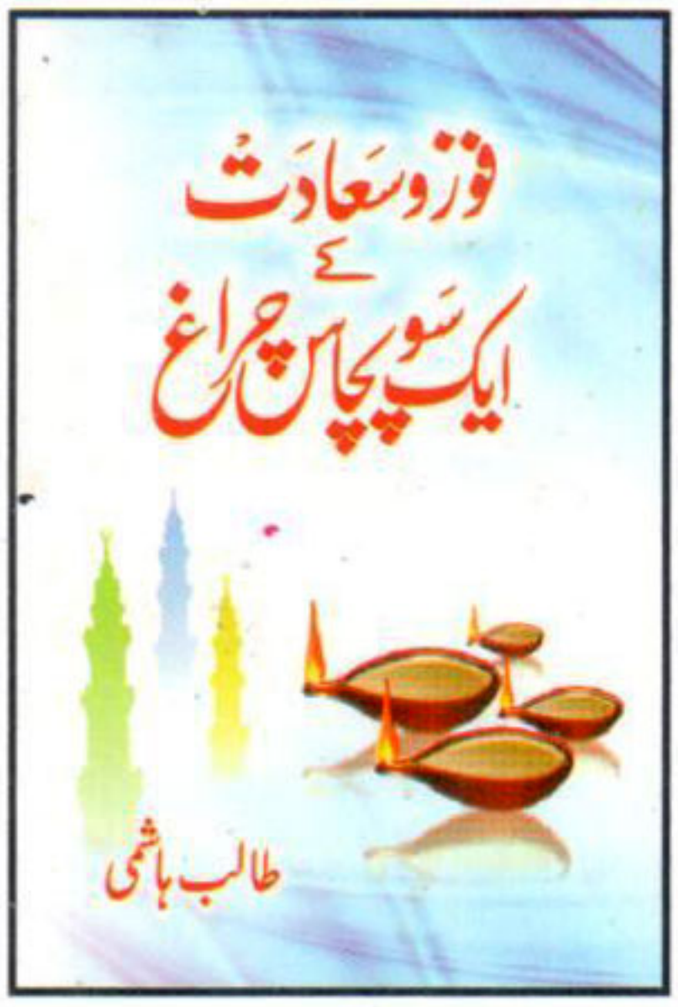
عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَآئِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَآئِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

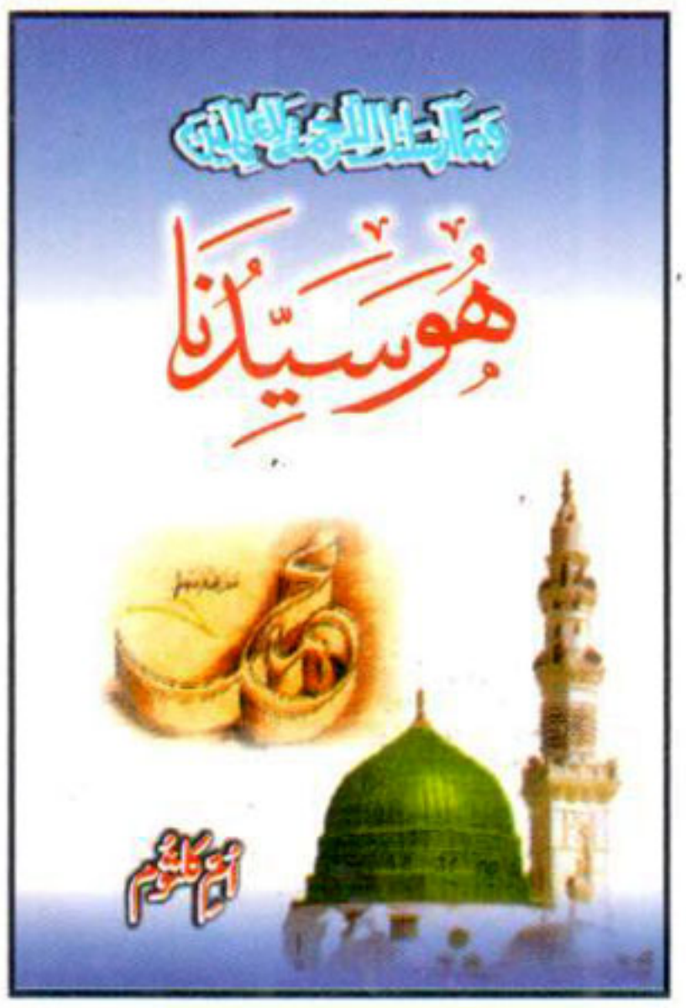
حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے اور جو شخص یہ کہے کہ سرکار ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے' اس نے جھوٹ کہا' خدا کی قسم! میں نے دو ہزار سے زیادہ نمازیں سرکار ﷺ کے ساتھ پڑھی ہیں۔'' (مسلم)

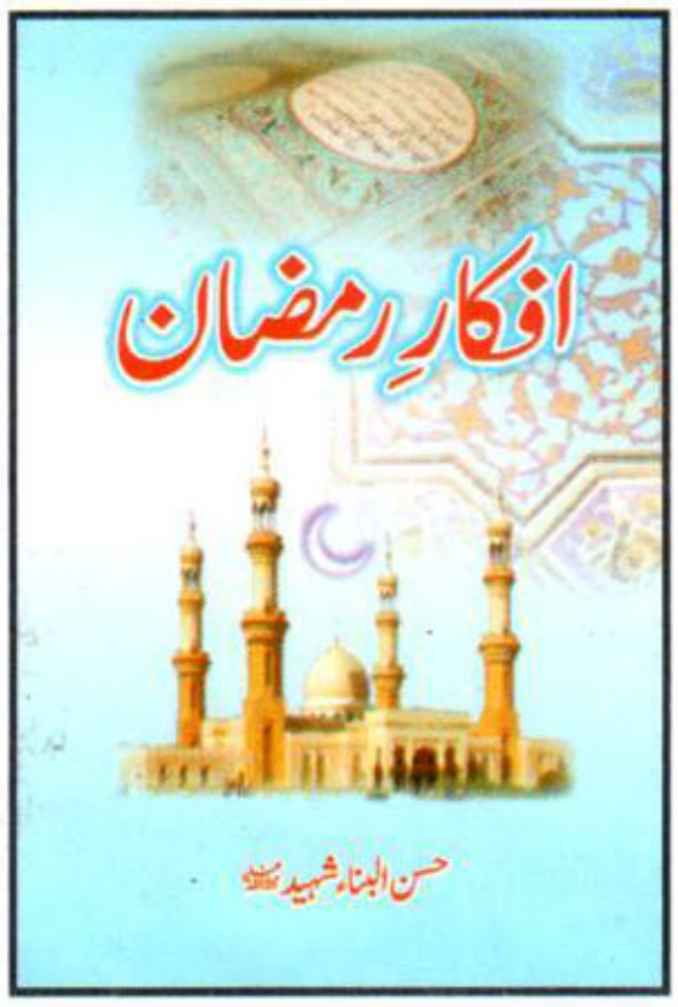


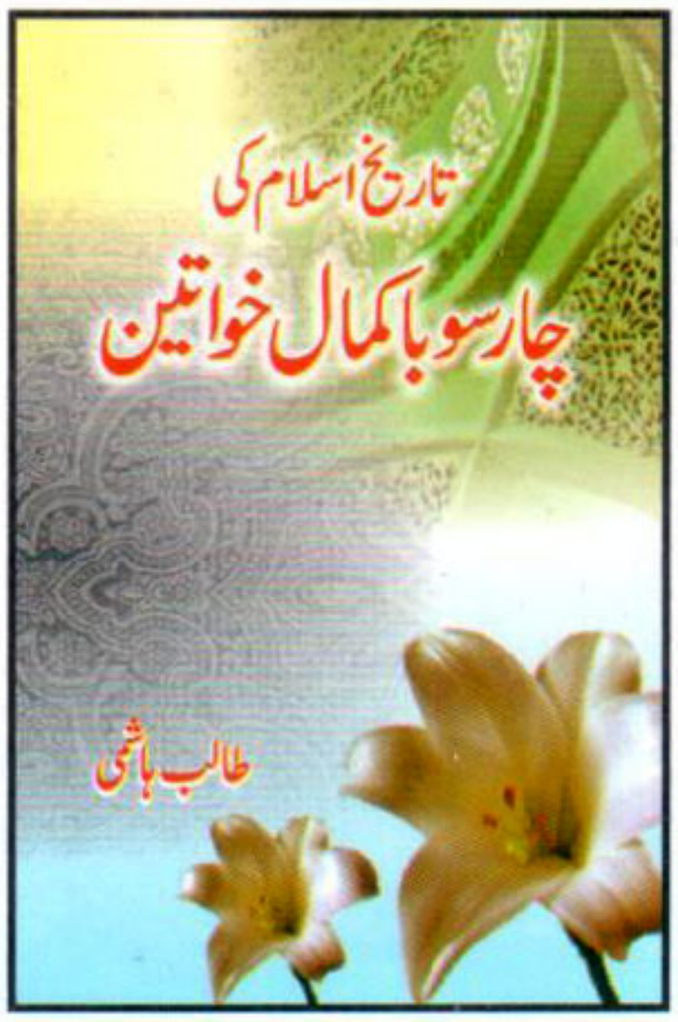


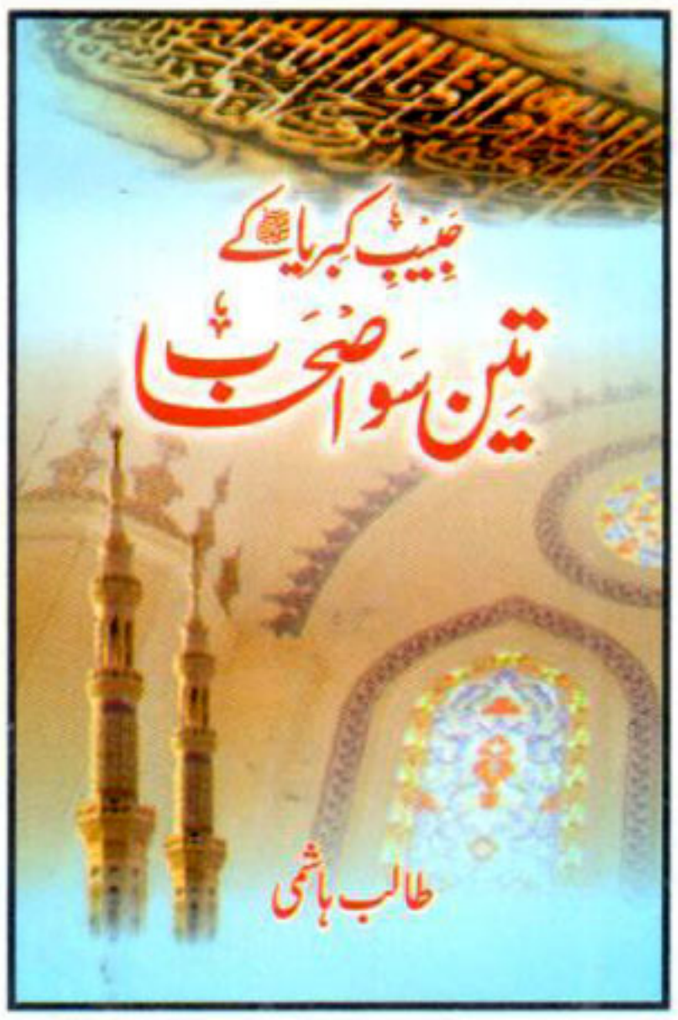


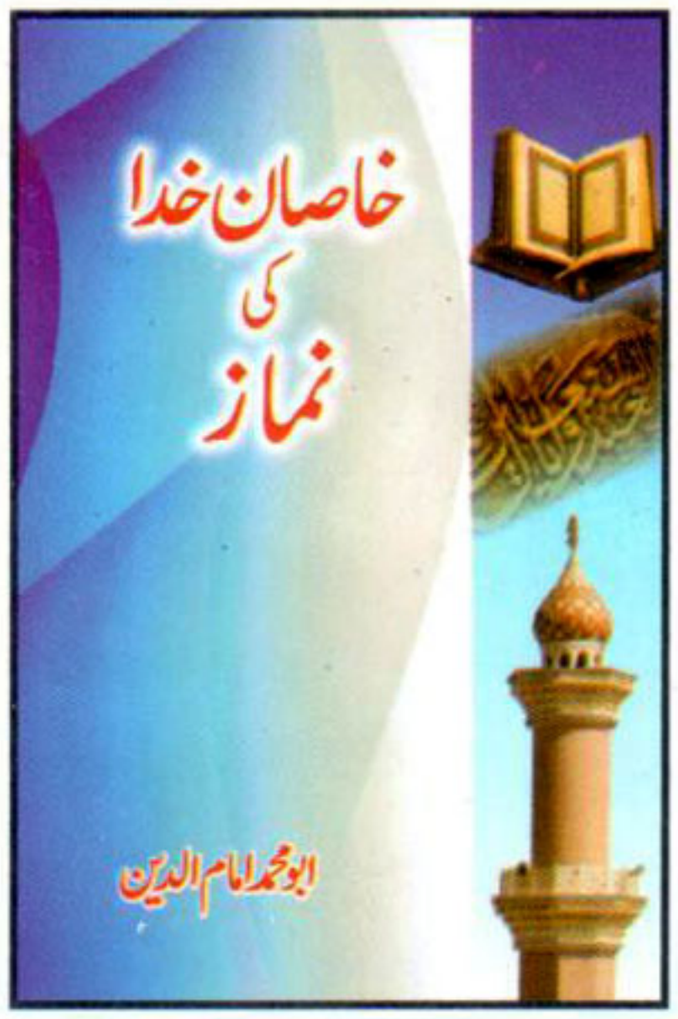












البدر پبلی کیشنز
23۔ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور
Ph: 042-37225030 / 37245030
Mob: 0333-4173066 / 0300-4745729
البدر
8964002939 84